(٣) سورہ آل عمران

نام اس سورہ کی آیت ٣٣ میں آل عمران کا ذکر ہوا ہے۔ عمران حضرت مریمؑ کے والد کا نام تھا اور عیسیٰ علیہ السّلام ان کے نواسے تھے اسی مناسبت سے علامت کے طور پر اس سورہ کا نام ''آل عمران'' رکھا گیا ہے۔

زمانۂ نزول یہ سورہ مدنی ہے اور مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ اُحد ٣ھ کے بعد نازل ہوئی ہوگی۔

مرکزی مضمون اس سورہ کا مرکزی مضمون بھی ہدایت ہی ہے۔ اور اس بناء پر یہ سورہ سابق سورہ کے ساتھ نہ صرف گہرا ربط رکھتی ہے بلکہ یہ اس کا تتمہ ہے۔ نورِ ہدایت ہونے کے لحاظ سے سورۂ بقرہ کی حیثیت اگر آفتاب کی ہے تو اس کی حیثیت ماہتاب کی۔ چنانچہ حدیث شریف میں ان کو زہراوین (دو روشن ترین سورتوں) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ سورۂ بقرہ میں اگر یہود سے خطاب کیا گیا تھا تو سورۂ آل عمران میں نصاریٰ سے خطاب کیا گیا ہے۔ سابق سورہ میں المغضوب علیھم کی تشریح کی گئی تھی تو اس سورہ میں ضالّین کی تشریح کی گئی ہے۔ اس طرح ماقبل سورہ میں ہدایت کے جو پہلو مجملاً بیان کئے گئے تھے اس سورہ میں کھول کر ان کو بیان کر دیا گیا ہے اور صاف صاف یہ اعلان کر دیا گیا ہے کہ دین جو حقیقۃً اللہ کی ہدایت کا نام ہے صرف اسلام ہے۔

لہٰذا جو شخص بھی اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین اختیار کرے گا وہ اللہ کے ہاں ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور ایسے لوگ آخرت میں بالکل تباہ ہوں گے۔ اس طرح یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ اللہ کی ہدایت کی راہ صرف اسلام ہے نہ کہ مختلف ادیان۔ اور نجاتِ اُخروی اسلام کو قبول کئے بغیر ممکن نہیں۔

نظم کلام آیت ١ تا ٩ تمہید کی حیثیت رکھتی ہیں جن میں توحید کو بنیادی حقیقت کے طور پر پیش کرتے ہوئے واضح کیا گیا ہے کہ قرآن فرمانِ الٰہی ہے اور اس بنا پر تمام ''مذہبی اختلافات'' کے سلسلہ میں قولِ فیصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

آیت ١٠ تا ٣٢ میں اہلِ کتاب اور غیر اہل کتاب سب کو متنبّہ کر دیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس قرآنی ہدایت کو جس کا نام اسلام ہے قبول نہیں کیا تو یہ اللہ سے کفر ہوگا، جس کی سزا ہمیشگی کی جہنم ہے اور جس ''دینداری'' اور ''مذہب پرستی'' کا لبادہ انہوں نے اوڑھ رکھا ہے اس کی حقیقت قیامت کے دن آشکارا ہوگی جبکہ وہ بالکل بے نقاب ہو چکے ہوں گے۔

آیت ٣٣ تا ٦٣ میں حضرت مریمؑ اور عیسیٰؑ سے متعلق واقعات اور حقائق پیش کئے گئے ہیں، جو ان باطل عقائد کی تردید کرتے ہیں جن کو نصاریٰ نے دین میں داخل کر لیا تھا۔ اس ضمن میں حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ کا بھی ذکر ہوا ہے۔

آیت ٦٤ تا ١٠١ میں اہل کتاب کی اور بالخصوص عیسائیوں کی گمراہیوں اور ان کے اخلاق و دینی انحطاط پر گرفت کرتے ہوئے اہلِ ایمان کو ان سے بچنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

آیت ١٠٢ تا ١٢٠ میں اہلِ ایمان کو خطاب کر کے اسلام پر مضبوطی کے ساتھ جم جانے، کتاب الٰہی کو تھام لینے، اس کو اپنی اجتماعیت کی بنیاد بنانے اور اپنے اندر سے ایک ایسے گروہ کو ابھارنے کی ہدایت کی گئی ہے، جو دعوت و اصلاح کی خدمت کے لئے مختص ہو تا کہ وہ ملّتِ اسلامیہ کو ہر قسم کے انحراف اور نت نئے فتنوں سے بچا سکے۔ اور اللہ کا پیغام بندگانِ خدا تک پہنچائے۔ ساتھ ہی اہلِ کتاب کی فتنہ انگیزیوں سے ہوشیار رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔

آیت ١٢١ تا ١٨٩ میں غزوۂ اُحد کے حالات و واقعات پر تبصرہ کیا گیا ہے اور ان کمزوریوں کی نشاندہی کی گئی ہے جو اس وقت نمایاں ہوئیں۔

آیت ١٩٠ تا ٢٠٠ کی حیثیت خاتمۂ کلام کی ہے۔ جس میں واضح کیا گیا ہے کہ ایمان کوئی اندھا عقیدہ نہیں بلکہ عقل و فطرت کی آواز ہے۔ اس آواز پر جب انسان لبیّک کہتا ہے تو اس کا تعلق اپنے رب سے صحیح معنیٰ میں جُڑ جاتا ہے۔ اور اس کے دل سے بے اختیار یہ دُعا نکلتی ہے کہ اس کا انجام بخیر ہو۔ اس موقع پر اُس کا رب اُسے بہتر انجام کی خوشخبری سُناتا ہے اور اطمینان دلاتا ہے کہ جو قربانیاں اُس نے راہِ حق میں دی ہیں اُن کا بھرپور اجر وہ اُسے عنایت فرمائے گا۔ اخیر میں راہِ حق میں لڑنے والے اہل ایمان کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے اور انہیں حق و باطل کے معرکہ میں ثابت قدم رہنے کی ہدایت کی گئی ہے۔

سُوْرَةُ آلِ عِمْرَانَ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ﴿١﴾

اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿٢﴾

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ
وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿٣﴾
مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا
بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿٤﴾

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿٥﴾
هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا
هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦﴾
هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ
هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ
زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ
وَابْتِغَآءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللّٰهُ وَالرّٰسِخُوْنَ
فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ
اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿٧﴾

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ
رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿٨﴾

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ
الْمِيْعَادَ ﴿٩﴾

(٣) سُوْرَۃ آل عِمران

آیات ٢٠٠

اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے

١ الف، لام، میم ١؎۔

٢ اللہ جس کے سوا کوئی اِلٰہ (خدا) نہیں ٢؎ وہ زندہ ہستی ہے جو قائم ہے اور سب کو سنبھالے ہوئے ہے۔ ٣؎

٣ اس نے تم پر کتاب برحق نازل کی ٤؎ جو سابقہ کتابوں کی تصدیق کرتی ہے۔ اور وہ تورات ٥؎ اور انجیل نازل کر چکا ہے۔ ٦؎

٤ اس سے پہلے لوگوں کی ہدایت کیلئے نیز اس نے فرقان اُتارا۔ ٧؎ یقین جانو جو لوگ اللہ کی آیات کا انکار کریں گے ان کو سخت سزا ملے گی۔ اللہ غالب ہے اور (گناہوں کی پاداش میں) سزا دینے والا ہے۔ ٨؎

٥ اللہ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں نہ زمین میں نہ آسمان میں۔ ٩؎

٦ وہی ہے جو رحموں کے اندر جس طرح چاہتا ہے صورتگری کرتا ہے ١٠؎، اس غالب اور حکمت والے کے سوا کوئی خدا نہیں۔

٧ وہی ہے جس نے تم پر کتاب نازل کی جس میں محکم آیات ہیں ١١؎ جو کتاب کی اصل بنیاد ہیں ١٢؎ اور دوسری ایسی ہیں جو متشابہ ہیں۔ ١٣؎ تو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں ١٤؎ تاکہ فتنہ برپا کریں اور ان کی اصل حقیقت معلوم کریں حالانکہ انکی اصل حقیقت اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا اور جو لوگ علم میں راسخ ہیں وہ کہتے ہیں ہم ان پر ایمان لائے۔ یہ سب ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں۔ اور یاددہانی تو عقلمند ہی حاصل کرتے ہیں۔

٨ اے ہمارے رب! جب تو نے ہمیں ہدایت بخشی ہے تو اس کے بعد ہمارے دلوں میں کجی پیدا نہ کر اور ہم پر اپنی رحمت کا فیضان کر۔ واقعی تو بڑا فیاض ہے۔ ١٥؎

٩ اے ہمارے پروردگار! تو ضرور سب لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔ بے شک اللہ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

ا۔ یہ حروفِ مقطّعات ہیں جن کی تشریح سورۂ بقرہ کے آغاز میں گذر چکی۔ وہاں ہم زبور کے حوالہ سے یہ واضح کر چکے ہیں کہ یہ حروف سورہ کے مخصوص مضامین یا مخصوص الفاظ کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اس سورہ کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حروف ان مضامین کے ساتھ خاص مناسبت رکھتے ہیں۔ طوالت سے بچتے ہوئے ہم عرض کریں گے کہ الف کا اشارہ ''اللہ'' کی طرف ہے جس کی صحیح معرفت اس سورہ میں بخشی گئی ہے۔ نیز اس کا اشارہ ''آیات اللہ'' کی طرف بھی ہے جس کا ذکر اس سورہ میں بکثرت ہوا ہے اور خاص طور سے آیت ۷ میں آیاتِ قرآنی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں محکمات و متشابہات۔

اسی طرح لام کا اشارہ **لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ** (اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں) کی طرف ہے جن کو نہایت مہتم بالشان طریقہ پر اس سورہ میں پیش کیا گیا ہے۔ (آیت ۲، ۶، ۱۸)

رہا میم تو وہ بھی اس سورہ کا ایک اہم عنصر ہے کیونکہ اس سورہ میں اللہ کی اس صفت کو کہ وہ مالک الملک ہے نہایت مؤثر پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے (آیت ۲۶) نیز اس میں ملائکہ کا ذکر متعدد مقامات پر ہوا ہے اور توحید کے سلسلہ میں ان کی گواہی بھی پیش کی گئی ہے (آیت ۱۸) علاوہ ازیں اس میں مومنین و متقین کو کامیابی کا مژدہ بھی سُنایا گیا ہے۔

گویا ان حروف کی حیثیت نشاناتِ راہ کی ہے جو منزل کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔

۲۔ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ خداؤں میں سب سے بڑا ہے یعنی مہادیو یا (Chief God) ہے بلکہ فرمایا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں یعنی اس کے سوا کسی خدا کا سرے سے وجود ہی نہیں ہے لہٰذا اللہ کے سوا جن کو بھی خدا کے نام سے پکارا جاتا ہے وہ فرضی خدا ہیں حقیقۃً ان میں سے کوئی بھی الوہیت (خدائی) کی صفت اپنے اندر نہیں رکھتا۔

۳۔ ملاحظہ ہو، سورہ بقرہ نوٹ ۴۰۹، ۴۱۰۔ یہاں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ قیّومیت اللہ ہی کی صفت ہے۔ اس لئے وہ بجا طور پر مستحق عبادت ہے لیکن جو لوگ مسیح یا کسی اور ہستی کی الوہیت کے قائل ہیں، وہ بتائیں کہ کیا یہ ہستیاں بھی اپنے اندر قیّومیت کی صفت رکھتی ہیں۔ اگر نہیں اور واقعہ یہ ہے کہ ایسا ہرگز نہیں ہے تو پھر ان کو الٰہ قرار دینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

۴۔ نَزَّلَ (نازل کیا) میں الفاظ کے ساتھ اُتارنے کا مفہوم شامل ہے یعنی اس احتمال کیلئے کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وحی الٰہی کو الفاظ کا جامہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے پہنایا ہوگا۔ نہیں بلکہ قرآن لفظاً اور عبارتاً (Text) کی شکل میں اللہ ہی کا نازل کردہ ہے اس کے الفاظ اور ان کی ترکیب میں کسی کا حتیٰ کہ پیغمبرؐ کا بھی کوئی دخل نہیں۔

۵۔ تورات کے عبرانی میں معنی قانون (Law) کے ہیں یہ اس کتاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ قرآن اسی کی تصدیق کرتا ہے لیکن اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ تورات موجودہ بائبل (Old Testament) کا نام ہے اور اس کے تمام مضامین کی قرآن تصدیق کر رہا ہے کیونکہ موجودہ بائبل مذہبی کتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور اس میں اصل تورات کے اجزاء ضرور موجود ہیں لیکن وہ تاریخی واقعات، سیرت، علماء کی تشریح و تعبیر اور فقہاء کی آراء کا ایسا مجموعہ ہے کہ نہ اس پورے مجموعے پر کتابِ الٰہی کا اطلاق ہوتا ہے اور نہ اصل تورات کے اجزاء کو کوئی شخص اس مخلوطہ سے الگ کر سکتا ہے تاوقتیکہ وہ بصیرت سے کام نہ لے۔ موجودہ بائبل خود یہ دعویٰ بھی نہیں کرتی کہ وہ مِنْ وَعَنِ اللہ کی نازل کردہ کتاب ہے نیز اس کے مضامین اس بات کا کھلا ثبوت ہیں کہ یہ مجموعہ انسانوں ہی کا مرتّب کردہ ہے بلکہ اصلِ کلام الٰہی میں لوگوں نے جو تحریف کی اس کا اعتراف بھی بائبل کرتی ہے چنانچہ بائبل کی کتاب ''یرمیاہ'' میں ہے۔

موجودہ بائبل کے بارے میں اس کے ایک شارح کا یہ اعتراف ملاحظہ ہو کہ یہ مجموعہ بھی اسرائیل کی بابل سے واپسی کے بعد مرتّب کیا گیا ہے: چنانچہ Peake's Commentary on the Bible. میں The Authority of the Bible کے تحت اس کا شارح رقمطراز ہے۔

" It was after the return of Israel from the Babylonian exile that the collection of the Books of the Law into the present corpus was made" (Page 2)

۶۔ انجیل اس کتاب کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ پر نازل فرمائی تھی۔قرآن اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ جہاں تک موجودہ بائبل کے عہد نامہ جدید کا تعلق ہے اس میں اصلِ انجیل کے اجزاء ضرور پائے جاتے ہیں۔ جو قرآن سے بالکل ہم آہنگ ہیں لیکن یہ مجموعہ بھی اپنی موجودہ شکل میں کلامِ الٰہی کی حیثیت نہیں رکھتا بلکہ اس میں کلامِ الٰہی کے منتشر اجزاء کے ساتھ تاریخی واقعات، روایات اور تشریح و تعبیر وغیرہ گھل مِل گئی ہے۔لوقا کی انجیل میں تو آغاز ہی میں یہ صراحت موجود ہے کہ اس کے مرتّب نے واقعات کو خود ہی مرتّب کیا ہے۔

''چونکہ بہتوں نے اس پر کمر باندھی ہے کہ جو باتیں ہمارے درمیان واقع ہوئیں ان کو ترتیب وار بیان کریں۔ جیسا کہ انھوں نے جو شروع ہی سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے ان کو ہم تک پہنچایا۔ اس لئے اے معزز تھیفلس میں نے بھی مناسب جانا کہ سب باتوں کا سلسلہ شروع سے ٹھیک ٹھیک دریافت کر کے ان کو تیرے لئے ترتیب سے لکھوں تا کہ جن باتوں کی تو نے تعلیم پائی ہے ان کی پختگی تجھے معلوم ہو جائے۔'' (لوقا ۱:۱۔۴)

اور اس کا اعتراف بائبل کا شارح اس طرح کرتا ہے:۔

" The motive and method of the writing of a gospel are described in the prologue of the Gospel of Luke: without any claim to inspiration, the writer set out to get the best information that he could and to use the previous attempts which had been made. The narrative was not designed to be sacred scripture. It was a record of the events; where in the sacred scriptures were fulfiled" _ (Peake's commentary on the Bible. Page 4)

۷۔ فرقان قرآن کی صفت ہے جس کے معنیٰ ہیں حق و باطل میں امتیاز کرنے والی کتاب یہاں اس صفت کا ذکر کرنے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ تورات وانجیل میں جب اہل کتاب نے تحریف کر دی اور لوگوں کے لئے حق و باطل میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کو کسوٹی بنا کر اُتارا تا کہ لوگوں پر راہِ ہدایت واضح ہو جائے۔

۸۔ یعنی قرآن کی شکل میں اللہ کی طرف سے واضح ہدایت آجانے کے بعد بھی جو لوگ مذہبی اختلافات کے چکّر میں پڑے رہیں گے اور اس ہدایت کو قبول نہیں کریں گے ان کو اللہ سخت سزا دے گا۔

۹۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ لوگوں نے اللہ کی کتابوں میں تحریف کرنے کی جو جسارت کی۔ اور اللہ کے نام سے جو مختلف مذاہب ایجاد کر لئے اُسے دیکھ کر کوئی یہ خیال نہ کرے کہ یہ سب باتیں اللہ سے مخفی ہیں۔ یا اس کے یہاں اندھیر نگری ہے۔نہیں بلکہ وہ لوگوں کی اِن حرکتوں کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن چونکہ انسان کا یہاں امتحان لینا مقصود ہے۔ اسلئے اس کی حکمت اس بات کی متقاضی ہوئی کہ لوگوں کو مہلتِ عمل دی جائے۔ اور فیصلہ قیامت کے دن کیلئے اٹھا رکھا جائے۔

۱۰۔ یعنی رحم مادر میں جنین کی تخلیق اللہ ہی کرتا ہے نہ کہ کوئی دیوی دیوتا، مشرکانہ مذہب میں یہ تصوّر پایا جاتا ہے کہ ایک مخصوص دیوی (Tvashtri) جنین کی صورت گری کرتی ہے۔ مذکورہ آیت اس قسم کے تصوّرات کو باطل قرار دیتی ہے نیز سیاقِ کلام کے لحاظ سے آیت کا اشارہ اس طرف ہے کہ حضرت مسیحؑ کی تخلیق حضرت مریمؑ کے رحم میں ہوئی تھی پھر وہ خدا کس طرح ہو سکتے ہیں؟

۱۱۔ محکم یعنی پختہ اور مستحکم۔محکمات سے مراد قرآن کی وہ آیتیں ہیں جو اپنے مفہوم اور مدعا کے لحاظ سے بالکل صاف اور واضح ہیں مثلاً وہ آیات جن میں اسلام کی دعوت، اس کی تعلیمات، اس کے احکام و قوانین، فرائض، عبادات، نصائح اور اس قسم کی دوسری باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔

۱۲۔ محکمات کی حیثیت اُمّ الکتاب کی ہے یعنی وہ کتاب کی اصل بنیاد اور مرجع ہیں لہٰذا قرآن کی کسی آیت کا ایسا مطلب لینا صحیح نہ ہوگا جو محکمات کے خلاف ہو بلکہ جہاں بھی مفہوم کی تعین میں اشتباہ پیش آئے وہاں محکمات کی طرف رجوع کرنا چاہئے۔

۱۳۔ متشابہ یعنی ملتی جلتی۔متشابہات سے مراد وہ آیات ہیں جن میں حقائق کو پیش کرنے کیلئے تشبیہ کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔ وہ حقائق جو انسان کے مشاہدات و

محسوسات کی دسترس سے باہر ہیں۔مثلاً اللہ کا عرش پر مستوی ہونا، عالم بالا کے حقائق، اعمال کا تولا جانا، جنّت کی نعمتیں، دوزخ کی سزائیں، آخرت کے کوائف، وغیرہ اس قسم کی باتوں کو ایسے الفاظ اور اسالیب میں بیان کیا گیا ہے جو اصل حقیقت سے مشابہت رکھنے والی محسوس چیزوں کے لئے انسانی زبان میں پائے جاتے ہیں۔اس کے مابعد الطبعی حقائق کا علم انسان کو اس حد تک حاصل ہوجاتا ہے جس حد تک کہ اس کی ہدایت کے لئے ضروری ہے۔اس سے آگے بڑھ کر اگر آدمی ان کی اصل حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہوجائے تو اصل حقیقت تک اس کی رسائی ہونے سے رہی البتّہ وہ لفظی اور کلامی بحثوں میں اُلجھ کر رہ جائے گا جو کسی دانا کا کام نہیں ہے۔ع

الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا

غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے

۱۴۔ متشابہات کے پیچھے پڑنے کی ایک مثال حضرت عیسیٰؑ کی تخلیق کا معاملہ ہے چونکہ آپ کی پیدائش بغیر باپ کے غیر معمولی طریقہ پر ہوئی تھی اس لئے آپ کو کَلِمَۃٍ مِّنْہُ (کلمہ منجانب اللہ) سے تعبیر فرمایا یعنی وہ اللہ کے ایک فرمان کی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ ان کی تخلیق اللہ کے کلمہ 'کُن' (اللہ کا حکم کہ ہوجا۔) سے ہوئی تھی لیکن نصاریٰ نے اس میں فلسفیانہ موشگافیاں کیں اور حضرت مسیحؑ کی اُلوہیت کے قائل ہوگئے اس طرح وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کے لئے بھی فتنہ کا سامان کیا۔افسوس ہے کہ قرآن کی اس واضح ہدایت کے باوجود مسلمانوں کے بعض گروہوں نے پچھلے ادوار میں صفاتِ الٰہی وغیرہ کے بارے میں غیر ضروری اور لاطائل بحثیں چھیڑیں جس کے نتیجہ میں ''علم کلام'' وجود میں آیا اور اسلام کے سیدھے سادھے عقائد بھی معمّہ بن گئے۔

۱۵۔ یہ دُعا جو علم میں پختگی رکھنے والوں کی زبان سے ادا ہوئی ہے ان کے جذباتِ ایمانی کی ترجمانی کرتی ہے۔وہ متشابہات کی تاویلات کے فتنوں سے بچنے کی فکر کرتے ہیں اور دین میں فتنہ پروری کرنے والوں سے ہوشیار رہتے ہیں اور اپنے ایمان کی سلامتی کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُم
مِّنَ اللَّهِ شَيْئًا ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمْ وَقُودُ النَّارِ ۝١٠

۱۰ جن لوگوں نے کفر کیا ۱۶؎، نہ ان کے مال اللہ کے ہاں کچھ کام آئیں گے اور نہ ان کی اولاد ۱۷؎۔ ایسے ہی لوگ آتش (جہنّم) کا ایندھن بنیں گے۔

كَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۚ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝١١

۱۱ یہ بھی اسی ڈگر پر ہیں جس ڈگر پر آل فرعون اور ان کے پیش رو تھے۔ انہوں نے ہماری آیات کا انکار کیا، تو اللہ نے ان کو گناہوں کی پاداش میں پکڑ لیا۔ اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

قُل لِّلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَىٰ جَهَنَّمَ ۚ
وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٢

۱۲ جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان سے کہہ دو کہ عنقریب تم مغلوب ہو گے اور جہنم کی طرف ہانکے جاؤ گے۔ اور وہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۖ
فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ
رَأْيَ الْعَيْنِ ۚ وَاللَّهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهِ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ
لَعِبْرَةً لِّأُولِي الْأَبْصَارِ ۝١٣

۱۳ جن دو گروہوں میں مُڈ بھیڑ ہوئی ان میں تمھارے لئے بڑی نشانی ہے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا کافر تھا۔ یہ ان کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دوگنی تعداد میں دیکھ رہے تھے۔ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے تقویت پہنچاتا ہے۔ اس (واقعہ) میں ان لوگوں کے لئے بڑی عبرت ہے جو دیدۂ بینا رکھتے ہیں۔ ۱۸؎

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ
وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ
الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ
وَاللَّهُ عِندَهُ حُسْنُ الْمَآبِ ۝١٤

۱۴ لوگوں کیلئے مرغوباتِ نفس زن، فرزند، سونے چاندی کے ڈھیر، نفیس گھوڑے، مویشی اور کھیتیاں بڑی خوشنما بنادی گئی ہیں۔ یہ سب دنیوی زندگی کا سامان ہے اور بہتر ٹھکانا تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ ۱۹؎

قُلْ أَؤُنَبِّئُكُم بِخَيْرٍ مِّن ذَٰلِكُمْ ۚ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا عِندَ رَبِّهِمْ
جَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا وَأَزْوَاجٌ
مُّطَهَّرَةٌ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝١٥

۱۵ کہو کیا میں تمہیں بتاؤں ان سے بہتر چیز کیا ہے؟ جو لوگ تقویٰ اختیار کریں ۲۰؎ ان کیلئے ان کے رب کے پاس باغ ہیں جن کے تلے نہریں رواں ہوں گی۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور ان کیلئے پاکیزہ بیویاں ہوں گی اور اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی ۲۱؎۔ اللہ اپنے بندوں پر نظر رکھتا ہے۔ ۲۲؎

الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا إِنَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ ۝١٦

۱۶ یہ وہ لوگ ہیں جو دُعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لائے پس تو ہمارے گناہوں کو بخش اور ہمیں آتش (جہنّم) کے عذاب سے بچا۔

الصَّابِرِينَ وَالصَّادِقِينَ وَالْقَانِتِينَ وَالْمُنفِقِينَ
وَالْمُسْتَغْفِرِينَ بِالْأَسْحَارِ ۝١٧

۱۷ یہ لوگ صابر ہیں، راست باز ہیں، غایت درجہ فرمانبردار ہیں، انفاق کرنے والے ہیں اور اوقاتِ سحر میں ۲۳؎ گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔ ۲۴؎

۱۶۔ مراد وہ لوگ ہیں جو قرآن کو کتاب اللہ ماننے سے انکار کرتے ہیں۔

۱۷۔ مال و اولاد کا ذکر اس مناسبت سے ہوا ہے کہ بسا اوقات ان کی محبّت قبول حق کی راہ میں رُکاوٹ بنتی ہے۔

۱۸۔ یہ جنگِ بدر کے واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو ۲ھ میں اہل ایمان اور مشرکین مکہ کے درمیان بدر کے مقام پر پیش آیا۔ یہ پہلی جنگ تھی جو حاملینِ قرآن نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں لڑی۔ اس جنگ میں کفار کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی اور اہل ایمان کل تین سو تیرہ (۳۱۳) تھے لیکن جب جنگ بالفعل شروع ہوگئی تو کفّار کو اہلِ ایمان اپنی بہ نسبت دوگنی تعداد میں دکھائی دینے لگے جس سے وہ مرعوب ہو گئے۔ وجہ یہ تھی کہ اللہ کی تائید و نصرت اہلِ ایمان کے ساتھ تھی جس کے نتیجہ میں اہلِ ایمان قلیل تعداد میں ہونے کے باوجود غالب آ گئے اور کفار کو کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

یہاں اس واقعہ کا حوالہ دینے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اس میں اہلِ حق کے شاندار مستقبل کی جھلک دیکھی جا سکتی ہے۔ کیونکہ حق و باطل کی اس کشمکش میں اللہ کی تائید و نصرت حاملینِ قرآن کے حق میں ظاہر ہوئی ہے۔

۱۹۔ جن چیزوں کا اس آیت میں ذکر ہوا ہے۔ وہ انسان کو طبعاً مرغوب ہیں اس لحاظ سے ان کی رغبت قابلِ اعتراض نہیں ہے لیکن ان چیزوں کا اس طرح آنکھوں میں کُھب جانا کہ انسان کی ان کے ساتھ وابستگی حدِ اعتدال سے تجاوز کر جائے اور ان چیزوں کو وہ ذریعۂ امتحان سمجھنے کی بجائے مقصد حیات سمجھنے لگے تو یہ چیزیں انسان کو بُرے انجام کی طرف لے جاتی ہیں۔ آیت کا منشاء اسی بے اعتدالی سے انسان کو بچانا ہے۔ جس سیاق میں یہ بات ارشاد ہوئی ہے اس سے یہ اشارہ بھی نکلتا ہے کہ دعوتِ قرآنی کو قبول کرنے میں لوگوں کیلئے جو چیز مانع ہو رہی ہے وہ ان کا مادی اسباب پر ریجھ جانا ہے کیونکہ قرآن کی دعوت اس بات کو یکسر غلط ٹھہراتی ہے کہ آدمی مادی اسباب پر فریفتہ ہو اور غیر ذمہ دارانہ اور عیش کوشانہ زندگی گذارے۔ اس کے نزدیک دنیوی مال و اسباب چند روزہ زندگی کا سامان ہے جو آزمائش کیلئے انسان کو عطا ہوا ہے اسی لئے اس میں کشش رکھی گئی ہے۔ رہا مستقبل اور ابدی انعام تو وہ آخرت میں ملے گا بشرطیکہ انسان نے اپنے کو اس کا مستحق بنایا ہو۔

۲۰۔ تقویٰ ایک جامع اصطلاح ہے اور یہاں اس کا یہ پہلو بالکل نمایاں ہو رہا ہے کہ مرغوباتِ نفس کے سلسلہ میں صحیح اور مبنی بر اعتدال رویہ اختیار کرنا اور آخرت کی نعمتوں کو نصب العین بنانا عین تقویٰ ہے۔

۲۱۔ اللہ کی خوشنودی تمام نعمتوں سے فائق تر ہے۔ اللہ جب اپنے بندے سے خوش ہوا تو وہ کون سی سعادت ہے جو اُسے ملنا باقی رہ گئی؟

جنت میں انسان کو صرف ظاہری نعمتیں ہی نہیں ملیں گی بلکہ وہ خوشنودیٔ رب کی روحانی دولت سے بھی مالا مال ہوگا۔

۲۲۔ یعنی اللہ اپنے بندوں کے حال پر نظر رکھے ہوئے ہے لہٰذا جو صحیح طرزِ عمل اختیار کرے گا۔ اس کے لئے فکر کی کوئی بات نہیں ہے وہ اللہ کی خوشنودی سے ضرور نوازا جائے گا۔

۲۳۔ سحر کا وقت مناجاتِ الٰہی کے لئے نہایت سازگار اور قبولیت استغفار کے لئے سب سے زیادہ موزوں ہے۔ اس وقت جب کہ دنیا سو رہی ہوتی ہے اور نفس آرام کا طالب ہوتا ہے اُٹھ کر اللہ کے حضور استغفار کرنا ایک مجاہدانہ عمل ہے جو ریا کی آفتوں سے محفوظ ہوتا ہے۔

۲۴۔ یہ صفات انسان کی عظمت اور بلندی کی ضامن ہیں جن لوگوں کے کردار کی یہ خصوصیات ہوتی ہیں وہ دنیا کے مال و متاع اور اس کی آرائش و زیبائش پر ریجھتے نہیں بلکہ آخرت کی کامیابی کو اپنا نصب العین بناتے ہیں۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ
قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۱۸﴾

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا
بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ
الْحِسَابِ ﴿۱۹﴾
فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ
وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ
اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ
وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ
بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّيَقْتُلُوْنَ الَّذِيْنَ يَاْمُرُوْنَ بِالْقِسْطِ مِنَ
النَّاسِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۲۱﴾
اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۲۲﴾
اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ
يُدْعَوْنَ اِلٰى كِتٰبِ اللّٰهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ
مِّنْهُمْ وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾
ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَّغَرَّهُمْ
فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾
فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۫ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ
مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾
قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ
مِمَّنْ تَشَآءُ ۫ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ؕ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ؕ
اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۶﴾

۱۸ اللہ نے اس بات کی شہادت دی کہ اس کے سوا کوئی الٰہ (خدا) نہیں، اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ عدل وانصاف کے ساتھ تدبیر وانتظام کرنے والی، اس ہستی کے سوا کوئی الٰہ نہیں وہ غالب اور حکیم ہے۔۲۵؎

۱۹ اللہ کے نزدیک اصل دین صرف اسلام ہے ۲۶؎ ۔اور اہلِ کتاب نے جو اختلاف کیا وہ علم آجانے کے بعد محض باہمی عِناد کی وجہ سے کیا۔۲۷؎ اور جو کوئی اللہ کے احکام کا انکار کرے گا تو (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ بہت جلد حساب چُکانے والا ہے۔۲۸؎

۲۰ اس کے بعد بھی اگر یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے ہیں تو ان سے کہو میں نے اور میرے پیروؤں نے تو اپنے کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور اہل کتاب اور اُمّیوں سے پوچھو ۲۹؎ کہ کیا تم نے بھی اسلام قبول کیا؟ اگر انہوں نے بھی اسلام قبول کیا تو وہ راہِ راست پا گئے اور اگر منھ موڑا تو تم پر صرف پیغام پہنچا دینے کی ذمّہ داری ہے اللہ اپنے بندوں کے حال پر نظر رکھتا ہے۔

۲۱ جو لوگ اللہ کی ہدایت کا انکار کرتے ہیں اور اس کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے ہیں ۳۰؎، اور ان لوگوں کو قتل کرتے ہیں جو عدل وانصاف کی دعوت دیتے ہیں انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری دیدو۔

۲۲ یہی لوگ ہیں جن کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت گئے۔۳۱؎ اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

۲۳ تم نے ان لوگوں کے حال پر غور نہیں کیا جنہیں کتابِ الٰہی کا ایک حصّہ دیا گیا ۳۲؎ ان کو جب اللہ کی کتاب کی طرف دعوت دی جاتی ہے ۳۳؎ تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کر دے ۳۴؎ ،تو ان میں کا ایک گروہ منہ پھیرتا ہے اور انحراف کرنا تو ان لوگوں کا شیوہ ہی ہے۔۳۵؎

۲۴ یہ اس لئے کہ وہ لوگ کہتے ہیں دوزخ کی آگ ہمیں چھوئے گی نہیں اِلّا یہ کہ چند روز کیلئے سزا مل جائے۔اُن کی ان من گھڑت باتوں نے ان کے دین کے بارے میں ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے۔۳۶؎

۲۵ مگر اس دن ان کا کیا حال ہوگا جب کہ ہم سب کو جمع کریں گے اور جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں۔اس روز ہر شخص کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔کسی پر بھی ظلم نہ ہوگا۔

۲۶ کہو اے اللہ! اقتدار کے مالک ۳۷؎! تو جسے چاہے اقتدار عطا فرمائے اور جس سے چاہے چھین لے، جس کو چاہے عزت دے جس کو چاہے ذلّت دے۔بھلائی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔۳۸؎ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۵۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت اور اپنے قائم بالقسط ہونے پر اپنی، اپنے فرشتوں کی اور اہل علم کی شہادت پیش کی ہے۔

اللہ کی شہادت کا اظہار تو کائنات کی ایک ایک چیز سے ہو رہا ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی وحدانیت پر دلالت نہ کرتی ہو۔ اور جو توازن اس کائنات کے نظام کے اندر پایا جاتا ہے وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا خالق عدل و قسط کی صفت سے متصف ہے۔

توحید انسان کے وجدان کی پکار ہے یہ بھی اللہ کی شہادت ہی ہے جو انسان کے باطن کے اندر ودیعت ہوئی ہے۔ اللہ کی شہادت کا اظہار وحی کے ذریعہ بھی ہوا ہے۔ قرآن اس کا بیّن ثبوت ہے۔

فرشتوں کی شہادت امر واقعہ کا اظہار ہے۔ فرشتے اللہ کے احکام کو کائنات میں نافذ کرتے ہیں۔ اور پیغمبروں پر وحی لے کر آتے ہیں اس لئے اُن کی شہادت اظہار حقیقت ہے۔ مشرکین اُن کو خدائی میں شریک ٹھہراتے ہیں لیکن وہ خود ہر قسم کے شرک کی نفی کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے کی گواہی دیتے ہیں ان کا نزول جب کبھی انبیاء پر ہوا ہے وہ اللہ کی طرف سے توحید ہی کا پیغام دیتے رہے ہیں۔

اہل علم کی شہادت سے مراد ان لوگوں کی شہادت ہے جو خدا اور کائنات کے بارے میں علم حقیقی سے بہرہ مند ہیں۔ یہ علم انبیاء کے ذریعہ انسانوں کو ملا ہے اور اہل علم کا یہ حقیقت شناس گروہ ہر زمانہ میں یہ شہادت دیتا رہا ہے ؎

کہ ھے ذات واحد عبادت کے لائق

زبان اور دل کی شہادت کے لائق

اور یہ شہادت اس نے عظیم الشان قربانیاں دے کر قائم کی ہے۔ فحوائے کلام سے اہل علم کی عظمت کا پہلو بھی واضح ہو رہا ہے کیونکہ اہل علم کا ذکر فرشتوں کے ساتھ کیا گیا ہے۔

۲۶۔ متن میں لفظ ''اَلدِّین'' استعمال ہوا ہے جس سے مراد اصل اور حقیقی دین ہے یعنی وہ دین جو واقعی اللہ کا نازل کردہ ہے۔

۲۷۔ علم سے مراد علمِ حق ہے اور خاص طور سے دین کی بنیادی باتوں کا علم جس کے بعد کسی اختلاف کے لئے گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۲۸۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی ہدایت اور رہنمائی کے لئے جو دین نازل فرمایا وہ اسلام ہے۔ یہی دین اللہ کا دین ہے اور تمام انبیاء پر وہ اسی دین کو نازل فرماتا رہا ہے۔ اس نے کبھی کسی ملک اور کسی زمانہ میں کسی بھی نبی یا رسول پر اسلام کے سوا کوئی اور دین نازل نہیں فرمایا لیکن پیغمبروں کی امتوں نے اس اصل دین میں اختلاف کر کے الگ الگ مذہب ایجاد کر لئے۔ یہ یہودیت اور نصرانیت اسی قبیل سے ہیں۔ ان اُمّتوں نے یہ اختلاف اس بناء پر نہیں کیا تھا کہ انہیں دینِ حق کا علم نہیں تھا۔ بلکہ حق کے واضح ہو جانے کے باوجود انہوں نے محض نفسانیت، باہمی عناد اور مبتدعانہ ذہنیت کی بناء پر ایسا کیا۔ لیکن اللہ چونکہ عدل وقسط کو قائم کرنے والا ہے اس لئے اس نے اسلام کو از سر نو نازل فرمایا ہے تا کہ لوگوں پر راہ حق واضح ہو۔ اس کے بعد بھی اگر انہوں نے کفر کی روش اختیار کی اور اللہ کی ان صریح آیتوں کو نہیں مانا تو اللہ اُن کا حساب بہت جلد چکائے گا۔

۲۹۔ اُمّی کے لغوی معنیٰ ایسے شخص کے ہیں جو لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو۔ لیکن اصطلاحاً یہ لفظ بنی اسماعیل کے لئے بطور لقب استعمال ہوا ہے کیونکہ ان کے پاس نہ کتابِ الٰہی تھی اور نہ ان میں رسمی تعلیم کا رواج تھا بخلاف اس کے بنی اسرائیل حاملِ کتاب تھے اور ان میں رسمی تعلیم کا بھی رواج تھا۔

۳۰۔ قتلِ ناحق اور پھر وہ کسی نبی کا، جرم کی سنگینی کو واضح کرنے کے لئے کافی ہے۔ قتل انبیاء کا ذکر بائبل میں بھی ہے۔

''تو بھی وہ نافرمان ہو کر تجھ سے باغی ہوئے اور انہوں نے تیری شریعت کو پیٹھ پیچھے پھینکا اور تیرے نبیوں کو جو ان کے خلاف گواہی دیتے تھے تا کہ ان کو تیری طرف پھرا لائیں قتل کیا اور انہوں نے غصّہ دلانے کے بڑے بڑے کام کئے۔ (نحمیاہ ۹:۲۶)

''اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتا۔'' (متی ۲۳:۳۷)

۳۱۔ یعنی جو لوگ دینداری کے پردہ میں اللہ کی ہدایت کو ماننے سے انکار کریں، قتلِ انبیاءؑ جیسے جرم کے مرتکب ہوں اور ان نیک لوگوں کے درپئے آزار ہو جائیں جو اصلاح کی کوشش کریں اور حق و عدل کی دعوت لے کر اٹھیں ان کی یہ دینداری اللہ کی نظر میں کوئی وقعت نہیں رکھتی اور ان کی تمام کوششیں اور ان کے سارے مذہبی اعمال بالکل اکارت جانے والے ہیں۔ آخرت میں اکارت جانا تو واضح ہی ہے۔ رہا دنیا میں اکارت جانا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ قرآن اور اس کو لانے والے پیغمبرؐ کے مخالفین کا کیا حشر ہوا۔

۳۲۔ کتاب کے ایک حصّہ سے مراد تورات، انجیل وغیرہ آسمانی صحیفے ہیں۔

۳۳۔ اللہ کی کتاب سے مراد قرآن ہے۔ تورات وغیرہ آسمانی صحیفوں اور قرآن میں نسبت جزاور کل کی ہے۔

۳۴۔ فیصلہ ان اختلافات کا جو اہلِ کتاب نے اللہ کے دین کے سلسلہ میں پیدا کئے۔

۳۵۔ یعنی حق سے اعراض کرنا کوئی نئی بات نہیں بلکہ یہ ان کے قومی مزاج کی خصوصیت ہے جس کا ثبوت ان کی تاریخ سے ملتا ہے۔

۳۶۔ یہ یہودیوں کے من گھڑت باتوں کی طرف اشارہ ہے کہ وہ کتابِ الٰہی کو حاکمانہ حیثیت دینے کے لئے اس وجہ سے تیار نہیں ہیں کہ وہ آخرت کی سزا کی طرف سے بےفکر ہو گئے ہیں اور مکافاتِ عمل کا صحیح تصوّر ان کے ذہن میں نہیں ہے۔ اگرچہ کہ پچھلی کتابوں میں بھی مکافاتِ عمل کا وہی تصوّر پیش کیا گیا تھا جو قرآن پیش کرتا ہے یعنی انسان کی جیسی کمائی ہوگی ویسا اسے بدلہ ملے گا لیکن دین میں حاشیہ آرائی کر کے انہوں نے اپنے کو اس بات پر مطمئن کر لیا چونکہ وہ ایک خاص مذہبی قومیت سے (Religious Community) تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے آخرت میں ان کا بیڑا پار ہے۔ اس اطمینان نے ان کو بُری طرح بےعملی میں مبتلا کر دیا ہے۔

اس آئینہ میں موجودہ دور کے مسلمان بھی اپنا چہرہ دیکھ سکتے ہیں۔ ان کی بھی ایک بڑی تعداد اس دھوکہ میں مبتلا ہے کہ نجات اُخروی کے لئے پیدائشی مسلمان ہونا کافی ہے۔ نجات کے اس غلط تصور نے انہیں حقیقی ایمان اور عملِ صالح سے بے نیاز کر دیا ہے۔ اور بدعات و بداعمالیوں میں ایسے غرق ہو گئے ہیں کہ ان امور میں قرآن کو فیصلہ کن حیثیت دینے کے لئے عملاً تیار نہیں ہیں۔

۳۷۔ یہ ہے اقتدار کی حیثیت جس کو یہاں دُعائیہ پیرایہ میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے اختیارات اور ہر قسم کے حکومتی اقتدار کا مالک تنہا اللہ ہے۔ اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ دنیا میں جس کو بھی حکومت ملتی ہے اسی کے عطا کرنے سے ملتی ہے اور جس کے اقتدار کا خاتمہ ہوتا ہے اسی کے چھین لینے سے ہوتا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے تحت اشخاص اور گروہوں کو اقتدار عطا کرتا اور اس سے محروم کرتا رہتا ہے لہٰذا جس کے پاس اقتدار کے خزانے ہیں اور جن کے ہاتھ میں عزت اور سرفرازی ہے اسی کو مقتدرِ اعلیٰ ماننا چاہئے۔ اور اسی سے لَو لگانا چاہئے۔

اللہ کے مالک الملک ہونے سے لازم آتا ہے کہ انسان ہر قسم کے دنیوی اقتدار کو خواہ وہ بادشاہت کی شکل میں ہو یا جمہوریت کی شکل یا کسی اور شکل میں اللہ کی بخشی ہوئی امانت سمجھے اور اس کو اس کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق استعمال کرے اقتدار کا یہ قرآنی تصوّر بادشاہ پرستی (King Worship) کی بھی نفی کرتا ہے اور بادشاہ کے خُدائی حق (Divine Right) کی بھی۔ نیز جمہوریت کے اس دعوے کی بھی کہ اس کی حاکمیّت مطلق ہے اور خدا سے اسے سروکار نہیں۔

۳۸۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بھلائی صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے اور دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے ہاتھ میں بھلائی ہی بھلائی ہے اور وہ خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے حساب بخششوں سے نوازتا ہے ۔اہل ایمان مؤمنوں کے مقابلہ میں کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں الّا یہ کہ تم کسی اندیشہ کے تحت ان سے بچنے کی کوئی صورت اختیار کرلو۔ مگر اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔ کہو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہی ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس دن ہر شخص اپنے اچھے اور بُرے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائے گا، اس وقت وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان مدّت مدید حائل ہوتی ۔ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کے حق میں نہایت شفیق ہے۔ کہو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔ (القرآن)

تُولِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُولِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾

۲۷ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں، ۳۹؎ زندہ کو مُردہ سے نکالتا ہے اور مُردہ کو زندہ سے۔ ۴۰؎ اور جس کو چاہتا ہے بے حساب بخششوں سے نوازتا ہے۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿٢٨﴾

۲۸ اہل ایمان مؤمنوں کے مقابلہ میں کافروں کو اپنا دوست نہ بنالیں ۴۱؎ جو ایسا کرے گا اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں الاّ یہ کہ تم کسی اندیشہ کے تحت ان سے بچنے کی کوئی صورت اختیار کرلو۔ ۴۲؎ مگر اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٩﴾

۲۹ کہو! جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہی ہے۔ اور وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا ۚ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْٓءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًا بَعِيْدًا ۗ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۗ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿٣٠﴾

۳۰ جس دن ہر شخص اپنے اچھے اور بُرے اعمال کو اپنے سامنے موجود پائے گا، اس وقت وہ یہ تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور اس دن کے درمیان مدّت مدید حائل ہوتی۔ اللہ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے۔ اور اللہ اپنے بندوں کے حق میں نہایت شفیق ہے۔ ۴۳؎

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣١﴾

۳۱ کہو اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو ۴۴؎ اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٣٢﴾

۳۲ کہو! اطاعت کرو اللہ اور رسول کی۔ اگر وہ نہیں مانتے تو جان لیں کہ اللہ کافروں سے محبت نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَاٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٣﴾

۳۳ اللہ نے ۴۵؎ آدمؑ، نوح، آلِ ابراہیم اور آل عمران کو تمام دنیا والوں پر ترجیح دے کر منتخب فرمایا تھا۔ ۴۶؎

ذُرِّيَّةًۢ بَعْضُهَا مِنْۢ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٣٤﴾

۳۴ یہ ایک دوسرے کی نسل سے تھے اور اللہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے ۴۷؎۔

اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿٣٥﴾

۳۵ اور (وہ واقعہ بھی قابلِ ذکر ہے) جبکہ عمران کی بیوی نے دُعا کی اے میرے رب! میں اس بچہ کو جو میرے پیٹ میں ہے تیرے لئے نذر کرتی ہوں کہ وہ تیری عبادت کے لئے وقف ہوگا۔ ۴۸؎ اُسے میری طرف سے قبول فرما، بے شک تو سننے اور جاننے والا ہے۔

۳۹۔ یعنی رات اور دن کا تسلسل اور ان کے اوقات میں کمی بیشی اللہ تعالیٰ ہی کی کارفرمائی ہے اور اس میں کسی کا ذرّہ برابر دخل نہیں۔ اس سے رات اور دن کے الگ الگ خدا ہونے۔۔۔(Night Deity or Day Deity) کے مشرکانہ عقیدہ کی نفی ہوتی ہے۔

۴۰۔ مثلاً انسان کو بے جان مادّہ (مٹی) سے پیدا کیا اور پھر یہی انسان مر کر مٹی (بے جان مادّہ) ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ بے جان مادّوں سے جاندار مخلوق پیدا کرتا ہے اور جاندار اجسام سے بے جان مادوں کو خارج کرتا ہے۔

۴۱۔ ایمان کا تعلق تمام تعلقات پر مقدم ہے لہٰذا اہل ایمان کا یہ کام نہیں کہ خدا کے دشمنوں کو اپنا دوست بنائیں بلکہ وہ اپنا دوست ان ہی لوگوں کو بنا سکتے ہیں جو اللہ کو اپنا دوست رکھتے ہوں۔ واضح رہے کہ اس ہدایت کا منشاء عام انسانی تعلقات کی نفی کرنا نہیں ہے اور نہ قرآن غیر حربی کافروں کے انسانی حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ عدل و قسط کا معاملہ کرنے سے روکتا ہے۔ یہ باتیں قرآن میں دوسرے مقامات پر واضح کر دی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر درج ذیل آیات ملاحظہ ہوں:۔

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْناً	''لوگوں سے بھلی بات کہو'' (بقرہ۔ ۸۳)
وَلَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓی اَلَّا تَعْدِلُوْا	کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ اس کے ساتھ انصاف نہ کرو۔
اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی (مائدہ۔ ۸)	انصاف کرو کہ یہ تقویٰ سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔''
وَصَاحِبْھُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا (لقمان۔ ۱۵)	''(والدین اگر مشرک بھی ہوں تو) دنیا میں ان کے ساتھ نیک سلوک کر۔''
وَالْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ وَابْنِ السَّبِیْلِ (نساء۔ ۳۶)	''اور رشتہ دار ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ، ہم نشین دوست اور مسافر کے ساتھ نیک سلوک کر۔''
لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَلَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ۔ (الممتحنہ۔ ۸)	''اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ نیک سلوک کرنے اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین کے معاملہ میں تم سے جنگ نہیں کی۔ اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا''

۴۲۔ یعنی اگر کہیں اہل ایمان کافروں کے نرغہ میں پھنس جائیں اور وہ اپنے تحفظ کی کوئی صورت اختیار کریں جس سے بظاہر کفار کے ساتھ دوستی کا اظہار ہوتا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں لیکن تاکید کی گئی ہے کہ اس حال میں بھی اللہ سے ڈرنا چاہئے اور اپنی ذات کو بچانے کی خاطر کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جو دین و ملّت کو نقصان پہنچانے والا ہو یا ظلم و زیادتی پر مبنی ہو۔ مثلاً رازکی باتوں سے دشمن کو آگاہ کرنا، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازش کرنا، ناحق قتل و قتال کرنا وغیرہ۔

۴۳۔ شفقت میں ضرر سے بچانے کا پہلو غالب ہے۔ اللہ شفیق ہے اس لئے اس نے اپنے بندوں کو آگ کے عذاب کی طرف لے جانے والی باتوں سے آگاہ کر دیا ہے۔ تاکہ وہ اس بدترین عذاب سے بچیں۔

۴۴۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ کی محبت کا زبانی دعویٰ نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ اس کی محبّت کا ثبوت اپنے عمل سے دینا چاہئے۔ جس کی صورت یہ ہے کہ اس کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اختیار کی جائے۔ اس آیت کے ذریعہ تمام اہلِ مذاہب اور تمام انسانوں کو آخری نبی کی پیروی اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے اور صاف صاف اعلان کر دیا گیا ہے کہ اس کے بغیر اللہ سے محبت کا تعلق قائم نہیں ہو سکتا۔

اس آیت میں ان مسلمانوں کے لئے بھی سبق ہے جو اللہ کی محبت کا دم بھرتے ہیں اور عملاً رسولؐ کی پیروی سے گریز کرتے ہیں۔

۴۵۔ یہاں سے جو مضمون شروع ہوتا ہے وہ آیت ۶۳ تک چلتا ہے۔ اس کا مرکزی نقطہ حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کو اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ پیش کرنا اور یہ واضح کرنا ہے کہ نصاریٰ نے ان کے بارے میں الوہیت کا جو عقیدہ اختیار کر رکھا ہے وہ سراسر غلط اور یکسر باطل ہے۔

اس سلسلہ میں تمہید کے طور پر حضرت آدمؑ، حضرت نوحؑ، آل ابراہیم اور آل عمران کا ذکر ہوا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے برگزیدہ فرمایا تھا۔ یہ سب انسان تھے ان میں سے کوئی بھی نہ خدا تھا اور نہ اس کا بیٹا۔ حضرت عیسیٰؑ بھی ان برگزیدہ بندوں کی طرح اللہ کے برگزیدہ بندے تھے پھر ان کو خدائی کا درجہ دینے کے کیا معنیٰ؟

۴۶۔ عمران بن ماتان حضرت مریم کے والد کا نام تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا ہیں۔ یہ حضرت داؤد کی نسل سے تھے۔ اس سے یہاں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام نہایت معروف اور شریف خاندان کے افراد ہیں۔ یہ دونوں انسان ہی تھے جنھیں اللہ تعالیٰ نے برگزیدگی سے نوازا تھا لہٰذا جس طرح ان کی پاکیزگی پر شبہ کرنا صحیح نہیں ہے اسی طرح ان کو خدائی کا درجہ دینا بھی صحیح نہیں۔

۴۷۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر تم کوئی ناروا بات ان برگزیدہ شخصیتوں کی طرف منسوب کرتے ہو تو اچھی طرح سمجھ لو کہ اللہ ان باتوں کو سن رہا ہے اور تمہاری کذب بیانی کو بھی جانتا ہے۔

۴۸۔ عمران کی بیوی (حنّہ) جب حاملہ ہوئیں تو عمران کا انتقال ہو گیا۔ حنّہ نے یہ منّت مانی کہ جو بچہ پیدا ہوگا وہ اللہ تعالیٰ کے لئے نذر ہوگا۔ یعنی اس کی عبادت کے لئے وقف ہوگا اور اس کی صورت بنی اسرائیل کے یہاں یہ تھی کہ وہ ہیکل سے متصل (حجرہ) محراب میں معتکف ہو جائے۔

پھر جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو کہنے لگی میرے رب! میرے یہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔اور جو کچھ اس نے جَنا تھا وہ اللہ کو اچھی طرح معلوم تھا۔اور لڑکا لڑکی کی طرح تو نہیں ہوتا،اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اوراس کی اولاد کو شیطان رجیم (مردود) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔تو اس کے رب نے اسے حسن قبولیت سے نوازا،عمدہ طریقہ پر اس کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا۔جب کبھی زکریا اس کے پاس محراب (حجرۂ عبادت) میں جاتا،تو اُس کے پاس رزق پاتا۔پوچھا اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟اس نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا فرماتا ہے۔(القرآن)

فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ إِنِّي وَضَعْتُهَا أُنْثَىٰ وَاللَّهُ أَعْلَمُ
بِمَا وَضَعَتْ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْأُنْثَىٰ ۖ وَإِنِّي سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ
وَإِنِّي أُعِيذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ﴿۳۶﴾

۳۶ پھر جب اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو کہنے لگی میرے رب! میرے یہاں تو لڑکی پیدا ہوگئی ہے۔ اور جو کچھ اس نے جَنا تھا وہ اللہ کو اچھی طرح معلوم تھا ۴۹؎۔ اور لڑکا لڑکی کی طرح تو نہیں ہوتا ۵۰؎، اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم (مردود) سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَأَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا وَكَفَّلَهَا
زَكَرِيَّا ۖ كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا
رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ
إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَنْ يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿۳۷﴾

۳۷ تو اس کے رب نے اسے حسن قبولیت سے نوازا، عمدہ طریقہ پر اس کو پروان چڑھایا اور زکریا کو اس کا کفیل بنایا ۵۱؎۔ جب کبھی زکریا اس کے پاس محراب (حجرۂ عبادت) میں جاتا، ۵۲؎ تو اُس کے پاس رزق پاتا۔ پوچھا اے مریم! یہ تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے؟ اس نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے ہے۔ ۵۳؎ اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب عطا فرماتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ ۖ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ ذُرِّيَّةً
طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿۳۸﴾

۳۸ اس موقع پر زکریا نے اپنے رب کو پکارا۔ ۵۴؎ عرض کیا اے میرے پروردگار! مجھے خاص اپنے پاس سے اچھی اولاد عطا فرما، بے شک تو دعا سُننے والا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ
أَنَّ اللَّهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيَىٰ مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِنَ اللَّهِ وَسَيِّدًا
وَحَصُورًا وَنَبِيًّا مِنَ الصَّالِحِينَ ﴿۳۹﴾

۳۹ فرشتوں نے اسے پکارا جب کہ وہ محراب میں کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ اللہ تجھے یحییٰ کی خوشخبری دیتا ہے ۵۵؎ جو اللہ کے ایک کلمہ کی ۵۶؎ تصدیق کرنے والا ہوگا، ۵۷؎ سردار ہوگا ۵۸؎ ضبطِ نفس سے غایت درجہ کام لینے والا ہوگا۔ اور نبی ہوگا صالحین کے زمرہ میں سے۔

قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ لِي غُلَامٌ وَقَدْ بَلَغَنِيَ الْكِبَرُ وَامْرَأَتِي
عَاقِرٌ ۖ قَالَ كَذَٰلِكَ اللَّهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ ﴿۴۰﴾

۴۰ اس نے کہا اے میرے رب میرے ہاں لڑکا کس طرح ہوگا جب کہ میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور میری بیوی بانجھ ہے؟ ۵۹؎ فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے ۶۰؎۔

قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِي آيَةً ۖ قَالَ آيَتُكَ أَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ
ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ إِلَّا رَمْزًا ۗ وَاذْكُرْ رَبَّكَ كَثِيرًا وَسَبِّحْ
بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿۴۱﴾

۴۱ عرض کیا میرے رب میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما۔ فرمایا تمھارے لئے نشانی یہ ہے کہ تم تین دن تک لوگوں سے اشارہ کے سوا بات نہ کر سکو گے اور اپنے رب کو بہ کثرت یاد کرو، اور صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔ ۶۱؎

وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ
وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ ﴿۴۲﴾

۴۲ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ نے تجھے برگزیدہ کیا، تجھے پاکیزگی عطا کی اور تجھے دنیا کی عورتوں کے مقابلہ میں منتخب فرمایا۔ ۶۲؎

يَا مَرْيَمُ اقْنُتِي لِرَبِّكِ وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ﴿۴۳﴾

۴۳ اے مریم! اپنے رب کی مخلصانہ اطاعت کر (اس کے لئے) سجدہ کیا کر، اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرتی رہ۔ ۶۳؎

۴۹۔ یہ جملہ معترضہ ہے۔حضرت مریم کی والدہ کے بیان کو قطع کرتے ہوئے یہ بات اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمائی جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ لڑکی کس شان کی پیدا ہوئی ہے۔اور عمران کے گھر کیسی بڑی ہستی نے جنم لیا ہے۔

۵۰۔ حضرت حنّہ کولڑکے کے پیدائش کی توقع تھی لیکن جب لڑکی پیدا ہوئی تو انھیں تردّد ہوا کہ جس مقصد کے لئے انہوں نے نذر مانی ہے اس کے لئے لڑکی کس طرح موزوں ہوسکے گی؟ البتہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمالے تو اس کا بڑا احسان ہوگا۔

حضرت حنّہ نے ''اورلڑکا لڑکی کی طرح تو نہیں ہوتا'' کہا یہ نہیں کہا کہ ''اورلڑکی لڑکے کی طرح نہیں ہوتی'' جبکہ پیدا لڑکی ہوئی تھی۔اس لئے اس اسلوب میں ناشکری کا پہلو نکل سکتا تھا جو آداب دعا کے خلاف ہے۔لہٰذا انہوں نے اللہ کی عطا کردہ نعمت کی پوری قدر کرتے ہوئے صرف اپنے تردد کا اظہار کیا۔

۵۱۔ حضرت مریم یتیم تھیں اور انھیں معبد میں معتکف بھی ہونا تھا اس لئے ان کی کفالت کا مسئلہ پیدا ہوگیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو جو پیغمبر ہیں اور حضرت مریمؑ کے خالو ہوتے ہیں ان کا کفیل بنایا۔

۵۲۔ محراب سے مراد وہ حجرہ ہے جس میں حضرت مریمؑ معتکف تھیں۔بیت المقدس میں اس طرح کے حجرے عبادت گذاروں کے لئے بنے ہوئے تھے۔

۵۳۔ حضرت مریمؑ اللہ تعالیٰ کی برگزیدہ (منتخب خاص) بندی تھیں۔ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق کا غیر معمولی انتظام کیا تھا اور رزق کا غیر معمولی انتظام کرنا اللہ کی قدرت سے ہرگز بعید نہیں۔

۵۴۔ حضرت زکریاؑ حضرت مریمؑ کے کفیل تھے اس لئے ان کی دیکھ بھال کیلئے ان کے پاس جایا کرتے تھے وہ حضرت مریم علیہا السّلام کی کم سنی میں عبادت گذاری اور صالحیت سے بہت متاثر تھے اور اللہ تعالیٰ انہیں غیر معمولی طریقہ سے جو رزق عطا کررہا تھا اسے دیکھ کران کے دل میں صالح اولاد کی تمنا پیدا ہوگئی۔

۵۵۔ بائبل میں یحیٰ کا نام یوحنا آیا ہے۔ان کی ولادت حضرت عیسیٰ سے چھ ماہ قبل ہوئی تھی۔

۵۶۔ کَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ (اللہ کا ایک کلمہ) (A Word from Allah) سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ان کی ولادت چونکہ بغیر باپ کے اللہ تعالیٰ کے کلمہ کُنْ (ہوجا) سے ہوئی تھی اس لئے اُن کو ''اللہ کا کلمہ'' کے لقب سے نوازا گیا۔ایک کلمہ سے یہ بات بھی واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار کلمات میں سے حضرت عیسیٰ بھی ایک کلمہ ہیں۔اور جس طرح بے شمار مخلوقات اللہ کے کلمہ کُن سے وجود میں آئی ہیں اسی طرح حضرت عیسیٰ کا بھی ظہور ہوا اس سے عیسائیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں الوہیت کے عقیدہ کی تردید ہوتی ہے۔

۵۷۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا حضرت عیسیٰؑ کے تصدیق کرنے کا ذکر انجیل میں بھی موجود ہے۔

''یوحنا نے اس کی بابت گواہی دی اور پکار کر کہا کہ یہ وہی ہے جس کا میں نے ذکر کیا کہ جو میرے بعد آتا ہے وہ مجھ سے مقدم ٹھہرا۔ (یوحنا باب ا: ۱۵)

۵۸۔ یعنی حضرت یحییٰ علیہ السلام میں سرداری اور قیادت کی شان ہوگی وہ راہب نہیں ہوں گے بلکہ رہنما اور قائد ہوں گے۔

۵۹۔ یہ سوال انکار کی نوعیت کا نہیں تھا بلکہ یہ استفہام تھا کہ اس کی شکل کیا ہوگی۔

۶۰۔ یعنی تمہارے بوڑھے اور تمھاری بیوی کے بانجھ ہونے کے باوجود بچہ پیدا ہوگا کیونکہ اصل چیز اللہ کی مشیت ہے۔وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرلے تو ظاہری اسباب ہرگز مانع نہیں ہوسکتے کیونکہ عالم اسباب پر اسی کی حکمرانی ہے۔

حضرت یحییٰؑ کی ولادت کا یہ واقعہ یہاں حضرت عیسیٰؑ کی ولادت کے واقعہ کی تمہید کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔جس سے واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش بغیر باپ کے ہوئی تھی تو حضرت یحییٰؑ کی پیدائش بھی باپ کے بوڑھے اور ماں کے بانجھ ہونے کے باوجود ہوئی۔اگر اس غیر معمولی واقعہ نے حضرت یحییٰؑ کو خدائی کا درجہ نہیں دیا تو حضرت عیسیٰؑ کی غیر معمولی ولادت کی بناء پر انہیں کیوں خدائی کا درجہ دیا جائے۔حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کے

بقیہ صفحہ ۱۵۴ پر

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْهِ اِلَیْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَیْهِمْ
اِذْ یُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَیُّهُمْ یَكْفُلُ مَرْیَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ
لَدَیْهِمْ اِذْ یَخْتَصِمُوْنَ ﴿۴۴﴾
اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖۗ اسْمُهُ
الْمَسِیْحُ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا
وَ الْاٰخِرَةِ وَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ﴿۴۵﴾
وَ یُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۴۶﴾
قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى یَكُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّ لَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ قَالَ
كَذٰلِكِ اللّٰهُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ
لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ ﴿۴۷﴾
وَ یُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ ﴿۴۸﴾ۚ
وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙۚ
اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ
فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ
وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ
وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۴۹﴾ۚ
وَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ لِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ
الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ وَ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۫ فَاتَّقُوا
اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوْنِ ﴿۵۰﴾
اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ﴿۵۱﴾
فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ
قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَ اشْهَدْ
بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۵۲﴾

۴۴ یہ غیب کی خبریں ہیں جن کی وحی ہم تم پر کررہے ہیں۔ ٦۴؎ ورنہ تم ان کے پاس اس وقت موجود نہیں تھے جب کہ وہ یہ بات طے کرنے کیلئے کہ مریم کا کفیل کون ہو، اپنے اپنے قلم پھینک کر قرعہ اندازی کررہے تھے ٦۵؎ اور نہ تم اس وقت ان کے پاس موجود تھے جب وہ باہم جھگڑ رہے تھے۔

۴۵ اور جب فرشتوں نے کہا اے مریم! اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے جس کا نام مسیح عیسیٰؑ بن مریمؑ ہوگا ٦٦؎۔ وہ دنیا و آخرت دونوں میں ذی وجاہت ہوگا ٦٧؎ اور اللہ کے مقربین میں سے ہوگا۔

۴٦ وہ لوگوں سے گہوارے میں بھی بات کرے گا ٦٨؎ اور بڑی عمر میں بھی ٦٩؎ اور صالحین میں سے ہوگا۔ ٧٠؎

۴٧ بولیں ! اے میرے پروردگار میرے کس طرح لڑکا ہوگا جب کہ کسی مرد نے مجھے ہاتھ تک نہیں لگایا؟ فرمایا! اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ جب کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو فرماتا ہے ہو جا، اور وہ ہو جاتا ہے۔

۴٨ اور اللہ اس کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے گا ٧١؎ اور اُسے تورات وانجیل سکھائے گا۔

۴٩ اور اس کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا ٧٢؎ اور جب وہ ان کے پاس آیا تو اس نے کہا کہ میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندہ کی سی صورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے واقعی پرندہ بن جاتی ہے۔ میں اللہ کے حکم سے پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دیتا ہوں اور مُردوں کو زندہ کرتا ہوں اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔ اس میں یقیناً تمہارے لئے نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ٧٣؎

۵٠ اور تورات کا جو حصّہ میرے سامنے موجود ہے اس کی میں تصدیق کرنے والا بن کر آیا ہوں ٧۴؎ اور اس لئے آیا ہوں کہ بعض ان چیزوں کو تمہارے لئے حلال کردوں جو تم پر حرام کردی گئی ہیں ٧۵؎۔ اور میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانی لے کر آیا ہوں۔ لہٰذا اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔

۵١ بیشک اللہ میرا رب بھی ہے اور تمہارا رب بھی لہٰذا اُسی کی عبادت کرو، یہی سیدھا راستہ ہے۔ ٧٦؎

۵٢ پھر جب عیسیٰ نے اُن کی طرف سے کفر محسوس کیا تو کہا کون ہے اللہ کی راہ میں میرا مددگار؟ حواریوں نے جواب دیا ٧٧؎ ہم ہیں اللہ کے مددگار ٧٨؎۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہئے کہ ہم مسلم ہیں۔ ٧٩؎

۶۴۔ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔اوپر جو واقعات بیان کئے گئے ان کے بارے میں فرمایا یہ غیب کی خبریں ہیں۔اس لئے کہ جس وقت یہ واقعات پیش آئے ہیں۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر موجود نہیں تھے۔اور نہ یہ واقعات اس تفصیل کے ساتھ تورات و انجیل ہی میں موجود ہیں۔ایسی صورت میں ان واقعات کو اس صحت و صداقت کے ساتھ پیش کرنا اس بات کی صریح دلیل ہے کہ تم خدا کے پیغمبر ہو۔

۶۵۔ حقوق مساوی ہونے کی صورت میں نزاع کے تصفیہ کے لئے قرعہ اندازی کا طریقہ اختیار کرنا جائز ہے۔اس وقت قرعہ اندازی کا طریقہ یہ تھا کہ اپنے اپنے قلم دریا میں پھینک دیئے جاتے اور جس کا قلم دریا کے بہاؤ کے خلاف واپس آجاتا اس کے نام قرعہ نکل آتا۔

۶۶۔ مسیح حضرت عیسیٰ کا لقب ہے۔اور عیسیٰ بن مریم کے نام کی صراحت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔اس لیے اُن کو اُن کی والدہ حضرت مریم کی طرف منسوب کیا گیا ورنہ معروف قاعدہ یہی ہے کہ اولاد کو باپ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔قرآن میں جن انبیاء علیہم السلام کا بھی ذکر ہوا ہے ان کے نام کے ساتھ ان کی ولدیت بیان نہیں کی گئی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام کے ساتھ بالعموم ابن مریم کی تصریح کردی گئی ہے اس سے جہاں حضرت عیسیٰؑ کے بغیر باپ کے ہونے کا اثبات ہوتا ہے وہاں اس سے ان کے خدا کا بیٹا ہونے کی نفی ہوتی ہے۔نام کی ترکیب واضح کرتی ہے کہ وہ حضرت مریم کے بیٹے تھے نہ کہ خدا کے۔

۶۷۔ یعنی اگر چہ کہ حضرت مسیح بغیر باپ کے پیدا ہوں گے لیکن ان کی عزت پر کوئی حرف نہیں آسکے گا وہ دنیا اور آخرت دونوں میں ذی وجاہت اور معزز ہوں گے۔

۶۸۔ حضرت عیسیٰؑ کا گہوارہ میں بات کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم نشانی کا ظہور تھا تا کہ حضرت مریمؑ کی پاکدامنی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معزز ہونے اور غیر معمولی اوصاف کا حامل ہونے کا اظہار ہو۔

۶۹۔ ادھیڑ عمر میں بات کرنے کا ذکر اس مناسبت سے کیا گیا ہے کہ حضرت مریم کے لئے خوشخبری ہو کہ بچہ بڑی عمر کو پہنچنے والا ہے۔

۷۰۔ یعنی وہ ان تمام کمالات کے باوجود خدا نہیں ہوگا بلکہ خدا کے نیک بندوں میں سے ہوگا۔

۷۱۔ کتاب سے خاص طور پر شریعت اور حکمت سے روح دین مراد ہے۔شریعت تورات کی خصوصیت ہے اور حکمت انجیل کی۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پیرو تھے۔وہ کوئی نئی شریعت لے کر نہیں آئے تھے۔البتہ انہوں نے دین کی روح کو بڑے مؤثر انداز میں پیش کیا جب کہ بنی اسرائیل نے اسے محض رسوم کا مجموعہ بنا کر رکھا تھا۔

۷۲۔ بنی اسرائیل کے لئے رسول بنا کر بھیجنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کی دعوت غیر اسرائیلیوں کے لئے نہیں تھی کیونکہ پیغمبروں کی دعوت نسل و قوم اور وطن وغیرہ کی بنیاد پر انسان اور انسان کے درمیان تفریق نہیں کرتی۔البتہ اس وقت کے مخصوص حالات کے لحاظ سے ان کا میدان کار محدود تھا اور خاص طور سے بنی اسرائیل کے بڑھتے ہوئے بگاڑ کے پیش نظر ان پر حجت تمام کرنا مقصود تھا۔اس لئے ان کی دعوت کے اصل مخاطب بنی اسرائیل قرار پائے۔

۷۳۔ یہ معجزات تھے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو عطا کئے تھے تا کہ ان کے پیغمبر ہونے کی نشانی قرار پائیں۔معجزہ ایک غیر معمولی اور خارق عادت چیز ہوتی ہے۔جسے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کے ہاتھوں ظہور میں لاتا ہے تا کہ ایک غیر معمولی واقعہ کے ظہور سے لوگ چونک جائیں اور اسے پیغمبر کے مامور من اللہ ہونے کی علامت سمجھ لیں۔معجزہ پیغمبر اپنی طرف سے نہیں دکھاتا بلکہ خدا کے اذن اور اس کی قدرت سے دکھاتا ہے اور اس کو خدا ہی کی طرف منسوب کرتا ہے۔

۷۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نیا دین لے کر نہیں آئے تھے۔بلکہ اسلام ہی کو لے کر آئے تھے۔انہوں نے تورات کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کی تصدیق کی اور اس کو قائم کیا۔انجیل میں آپ کا بیان ہے کہ:

''یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔''(متی ۵:۱۷)

۷۵۔ مرادان چیزوں کوحلال قرار دینا ہے جن کو فقہائے یہود نے دین میں غلو اور شدت اختیار کر کے حرام قرار دے دیا تھا۔ اور جو بنی اسرائیل کے گلے کا طوق بن گئے تھے۔ تورات کی اصل شریعت پر یہود کے فقیہوں اور فریسیوں نے یہ جو حاشیہ آرائی کی تھی حضرت مسیح نے اس پر بے دریغ قینچی چلائی اور اس سلسلے میں جب ان پر علمائے یہود نے بے دینی کا الزام لگایا تو انہوں نے اس کی مطلق پرواہ نہیں کی بلکہ ان کی جھوٹی دینداری کو بے نقاب کیا۔

۷۶۔ موجودہ انجیلوں میں حضرت عیسیٰؑ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ خدا کو ''میرا باپ اور تمہارا باپ'' کہتے رہے ہیں لیکن قرآن اس کی تردید کرتا ہے اور کہتا ہے کہ انہوں نے اللہ کو ''میرا رب اور تمہارا رب'' کہا تھا اور صاف لفظوں میں صرف اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا۔ اور خدا تک پہنچنے کی سیدھی راہ بندگی رب ہی قرار دیا تھا۔ اس سے واضح ہے کہ موجودہ انجیلوں میں خدا کے لئے باپ اور مسیح علیہ السلام کے لئے بیٹے کے جو الفاظ ملتے ہیں وہ اصل انجیل کے الفاظ کا غلط ترجمہ اور صریح تحریف ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت کے عقیدے کو ثابت کرنے کے لئے کی گئی ہے۔ ان تحریفات کے باوجود موجودہ انجیلوں سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا اور سب کا خدا مانتے تھے مثلاً یوحنا کی انجیل میں ہے:-

''اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔'' (یوحنا ۲۰:۱۷)

''تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر۔'' (متی ۴:۱۰)

۷۷۔ حواریین سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخلص ساتھی اور مددگار ہیں۔ موجودہ انجیل میں ان کے لئے شاگرد کا لفظ استعمال ہوا ہے کیونکہ وہ شب و روز عیسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں رہتے تھے۔

۷۸۔ اللہ کی مدد سے مراد اللہ کے دین اور اس کے رسول کی تائید و حمایت ہے۔

۷۹۔ یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے اپنے آپ کو ''مسلم'' کہا ''نصرانی یا عیسائی'' نہیں کہا کیونکہ ان کا دین بھی اسلام ہی تھا نہ کہ نصرانیت۔

بقیہ صفحہ ۱۵۱ سے آگے

اظہار کے لئے عالمِ اسباب میں تصرف کرتا رہتا ہے اور غیر معمولی اور خارقِ عادت واقعات ظہور میں لاتا رہتا ہے۔ اس سے توحید کا تصوّر اُبھرتا ہے لیکن بھٹکے ہوئے لوگ اس کو بھی ذریعۂ شرک بنا لیتے ہیں۔

۶۱۔ یعنی تین شبانہ روز بات نہیں کر سکو گے۔ البتہ اللہ کا ذکر اور اس کی تسبیح کر سکو گے۔ زبان کا لوگوں سے بات کرنے کے لئے نہ کھلنا اور اللہ کے ذکر و تسبیح کے لئے کُھل جانا توحید کی واضح نشانی اور کسی غیر معمولی واقعہ کے ظہور میں آنے کی علامت تھی۔

اسے گونگے پن سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ گونگے پن میں زبان نہیں کھلتی جب کہ حضرت زکریا کی زبان تسبیح و تہلیل کے لئے کھل رہی تھی۔

۶۲۔ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم نشانی کے ظہور کے لئے منتخب فرمایا تھا اور اس انتخاب میں انہیں دنیا کی تمام عورتوں پر ترجیح دی تھی۔ یہ بہت بڑا شرف ہے جو حضرت مریم کو حاصل ہوا۔

۶۳۔ اشارہ ہے نماز باجماعت کی طرف۔ حضرت مریم چونکہ ہیکل میں معتکف تھیں اس لئے انھیں جماعت کی نمازوں کی سعادت حاصل کرنے کی بھی ہدایت دی گئی۔

اے ہمارے پروردگار جو ہدایت تو نے نازل کی ہے اس پر ہم ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی اختیار کی۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔اور انہوں نے (بنی اسرائیل نے مسیح کے خلاف) سازشیں کیں تو اللہ نے بھی اس کا توڑ کیا اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں قبض (تمہارا وقت پورا) کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان سے تمہیں پاک کرنے والا ہوں نیز تمہاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تمہارے منکرین پر غالب رکھنے والا ہوں ۔ پھر تم سب کو میری طرف پلٹنا ہے اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے بارے میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔جن لوگوں نے کفر کیا ان کو دنیا و آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔(القرآن)

رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿٥٣﴾

۵۳ اے ہمارے پروردگار جو ہدایت تونے نازل کی ہے اس پر ہم ایمان لائے اور ہم نے رسول کی پیروی اختیار کی۔ ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔۸۰؎

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿٥٤﴾

۵۴ اور انہوں نے (بنی اسرائیل نے مسیح کے خلاف) سازشیں کیں تو اللہ نے بھی اسکا توڑ کیا اور اللہ بہترین توڑ کرنے والا ہے۔۸۱؎

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٥٥﴾

۵۵ جب اللہ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں قبض (تمہارا وقت پورا) کرنے والا ہوں ۸۲؎ اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور جن لوگوں نے کفر کیا ہے ان سے تمہیں پاک کرنے والا ہوں ۸۳؎ نیز تمہاری پیروی کرنے والوں کو قیامت تک تمہارے منکرین پر غالب رکھنے والا ہوں ۸۴؎۔ پھر تم سب کو میری طرف پلٹنا ہے اس وقت میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن کے بارے میں تم اختلاف کرتے رہے ہو۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۡ وَمَا لَھُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٥٦﴾

۵۶ جن لوگوں نے کفر کیا ان کو دنیا و آخرت میں سخت سزا دوں گا اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَھُمْ ۭ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٥٧﴾

۵۷ اور جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے انہیں وہ ان کا اجر پورا پورا دے گا۔ اللہ ظالموں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿٥٨﴾

۵۸ یہ (ہماری) آیات اور حکمت بھرا ذکر ہے جو ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔۸۵؎

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٥٩﴾

۵۹ عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدمؑ کی سی ہے کہ اُسے مٹی سے بنایا اور فرمایا ہو جا اور وہ ہو گیا۔۸۶؎

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٦٠﴾

۶۰ یہی حق ہے تمہارے رب کی طرف سے لہٰذا تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔

فَمَنْ حَاۗجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاۗءَنَا وَاَبْنَاۗءَكُمْ وَنِسَاۗءَنَا وَنِسَاۗءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَي الْكٰذِبِيْنَ ﴿٦١﴾

۶۱ اس علم کے آجانے کے بعد جو کوئی اس معاملہ میں تم سے حجت کرے تو ان سے کہو کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم بھی اپنی عورتوں کو بلاؤ ہم خود بھی آئیں اور تم خود بھی آؤ پھر ہم ملکر دعا کریں کہ اللہ کی لعنت ہو جھوٹوں پر۔۸۷؎

اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَھُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿٦٢﴾

۶۲ بے شک یہ سچے واقعات ہیں۔ اور حقیقتاً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٣﴾

۶۳ پھر اگر یہ لوگ اعراض کریں تو اللہ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔۸۸؎

۸۰۔ گواہی اس بات کی کہ ہم نے حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر تسلیم کرلیا اور اسلام ہی کو دین کی حیثیت سے اختیار کرلیا۔

۸۱۔ اس زمانے میں ملک پر رُومیوں کی حکومت تھی۔ علمائے یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر الزام عائد کر کے کہ یہ شخص قیصر کو خراج دینے سے روکتا ہے اور اسرائیل کا بادشاہ بننا چاہتا ہے۔ حکومتِ وقت کو ان کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی اور آپ کو گرفتار کرانے کے اسباب کیئے۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے جو خفیہ تدبیریں کیں ان کا ذکر آگے کی آیت میں آرہا ہے۔

۸۲۔ متن میں لفظ "مُتَوَفِّیکَ" استعمال ہوا ہے جو "توفی" سے فاعل کا صیغہ ہے۔ توفی کے اصل معنیٰ پورا پورا لینے اور قبض کرنے کے ہیں۔ موت کے معنی میں یہ لفظ استعمال ہوتا ہے لیکن اس کے لازمی معنیٰ موت کے نہیں ہیں۔ چنانچہ قرآن میں اس لفظ کو جس طرح استعمال کیا گیا ہے اس سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً

وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ وَیَعْلَمُ مَاجَرَ حْتُمْ بِالنَّهَارِ۔ (الانعام۔ ۶۰)

"وہی ہے جو تم کو رات میں اپنے قبضے میں لے لیتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ تم دن میں کماتے ہو۔"

اس آیت میں نیند کی حالت پر تَوَفّی کا اطلاق کیا گیا ہے:

حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا ط (الانعام۔ ۶۱)

"یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو ہمارے فرشتے اسے قبض کر لیتے ہیں۔"

اس آیت میں فرشتوں کی طرف توفّی کی نسبت کی گئی ہے نہ کہ موت کی اس لئے کہ موت دینا اللہ کا کام ہے اور فرشتوں کا کام قبضے میں لے لینا ہے۔

فَاَمْسِکُوْهُنَّ فِی الْبُیُوْتِ حَتّٰی یَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ۔ (النساء۔ ۱۵) "انہیں گھروں میں روکے رکھو یہاں تک کہ موت ان کو آلے۔"

اس آیت میں تَوَفّی کا فاعل موت کو بنایا گیا ہے۔ ظاہر ہے فعل اور فاعل دونوں یکساں نہیں ہوسکتے اس لئے محل کلام دلیل ہے کہ یہاں توفّی کا لفظ موت کے معنی میں نہیں بلکہ جسم سمیت قبض کرنے کے معنی میں استعمال ہوا ہے اور آیت کے سیاق وسباق، متعلقہ آیات اور احادیث اور تمام قرائن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اُٹھالیا اور دشمنوں کی سازشوں سے انہیں محفوظ رکھا۔

۸۳۔ یعنی کافروں کے گندے ماحول سے نکال کر ملاءِ اعلیٰ کے رُوحانی ماحول میں داخل کروں گا۔

۸۴۔ اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ نصاریٰ من حیث القوم ہمیشہ یہود پر غالب رہے۔

۸۵۔ یعنی یہ کوئی قصہ گوئی نہیں ہے اور نہ نصاریٰ کی طرح رنگ آمیزی کی گئی ہے بلکہ یہ حقیقت واقعہ ہے جسے آیات کی شکل میں نازل کیا گیا ہے۔ یہ باتیں سرتاسر نصیحت اور حکمت سے لبریز ہیں۔

۸۶۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ حضرت آدمؑ کی پیدائش ماں اور باپ دونوں کے بغیر ہوئی تھی لیکن اس کے باوصف وہ خدا نہیں ہیں اور نہ ان کی الوہیت کا کوئی قائل ہے پھر حضرت عیسیٰؑ محض باپ کے بغیر پیدا ہوجانے کی بنا پر خدا کیونکر ہوسکتے ہیں؟

۸۷۔ یہ اتمام حجت کے بعد اللہ کی طرف سے نصاریٰ کو چیلنج تھا کہ اگر وہ اس وضاحت کے بعد بھی حضرت مسیح کے بارے میں اپنے موقف کو صحیح اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقف کو غلط سمجھتے ہیں تو مباہلہ (دعائے لعنت) کے چیلنج کو قبول کریں لیکن انھوں نے اس کی جرأت نہیں کی۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ نجران (یمن) کے نصاریٰ کا وفد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس موقع پر آپؐ نے انہیں مباہلہ کی دعوت دی لیکن وہ اسے قبول کرنے کی جرأت نہ کرسکے اور اس کے بغیر ہی صلح کر کے واپس لوٹ گئے جس سے واضح ہوگیا کہ ان کو اپنے موقف کے بارے میں وثوق نہیں تھا برعکس اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بال بچوں کو لیکر مباہلہ کیلئے نکل کھڑے ہوئے جس سے ثابت ہوا کہ آپ کو اپنے موقف کی صحت وصداقت پر پورا یقین تھا۔

۸۸۔ موقع کلام دلیل ہے کہ جو لوگ اللہ کو واحد الٰہ ماننے سے انکار کریں اور شرک پر جمے رہیں وہ مفسد ہیں، کیونکہ شرک نظام عدل وقسط کے لئے تباہی کا موجب ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ
اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا
بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا
اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ
وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۵﴾

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ
عِلْمٌ فَلِمَ تُحَاۗجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۶﴾
مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ
حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۶۷﴾
اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَھٰذَا
النَّبِىُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۶۸﴾
وَدَّتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ۭ
وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَھُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۶۹﴾
يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ
تَشْهَدُوْنَ ﴿۷۰﴾
يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ
وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۱﴾
وَقَالَتْ طَّاۗىِٕفَةٌ مِّنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَي الَّذِيْنَ
اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّھُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿۷۲﴾
وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْهُدٰى ھُدَى اللّٰهِ ۙ
اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَاۗجُّوْكُمْ عِنْدَ
رَبِّكُمْ ۭ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ
وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

۶۴ کہو اے اہل کتاب آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے ۸۹۔ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو اپنا رب بنائے ۹۰۔ اگر وہ اس سے روگردانی کریں تو کہدو گواہ رہو ہم تو مسلم ہیں۔

۶۵ اے اہل کتاب تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑتے ہو حالانکہ تورات اور انجیل ان کے بعد نازل کی گئیں۔کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے۔۹۱۔

۶۶ دیکھو جس چیز کا تمہیں علم تھا اس کے بارے میں تم بحث کر چکے اب تم ایسی باتوں کے بارے میں کیوں بحث کرتے ہو جس کا تمہیں علم نہیں۔اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے۔

۶۷ ابراہیم نہ یہودی تھے اور نہ نصرانی بلکہ راست رو مسلم تھے۔اور وہ ہرگز مشرکین میں سے نہ تھے۔

۶۸ ابراہیم سے نسبت کے سب سے زیادہ حقدار وہ لوگ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور اہل ایمان۔اور اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا رفیق ہے۔

۶۹ اہل کتاب کا ایک گروہ اس بات کا متمنی ہے کہ کاش وہ تمہیں گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائے۔حالانکہ یہ لوگ اپنے ہی کو گمراہ کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔

۷۰ اے اہل کتاب؟ اللہ کی آیات کا کیوں انکار کرتے ہو جب کہ تم خود اس پر گواہ ہو۔

۷۱ اے اہل کتاب کیوں حق کو باطل کے ساتھ گڈ مڈ کرتے ہو اور کیوں جانتے بوجھتے حق کو چھپاتے ہو؟

۷۲ اہل کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے کہ ایمان والوں پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو انکار کرو تاکہ وہ بھی پھر جائیں۔۹۲۔

۷۳ (نیز وہ کہتے ہیں) اپنے مذہب والوں کے سوا کسی کی بات نہ مانو۔کہو اصل ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہے ۹۳۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جو چیز تمہیں دی گئی ہے ویسی چیز کسی اور کو مل جائے یا وہ تمہارے خلاف تمہارے رب کے حضور حجت پیش کر سکیں ۹۴۔ان سے کہو فضل تو اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے ۹۵۔ اللہ بڑی وسعت والا جاننے والا ہے۔۹۶۔

۸۹۔ یعنی توحید اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان اصلاً مشترک ہے۔ لیکن اہل کتاب نے احکام الٰہی کی غلط تاویل کر کے شرک اور بدعات کو اپنے دین میں شامل کر لیا، جس کے نتیجہ میں ایک خدا کے ساتھ تین خداؤں کے تصور کے لئے بھی گنجائش پیدا ہوگئی لیکن ان کی تحریفات کے باوجود موجودہ تورات و انجیل میں بنیادی طور سے توحید کی تعلیم موجود ہے مثلاً تورات میں ہے۔

''میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا تو اپنے لئے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا۔ نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں یا نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے۔ تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا، اور نہ ان کی عبادت کرنا کیوں کہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں'' (استثناء ۵: ۷ تا ۹)

اور انجیل میں ہے: ''تو خداوند اپنے خدا کو سجدہ کر اور صرف اسی کی عبادت کر'' (لوقا ۴: ۸)

''یسوع نے جواب دیا کہ اول یہ ہے اے اسرائیل سن۔'' خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں۔ (مرقس ۱۲: ۲۹۔ ۳۰)

۹۰۔ اللہ کے سوا کسی کو رب بنانے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ وہ کسی شخص کو رب کے نام سے پکارے بلکہ بلا دلیل شرعی کسی کے ٹھہرائے ہوئے حلال کو حلال اور اسکے ٹھہرائے ہوئے حرام کو حرام قرار دینا بھی اس کو رب بنالینا ہے۔ کیونکہ تحلیل و تحریم کا اختیار، صرف اللہ کو ہے اور اسکے اس اختیار میں کسی کو شریک ٹھہرانا کھلا ہوا شرک ہے جس کو مٹانے اور انسانوں کو اس غلامی سے آزاد کرانے کیلئے اسلام آیا ہے۔ اہل مذاہب کی یہ گمراہی رہی ہے کہ وہ اپنے علماء وفقہاء احبار و رہبان، صوفیوں اور درویشوں اور پنڈتوں اور جوگیوں کو شریعت الٰہی میں مداخلت اور حلت اور حرمت کا حق دیتے رہے ہیں۔ اسلام اس طرز عمل کو شرک اور رب بنالینے کے مترادف قرار دیتا ہے۔ چنانچہ بعض اہل کتاب کے اس اعتراض پر کہ ہم اپنے احبار و رہبان کو رب تو نہیں مانتے۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ کیا جس چیز کو وہ حرام ٹھہراتے ہیں اس کو تم حرام اور جس چیز کو وہ حلال ٹھہراتے ہیں اس کو حلال نہیں ٹھہراتے؟ انہوں نے اقرار کیا کہ ایسا تو ہے۔ آپؐ نے فرمایا یہی ان کو رب بنالینا ہے (تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۴۸ بحوالہ ترمذی) اس سے واضح ہوا کہ تحریم و تحلیل کا حق کسی کیلئے تسلیم کرنا اس کو رب بنالینا ہے۔ خواہ آدمی معروف معنیٰ میں اس کی پرستش کرتا ہو یا نہ کرتا ہو۔

۹۱۔ حضرت ابراہیم بنی اسرائیل اور بنی اسمٰعیل دونوں کے جد امجد ہیں۔ یہود، نصاریٰ اور مشرکین مکہ سب ان کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے تھے۔ اور اپنے مذہب کو ان ہی کی طرف منسوب کرتے تھے۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اصل دینِ ابراہیمی ہمارا دین ہے اور قرآن جس دین کی دعوت دیتا ہے وہ ایک نیا دین ہے۔ ان کے اس دعوے اور الزام کی تردید کرتے ہوئے قرآن کہتا ہے کہ یہودیت و نصرانیت تو حضرت ابراہیم کے صدیوں بعد کی چیز ہے پھر حضرت ابراہیم یہودی یا نصرانی کس طرح ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے یہ سراسر جہالت کی بات ہے۔ اسی طرح اہل مکہ کا مشرکانہ مذہب بھی حضرت ابراہیم کے بعد کے دور کا اختراعی مذہب ہے حضرت ابراہیم ہرگز مشرک نہ تھے بلکہ وہ خالص توحید کے علمبردار اور مسلم تھے۔

۹۲۔ یہ یہود کے ایک گروہ کی سازش تھی کہ اسلام میں داخل ہوں اور پھر اس سے برگشتہ ہو کر اسکے خلاف پروپیگنڈہ کریں تاکہ لوگوں کا اسلام پر سے اعتماد اٹھ جائے۔

۹۳۔ یہ جملہ معترضہ ہے جو یہود کی بات کی تردید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ مذہب پرستی کی بات کہتے ہیں لیکن یہ ہدایت کی راہ نہیں ہے۔ ہدایت کی راہ یہ ہے کہ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی ہدایت واقعۃً موجود ہو آدمی اس کو قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت قرآن کی شکل میں حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوگئی ہے اس کو محض اس بنا پر قبول نہ کرنا کہ اس پر ہمارے اپنے مذہب کی چھاپ لگی ہوئی نہیں ہے یا ہمارے مذہبی فرقہ کے لوگوں نے اسے قبول نہیں کیا ہے انسان کو روشنی سے محروم کر دینا ہے اس کے بعد اس کے حصہ میں ''مذہب پرستی'' ہی آجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت نہیں آتی۔

۹۴۔ یہ یہود کا قول ہے۔ وہ آپس میں کہتے تھے کہ اس نبی کی بات نہ مانو ورنہ اس کی نبوت کو بھی تسلیم کرنا پڑیگا اور اس صورت میں بنی اسرائیل کی یہ امتیازی حیثیت کہ انبیاء اسی کے اندر آتے رہے ہیں ختم ہو جائیگی اور اگر نبوت کو تسلیم کئے بغیر نبی کی ان باتوں کی تائید کی جو آپؐ کی نبوت پر دلالت کرتی ہیں تو قیامت کے دن مسلمانوں کو تمہارے خلاف حجت پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔ (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۹۷۔)

۹۵۔ یعنی نبوت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہتا ہے نوازتا ہے۔

۹۶۔ یعنی اللہ نہ تنگ نظر ہے اور نہ اس کا علم محدود ہے کہ نبوت عطا کرنے کے سلسلے میں غلط فیصلہ کر بیٹھے۔

يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝٧٤

۷۴ وہ جسے چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

وَمِنْ اَھْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ
وَمِنْھُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ
اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَاۗىِٕمًا ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّھُمْ قَالُوْا لَيْسَ
عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٥

۷۵ اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اگر تم ان کے پاس مال کا ایک ڈھیر امانت رکھدو تو وہ تمہیں ادا کریں گے اور ان میں ایسے بھی ہیں کہ اگر تم ایک دینار بھی امانت رکھدو تو وہ تمہیں ادا کرنے والے نہیں جب تک کہ تم ان کے سر پر کھڑے نہ ہو جاؤ۔ یہ اس لئے کہ وہ کہتے ہیں۔امیوں کے ۹۷ معاملہ میں ہم پر کوئی گرفت نہیں ۹۸ یہ لوگ دانستہ جھوٹ گھڑ کر اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

بَلٰي مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧٦

۷۶ ہاں جو لوگ اپنے عہد کو پورا کریں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے تو اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَــمَنًا قَلِيْلًا
اُولٰۗىِٕكَ لَا خَلَاقَ لَھُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُھُمُ اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ
اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۠ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٧

۷۷ جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچتے ہیں ۹۹۔ ان کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ اللہ قیامت کے دن نہ ان سے بات کرے گا۔ نہ ان کی طرف دیکھے گا ۱۰۰ اور نہ انہیں پاک کرے گا ان کے لئے دردناک سزا ہے۔

وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ
مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ ھُوَ مِنْ عِنْدِ
اللّٰهِ وَمَا ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ
وَھُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٨

۷۸ اور ان میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو اپنی زبان کو اس طرح مروڑ کر کتاب پڑھتے ہیں کہ تم سمجھو یہ کتاب ہی کی عبارت ہے۔ حالانکہ وہ کتاب کی عبارت نہیں ہوتی ۱۰۱۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔ وہ جان بوجھ کر جھوٹ بات اللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ
ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ
كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ
تَدْرُسُوْنَ ۝٧٩

۷۹ کسی انسان کا یہ کام نہیں کہ اللہ اسے کتاب، حکم اور نبوت عطا فرمائے اور وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کے بجائے میرے پرستار بن جاؤ ۱۰۲ بلکہ وہ تو یہی کہے گا کہ ربّانی (اللہ والے) بنو جیسا کہ کتاب الٰہی کا تقاضا ہے جس کی تم دوسروں کو تعلیم دیتے ہو اور خود بھی پڑھتے ہو۔

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰۗىِٕكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ
اَرْبَابًا ۭ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝٨٠

۸۰ وہ تمہیں ہرگز یہ حکم نہیں دے گا کہ فرشتوں اور پیغمبروں کو اپنا رب بناؤ۔ کیا وہ تمہیں کفر کا حکم دے گا بعد اس کے کہ تم مسلم ہو؟

۹۷۔ امیوں سے مراد بنی اسمٰعیل ہیں۔

۹۸۔ یہود کا یہ قول ان کی ذہنیت کی غمازی کرتا ہے۔ انہوں نے خیانت اور سودخوری وغیرہ کی ممانعت کو اپنی قوم کے ساتھ خاص کر رکھا تھا رہیں دوسری قومیں تو ان کے نزدیک ان کے ساتھ بدمعاملگی بالکل جائز تھی ان کے مفتیوں نے یہ من گھڑت فتوے تورات میں شامل کر لئے تھے جس کے نتیجہ میں ان کے اندر ایسی قومی عصبیت پیدا ہوگئی تھی کہ وہ اخلاق و معاملات کے دائرہ میں بھی اپنے اور غیر کے درمیان تفریق کرنے لگے تھے اور ان من گھڑت فتوؤں کی بناء پر غیر اقوام کا مال ہڑپ کر جانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں کرتے تھے چنانچہ بائبل میں ہے۔

''تو پردیسی کو سود پر قرض دے تو دے پر اپنے بھائی کو سود پر قرض نہ دینا'' (استثناء ۲۳:۲۰)

قرآن اس ذہنیت پر سخت گرفت کرتا ہے اور بدمعاملگی کو کسی کے ساتھ بھی جائز قرار نہیں دیتا خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم مومن ہو یا کافر اپنی قوم کا فرد ہو یا غیر قوم کا مسلمانوں میں بھی ایسے لوگ ناپید نہیں جو غیر مسلموں کے سلسلے میں غلط فتووں کا سہارا لیکر سود جیسی چیز کو جائز قرار دیتے ہیں۔ لیکن قرآن کی یہ آیت اس قسم کے فتووں کو باطل قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

۹۹۔ اللہ کے عہد سے مراد اللہ کی بندگی اور اطاعت کا عہد ہے اور قسموں سے خصوصیت کے ساتھ وہ قسمیں مراد ہیں جو لوگوں سے عہد و پیمان کرتے وقت کھائی جائیں۔ اور تھوڑی قیمت پر بیچنے سے مراد آخرت کے لازوال فائدہ کے مقابلہ میں دنیا کے حقیر مفادات کو ترجیح دینا ہے۔

۱۰۰۔ یعنی ان کی طرف نظر عنایت نہیں کرے گا۔

۱۰۱۔ اشارہ یہود کی اس حرکت کی طرف کہ وہ کتمان حق کے لئے کتاب الٰہی کے بعض الفاظ کو اس طرح ادا کرتے ہیں کہ اس کا مطلب کچھ سے کچھ ہو جاتا ہے۔

اس کی مثال قرآن کو ماننے والوں میں بھی موجود ہے چنانچہ بعض اہل بدعت جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کے منکر ہیں آیت قل انما انا بشر مثلکم (کہو میں تمہاری ہی طرح بشر ہوں) کو قل ان ما انا بشر مثلکم (کہو بیشک میں نہیں ہوں تم جیسا بشر) پڑھتے ہیں یعنی انما کو الگ الگ ان ما پڑھتے ہیں جس سے مطلب بالکل الٹ جاتا ہے۔

۱۰۲۔ اس سے ان تمام مشرکانہ عقائد کی تردید ہوتی ہے جن کو اہل مذاہب نے اپنی مذہبی کتابوں میں داخل کر کے پیغمبروں کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کسی پیغمبر کی یہ تعلیم ہو ہی نہیں سکتی کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کی عبادت کا حکم دے یا فرشتوں اور پیغمبروں کو خدائی کا مقام دے ایسی اگر کوئی تعلیم کسی مذہبی کتاب میں ملتی ہے تو وہ ہرگز کسی پیغمبر کی تعلیم نہیں ہے بلکہ یہ من گھڑت باتیں ہیں جو خدا اور پیغمبروں کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ یہ معیار حق ہے جس پر پیغمبروں کی طرف منسوب تعلیمات کو پرکھنا چاہئے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ
وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ
لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ
عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا
وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

[۸۱] یاد کرو جب اللہ نے (تم سے) نبیوں کے متعلق عہد لیا تھا کہ میں نے تمہیں کتاب وحکمت سے نوازا ہے اس کے بعد کوئی رسول اس کتاب کی جو تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے تصدیق کرتا ہوا آئے گا تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور اس کی لازماً مدد کروگے ۱۰۳۔ پوچھا کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور میری طرف سے اس بھاری ذمہ داری کو قبول کرتے ہو؟ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تم گواہ رہو میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۸۲﴾

[۸۲] اسکے بعد جو لوگ (اس عہد سے) پھر جائیں وہی فاسق ہیں۔ ۱۰۴۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾

[۸۳] کیا یہ اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں ۱۰۵۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کی ساری مخلوق چاروناچار اسی کی فرمانبردار ہے۔ ۱۰۶۔ اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ ۱۰۷۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ
وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِىَ مُوْسٰى
وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫
وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

[۸۴] کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس چیز پر جو نازل کی گئی ہم پر اور جو ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اور اولادِ یعقوب پر نازل ہوئی تھی اس پر بھی ہم ایمان رکھتے ہیں نیز ہمارا ایمان اس چیز پر بھی ہے جو موسیٰ، عیسیٰ، اور دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی جانب سے دی گئی ہم ان کے درمیان تفریق نہیں کرتے اور ہم اسکے فرمانبردار (مسلم) ہیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ
وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

[۸۵] اور جو شخص اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرے گا تو وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور آخرت میں وہ نامراد ہوگا۔ ۱۰۸۔

كَيْفَ يَهْدِى اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا
اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى
الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾

[۸۶] اللہ ان لوگوں کو کس طرح ہدایت دے گا جنھوں نے ایمان کے بعد کفر کیا ۱۰۹۔ حالانکہ وہ اس بات کی گواہی دے چکے ہیں کہ رسول برحق ہے اور ان کے پاس واضح نشانیاں بھی آچکی ہیں۔ اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ ۱۱۰۔

اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَيْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ
وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۸۷﴾

[۸۷] ایسے لوگوں کا بدلہ یہ ہے کہ ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوگی۔

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ﴿۸۸﴾

[۸۸] وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے نہ ان کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کو مہلت ہی ملے گی۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۗ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۸۹﴾

[۸۹] البتہ جن لوگوں نے اس کے بعد توبہ کی اور اپنے طرزِ عمل کو درست کرلیا تو اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۰۳۔ سیاق کلام پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عہد بنی اسرائیل سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے بارے میں لیا گیا تھا۔
چنانچہ تورات وانجیل میں آپ کی رسالت کے سلسلہ میں واضح پیشین گوئیاں موجود تھیں۔ جنکی طرف قرآن نے جابجا اشارات کئے ہیں اور موجودہ بائبل میں بھی باوجود ترجمہ کی خامیوں اور کھلی تحریفات کے ان پیشین گوئیوں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔

۱۰۴۔ یعنی اس پختہ عہد کے بعد بھی جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق لیا گیا تھا جو لوگ اس سے انحراف کر جائیں ان کی یہ جسارت ان کے نافرمان ہونے کا کھلا ثبوت ہے اگرچہ کہ انھوں نے طاعت وزہد کا لبادہ اوڑھ رکھا ہو اور اگرچہ کہ دنیا کی نظر میں وہ ''مذہبی لوگ'' شمار کئے جاتے ہوں۔

۱۰۵۔ اس آیت میں اسلام کو اللہ کے دین سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں جو بہ کثرت مذاہب پائے جاتے ہیں نیز جو اس سے پہلے پائے جاتے تھے اگرچہ کہ وہ سب خدا ہی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں لیکن حقیقۃً اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے جو اللہ کا دین کہلانے کا بجا طور پر مستحق ہے۔

۱۰۶۔ یہ اسلام کے واحد دین حق ہونے کی دلیل ہے۔ جب انسان سمیت ساری مخلوق چارونا چار اللہ کے آگے سرافگندہ ہے یہاں تک کہ کافر بھی تکوینی طور پر اللہ کے قانون کے آگے جھکنے پر مجبور ہے، چنانچہ کٹر سے کٹر کافر بھی پاؤں ہی سے چلتا، آنکھوں ہی سے دیکھتا اور ناک ہی سے سانس لیتا ہے کہ یہ سب اللہ کے بنائے ہوئے قوانین ہیں جن سے انحراف کسی شخص کے لئے ممکن نہیں تو اپنی اختیاری زندگی میں اس کے لئے یہ کس طرح روا ہوا کہ وہ اپنے کو اللہ کے حوالے نہ کرے اور اس کی اطاعت سے آزاد ہو کر اپنے لئے کوئی سا ''مذہب'' یا زندگی گزارنے کا کوئی طریقہ اختیار کرے؟
اس آیت سے یہ حقیقت بھی واضح ہوتی ہے کہ اسلام کسی ایک نسل یا گروہ کا دین نہیں ہے بلکہ درحقیقت وہ پورے عالم اور ساری کائنات کا دین ہے اور جو شخص اسلام کو دین کی حیثیت سے اختیار کرتا ہے وہ دین کائنات کے ساتھ ہم آہنگی اختیار کرتا ہے اور جو اسلام کے سوا کسی اور دین کو اختیار کرتا ہے یا الحاد و بے دینی کا طریقہ اختیار کرتا ہے وہ اپنے کو دین کائنات سے ہرگز ہم آہنگ نہیں کرتا بلکہ بنیادی حقیقت ہی سے انحراف کرتا ہے۔

۱۰۷۔ جب سب کو لوٹنا اللہ کے حضور ہے تو جو لوگ ایسے مذہب کو اختیار کرتے ہیں جو اس کا منظور شدہ دین نہیں ہے یا خدا سے بے تعلقی ہی کو اپنا طریقہ زندگی بنا لیتے ہیں وہ اپنے اس سرکشانہ اور باغیانہ رویہ کی کیا توجیہ خدا کے حضور پیش کر سکیں گے؟

۱۰۸۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا صریح اعلان ہے کہ خدا کے ہاں صرف سرکاری سکہ چلے گا اور وہ ہے اسلام اسکے علاوہ جو سکے بھی ہونگے وہ سب رد اور باطل ٹھہریں گے خواہ وہ کسی مذہب کے نام کا سکہ ہو یا سرے سے اس پر کوئی مذہبی چھاپ لگی ہوئی ہی نہ ہو۔
بالفاظ دیگر خدا سے تعلق کا غیر منظور شدہ طریقہ اختیار کیا گیا ہو یا خدا سے بے تعلق ہو کر زندگی گذارنے کا طریقہ اختیار کیا گیا ہو ان میں سے کوئی طریقہ بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہ ہوگا بلکہ آخرت کی عدالت میں ایسے لوگوں پر جعلی سکہ چلانے کے جرم میں مقدمہ چلایا جائیگا اور انہیں اپنی جعلسازی کی سخت سزا بھگتنا پڑیگی۔

۱۰۹۔ اشارہ اہل کتاب کی طرف ہے جن کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی تھی لیکن اسکے باوجود انھوں نے کفر کا رویہ اختیار کیا۔

۱۱۰۔ یعنی جب تک آدمی ظالمانہ روش ترک کرنے کے لئے آمادہ نہ ہو جائے ہدایت کی راہ اس پر کھلتی نہیں ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بَعْدَ إِيمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوا كُفْرًا لَّنْ
تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الضَّالُّونَ ﴿٩٠﴾
إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَن يُقْبَلَ
مِنْ أَحَدِهِم مِّلْءُ الْأَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدَىٰ بِهِ
أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ وَمَا لَهُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٩١﴾
لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّىٰ تُنفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ ۚ وَمَا تُنفِقُوا
مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ﴿٩٢﴾
كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ إِلَّا مَا حَرَّمَ
إِسْرَائِيلُ عَلَىٰ نَفْسِهِ مِن قَبْلِ أَن تُنَزَّلَ التَّوْرَاةُ ۗ قُلْ
فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ فَاتْلُوهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٩٣﴾
فَمَنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ مِن بَعْدِ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ
هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٩٤﴾
قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۗ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَمَا كَانَ
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٥﴾
إِنَّ أَوَّلَ بَيْتٍ وُضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبَارَكًا وَهُدًى
لِّلْعَالَمِينَ ﴿٩٦﴾
فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مَّقَامُ إِبْرَاهِيمَ ۖ وَمَن دَخَلَهُ
كَانَ آمِنًا ۗ وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ
سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ
شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾
قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ
تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ
عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾

٩٠ جن لوگوں نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا اور اپنے کفر میں بڑھتے گئے ان کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی ١١١۔ ایسے لوگ پکے گمراہ ہیں۔

٩١ یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے اگر ان میں سے کوئی (نجات حاصل کرنے کیلئے) زمین بھر سونا بھی فدیہ میں دے تو اُسے قبول نہیں کیا جائے گا۔ ١١٢۔ ایسے لوگوں کے لئے دردناک عذاب ہے اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

٩٢ تم نیکی کے مقام کو ہرگز نہیں پا سکتے جب تک کہ ان چیزوں میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو عزیز ہیں۔ ١١٣۔ اور جو کچھ تم خرچ کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔

٩٣ کھانے کی یہ تمام چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں ١١٤۔ بجز ان چیزوں کے جن کو اسرائیل نے نزول تورات سے پہلے اپنے اوپر حرام ٹھہرایا تھا ١١٥۔ کہو تورات لاؤ اور اس کو پڑھو اگر تم سچے ہو۔ ١١٦۔

٩٤ اس کے بعد بھی جو لوگ اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کریں وہی ظالم ہیں۔

٩٥ کہو اللہ نے سچ فرمایا ہے تو ابراہیم کے طریقہ کی پیروی کرو جو راست رو تھا اور شرک کرنے والوں میں ہرگز نہ تھا۔

٩٦ بلا شبہ پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا ١١٧۔ وہی ہے جو "بکہ" میں ہے۔ ١١٨۔ دنیا والوں کے لئے باعث برکت ١١٩۔ اور موجب ہدایت۔ ١٢٠۔

٩٧ اس میں واضح نشانیاں ہیں ١٢١۔ مقام ابراہیم ہے ١٢٢۔ اور جو کوئی اس میں داخل ہوا مامون ہو گیا۔ جو لوگ اس گھر تک پہنچنے کی استطاعت رکھتے ہیں ان پر اللہ کے لئے اس گھر کا حج فرض ہے اور جو کفر کرے تو اللہ دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔ ١٢٣۔

٩٨ کہو اے اہل کتاب تم اللہ کی آیتوں کا کیوں انکار کرتے ہو؟ تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔

٩٩ کہو اے اہل کتاب تم ایمان لانے والوں کو اللہ کی راہ سے کیوں روکتے ہو ١٢٤۔؟ تم اس میں کجی پیدا کرنا چاہتے ہو ١٢٥۔ جب کہ تم گواہ ہو ١٢٦۔ اللہ تمہاری حرکتوں سے بے خبر نہیں ہے۔

۱۱۱۔ یعنی جو زندگی بھر کفر کرتے رہے اور جب موت کی گھڑی آ نمودار ہوئی تو توبہ کرنے لگے ایسے لوگوں کی توبہ میں کوئی خلوص نہیں اس لئے وہ ہرگز قبول نہیں کی جائیگی۔توبہ وہی قبول کی جاتی ہے جو مخلصانہ ہو اور جس کے پیچھے اصلاح کا جذبہ ہو۔

۱۱۲۔ مقصود کافروں کی بے بسی کو واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت سے جب کافروں کے ابدی عذاب کا فیصلہ ہوجائے گا تو پھر ان کے لئے نجات کی کوئی صورت بھی ممکن نہیں ہوگی۔اگر بالفرض کسی کافر کے پاس زمین بھر سونا ہو تو وہ نجات حاصل کرنے کے لئے اسے فدیہ میں دینے کے لئے بخوشی آمادہ ہوجائے گا لیکن نہ تو اس روز کسی کے پاس دینے کے لئے کچھ ہوگا اور نہ کسی سے کوئی فدیہ قبول ہی کیا جائیگا؟

دنیا میں جو لوگ نجات اخروی سے بے پرواہ ہو کر صرف دنیا حاصل کرنیکی فکر میں لگے رہتے ہیں انہیں اپنی اس حماقت کا صحیح اندازہ قیامت ہی کے دن ہو سکے گا۔

۱۱۳۔ کسی نیک کام کو کرنا اور بات ہے اور نیکی کے مقام کو پالینا اور۔جہاں رسمی دینداری ہوگی وہاں بظاہر کچھ نہ کچھ خیر اور نیکی کے کام ہوں گے لیکن اپنے پسندیدہ مال میں سے اللہ کیلئے خرچ کرنے اور اس کی راہ میں قربانیاں دینے کا جذبہ مفقود ہوگا اس کے برعکس جہاں حقیقی دینداری ہوگی وہاں آدمی اپنا محبوب مال اللہ کیلئے خرچ کرنے اور اس کی راہ میں قربانیاں دینے کے لئے بخوشی آمادہ ہوجائے گا۔یہ ایک کسوٹی ہے جس پر اللہ کی محبت اور اس کی وفاداری کے دعوے کو پرکھا جاسکتا ہے۔یہود انفاق کے معاملے میں بڑے بخیل واقع ہوئے تھے اس لئے اس کسوٹی نے ان کی دینداری کی حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیا۔

اپنی بہترین چیزوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنیکی بہترین مثال وہ ہے جو حضرت ابوطلحہؓ نے پیش فرمائی۔مدینہ میں بیرحاء ان کا نہایت پسندیدہ باغ تھا۔اس باغ میں نبی ﷺ تشریف لے جایا کرتے اور اس کا پانی بڑی رغبت سے پیتے۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو ابوطلحہ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ باغ اللہ کے لئے صدقہ ہے۔اس کو آپ جس طرح مناسب سمجھیں مصرف میں لائیں آپ نے فرمایا یہ مال بہت خوب ہے اور میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے تمہارے رشتہ داروں میں تقسیم کردیا جائے انھوں نے کہا آپؐ ایسا ہی کیجئے چنانچہ نبی ﷺ نے اس باغ کو ان کے رشتہ داروں میں تقسیم کردیا۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۳۸۱)

۱۱۴۔ مراد وہ جانور ہیں جن کا کھانا شریعت محمدیہ میں حلال ہے۔

۱۱۵۔ اسرائیل حضرت یعقوبؑ کا لقب ہے۔وہ پیغمبر تھے اور پیغمبر کسی چیز کو اللہ کے اذن کے بغیر حرام نہیں ٹھہراتا، اس لئے اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ انہوں نے جو چیزیں اپنے اوپر حرام ٹھہرائی تھیں وہ محض اپنی مرضی کا نتیجہ تھیں۔

۱۱۶۔ یہود کا اصل اعتراض یہ تھا کہ قرآن بعض ان چیزوں کو حلال قرار دے رہا ہے جو ملت ابراہیمی میں حرام تھیں خاص طور سے ان کا اشارہ اونٹ کی طرف تھا جس کو قرآن نے حلال قرار دیا ہے لیکن یہود اس کی حرمت کے قائل تھے۔

چنانچہ تورات میں ہے:

''مگر جو جگالی کرتے ہیں یا جن کے پاؤں الگ ہیں ان میں تم ان جانوروں کو نہ کھانا یعنی اونٹ کو کیونکہ وہ جگالی کرتا ہے، پر اس کے پاؤں الگ نہیں سو وہ تمہارے لئے ناپاک ہے'' (احبار ۱۱:۴)

اس کا جواب قرآن نے یہ دیا کہ جن چیزوں کو قرآن حلال قرار دے رہا ہے وہ ملت ابراہیمی میں بھی حلال تھیں جن میں اونٹ بھی شامل ہے اور یہ بات نزول تورات سے پہلے کی ہے اس لئے بعد میں جو چیزیں خواہ وہ حضرت یعقوب کے ذریعہ حرام ٹھہرادی گئی ہوں یا تورات کے ذریعہ ان کی نوعیت بالکل دوسری ہے یعنی وہ بعض خاص وجوہ سے خاص بنی اسرائیل ہی کے لئے حرام ٹھہرادی گئی تھیں لہٰذا ان کے بارے میں یہ دعویٰ کہ وہ دراصل ملت ابراہیمی میں حرام تھیں صحیح نہیں ہے۔یہود کے اس غلط دعوے کی تردید خود تورات سے ہوتی ہے اس لئے کہ تورات میں یہ صراحت کہیں نہیں ہے کہ یہ چیزیں اول روز سے حرام چلی آرہی تھیں جہاں تک موجودہ محرف تورات کا تعلق ہے اس میں بھی ایسی باتیں موجود جو اس دعوے کو باطل قرار دیتی ہیں مثلاً نوح علیہ السلام کے قصہ میں ہے:

''ہر چلتا پھرتا جاندار تمہارے کھانے کو ہوگا ہری سبزی کی طرح میں نے سب کا سب تم کو دیدیا۔مگر تم گوشت کے ساتھ خون جواس کی جان ہے نہ کھانا۔''

(پیدائش ۹: ۳۔۴)

۱۱۷۔ پہلے گھر سے مراد اللہ کی عبادت کے لئے تعمیر کیا جانے والا پہلا گھر یا پہلی عبادت گاہ ہے۔اس آیت میں صراحت کی گئی ہے کہ وہ خانۂ کعبہ ہے جو مکہ میں واقع ہے اور دوسرے مقام پر قرآن نے اس کی تعمیر کے تعلق سے واضح کیا ہے کہ اس کے معمار حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل ہیں اس سے درج ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے:

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے اللہ کی عبادت کے لئے کسی مستقل عبادت گاہ کا وجود نہیں تھا۔

۲۔ جن روایتوں میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ خانۂ کعبہ کو سب سے پہلے حضرت آدمؑ علیہ السلام نے تعمیر کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس تعمیر کی تجدید کی، ان کی تردید قرآن کے مذکورہ بیان سے ہوجاتی ہے۔اگر واقعہ وہ ہوتا جو ان روایتوں میں بیان کیا گیا ہے تو قرآن اس کا ذکر ضرور کرتا کیونکہ معمار اول کا ذکر نہ کرنا اور صرف اس کی تجدید کرنے والا کا ذکر کرنا قرآن سے مناسبت رکھنے والی بات نہیں ہے۔مزید برآں یہ روایتیں حدیث صحیح کا درجہ نہیں رکھتیں۔ ابن کثیر نے بیہقی کی روایت جس میں حضرت آدمؑ کے کعبہ کو تعمیر کرنے کا ذکر ہے نقل کر کے لکھا ہے کہ یہ ابن لہیعہ کے مفردات (روایات) میں سے ہے جو ضعیف ہے اور غالباً عبداللہ بن عمرو پر موقوف ہے (یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے) (ابن کثیر ج ا ص ۳۸۳) اور تاریخ ابن کثیر میں ہے:۔

ولم یجئ خبر صحیح عن معصوم نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی صحیح حدیث اس سلسلہ میں وارد نہیں ہوئی ہے۔

(الجامع اللطیف ص ۶۹ بحوالہ تاریخ ابن کثیر۔)

۳۔ بیت المقدس کی تعمیر خانۂ کعبہ کی تعمیر کے بعد ہوئی ہے چنانچہ بائبل میں صراحت ہے کہ اسکی تعمیر حضرت سلیمان کے ہاتھوں ہوئی۔

''اور بنی اسرائیل کے ملک مصر سے نکل آنے کے بعد چارسواسیؔ ویں سال پر سلیمان کی سلطنت کے چوتھے برس زیو کے مہینہ میں جو دوسرا مہینہ ہے ایسا ہوا کہ اس نے خداوند کا گھر بنانا شروع کیا'' (۱۔سلاطین ۶:۱)

اس لئے یہود کا یہ دعویٰ تاریخی طور پر غلط ہے کہ بیت المقدس کو اولیت حاصل ہے۔

۴۔ توحید کا تصور اتنا ہی پرانا ہے جتنا کہ انسان۔اس کے تاریخی شواہد میں سے خانۂ کعبہ ہے جس کی بنا اس شخصیت نے رکھی تھی جس کو دنیا کی تینوں ملتیں، یعنی یہود، نصاریٰ اور مسلمان (موجودہ دنیا کی اکثریت) اپنا امام تسلیم کرتی ہے۔

۱۱۸۔ بکہ مکہ کا قدیم نام ہے جس کے معنی شہر کے ہیں۔زبور میں اس کا ذکر آیا ہے لیکن یہود نے تحریف کر کے 'وادی بکہ' کو 'وادی بُکا' بنادیا جسکے معنی ہیں رونے کی وادی !

''وہ وادی بُکا سے گذر کر اسے چشموں کی جگہ بنالیتے ہیں بلکہ پہلی بارش اسے برکتوں سے معمور کردیتی ہے۔وہ طاقت پر طاقت پاتے ہیں۔''

(زبور ۸۴: ۶۔۷)

البتہ انگریزی بائبل میں اس کا ترجمہ ملتا ہے۔(Valley of Baca)

اس قسم کی تحریفات کے ذریعہ انھوں نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے تا کہ بیت اللہ اور آخری نبیؐ کو لوگ پہچان نہ سکیں۔قرآن نے مکہ کے اس قدیم نام کا ذکر کر کے اصل حقیقت کو بے نقاب کیا ہے۔

۱۱۹۔ یعنی روحانی فیوض کا سرچشمہ۔

۱۲۰۔ یعنی اس سے توحید کی راہ روشن ہوتی ہے اور انسان کی خداپرستی کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

۱۲۱۔ نشانیاں توحید کی۔ نشانیاں اس گھر کے مقبولیت کی۔ نشانیاں اسلام کے دینِ حق ہونے کی اور نشانیاں اس بات کی کہ اس گھر کے زیر سایہ عظیم شخصیتوں نے پرورش پائی اور اس نے مجاہدانہ زندگی کی روح ان کے اندر اس طرح پھونکی کہ دنیا کی کوئی طاقت انہیں مغلوب نہ کرسکی۔

۱۲۲۔ مقام ابراہیم کے معنیٰ ہیں۔ ابراہیم کے کھڑے ہونیکی جگہ۔ مراد وہ جگہ ہے جہاں ابراہیم علیہ السلام عبادت کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے۔ یہ جگہ مسجد حرام میں ہے اور یہاں اس کے ذکر سے مقصد خاص طور سے یہود پر یہ واضح کرنا ہے کہ ابراہیم کی اصل عبادت گاہ جہاں وہ خود عبادت کرتے رہے، یہی مسجد حرام ہے نہ کہ بیت المقدس۔ یہود نے اس حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور اس مقصد کے لئے تورات میں جابجا تحریف کی تاہم موجودہ بائبل میں ایسے ارشادات موجود ہیں جن سے اس کی تائید ہوتی ہے چنانچہ بائبل کی کتاب پیدائش میں ہے:

اور وہاں سے کوچ کرکے اس پہاڑ کی طرف گیا جو بیت ایل کے مشرق میں ہے اور اپنا ڈیرا ایسے لگایا کہ بیت ایل مغرب میں اور عی مشرق میں پڑا اور وہاں اس نے خداوند کے لئے ایک قربان گاہ بنائی اور خداوند سے دعا کی اور ابرام سفر کرتا جنوب کی طرف بڑھ گیا۔'' (پیدائش ۱۲: ۸۔۹)

اس میں بیت ایل سے مراد بیت اللہ ہے کیونکہ ایل کو عبرانی میں خدا کہتے ہیں اس لئے بیت ایل کے لفظی معنیٰ ہوئے خانۂ خدا۔ خانۂ کعبہ کے مشرق میں صفا اور مروہ کی پہاڑیاں ہیں۔ کوہ صفا پر ابراہیمؑ کا مسکن تھا اور مروہ پر حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کا واقعہ پیش آیا۔ جنوب کی طرف حضرت ابراہیم کے بڑھنے کا جو ذکر ہے تو اس سے مراد عرفات کا سفر ہے کیونکہ عرفات بیت اللہ کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔

مقام ابراہیم کا یہ مفہوم اپنے اصل اور وسیع معنیٰ کے لحاظ سے ہے۔ ویسے مقام ابراہیم اس پتھر کو بھی کہتے ہیں۔ جس پر کھڑے ہوکر حضرت ابراہیم نے خانۂ کعبہ تعمیر کیا تھا۔ اس پتھر پر غیر معمولی طور پر حضرت ابراہیمؑ کے قدم کا نشان ثبت ہوگیا تھا اور آج بھی یہ پتھر قدم مبارک کے نشان کے ساتھ موجود ہے جو خانۂ کعبہ کے پاس مطاف میں رکھا ہوا ہے۔ گویا تاریخ نے ابراہیم علیہ السلام کے نشانِ قدم کو بھی محفوظ رکھا ہے تاکہ آپ کے معمار بیت اللہ ہونے کے بارے میں کسی اشتباہ کی گنجائش نہ رہے۔

۱۲۳۔ یعنی ان واضح نشانیوں کے بعد بھی جو لوگ توحید کو قبول کرنے اور بیت اللہ کو مرکز توحید کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے لئے تیار نہ ہوں وہ کافر ہیں اور اللہ کو اپنی نشانیاں واضح کردینے کے بعد اس بات کی پروانہیں کہ کون کفر کی راہ اختیار کرتا ہے اور کون ایمان کی۔

حج اسلام کا ایک فریضہ ہے اور اس کا پانچواں رکن ہے۔ استطاعت کے باوجود جو حج نہ کرے اللہ کو اس کی پروانہیں کہ یہودی ہوکر مرتا ہے یا نصرانی ہوکر۔

۱۲۴۔ اشارہ ہے ان شبہات کی طرف جو اہل کتاب ملت ابراہیم، بیت اللہ اور آخری پیغمبر کے تعلق سے لوگوں کے دلوں میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

۱۲۵۔ اللہ کی راہ میں کجی پیدا کرنے کا مطلب اس کے اصل دین میں تحریف کرنا اور اس میں بدعتیں وغیرہ پیدا کرنا ہے۔

۱۲۶۔ یعنی تمہیں دینِ حق کا گواہ بنا کر کھڑا کیا گیا تھا مگر تم نے شہادت حق کی جگہ شہادت زور اور کتمان حق کو اپنا شیوہ بنالیا۔

بَیتُ اللّٰہ (خانۂ کعبہ)

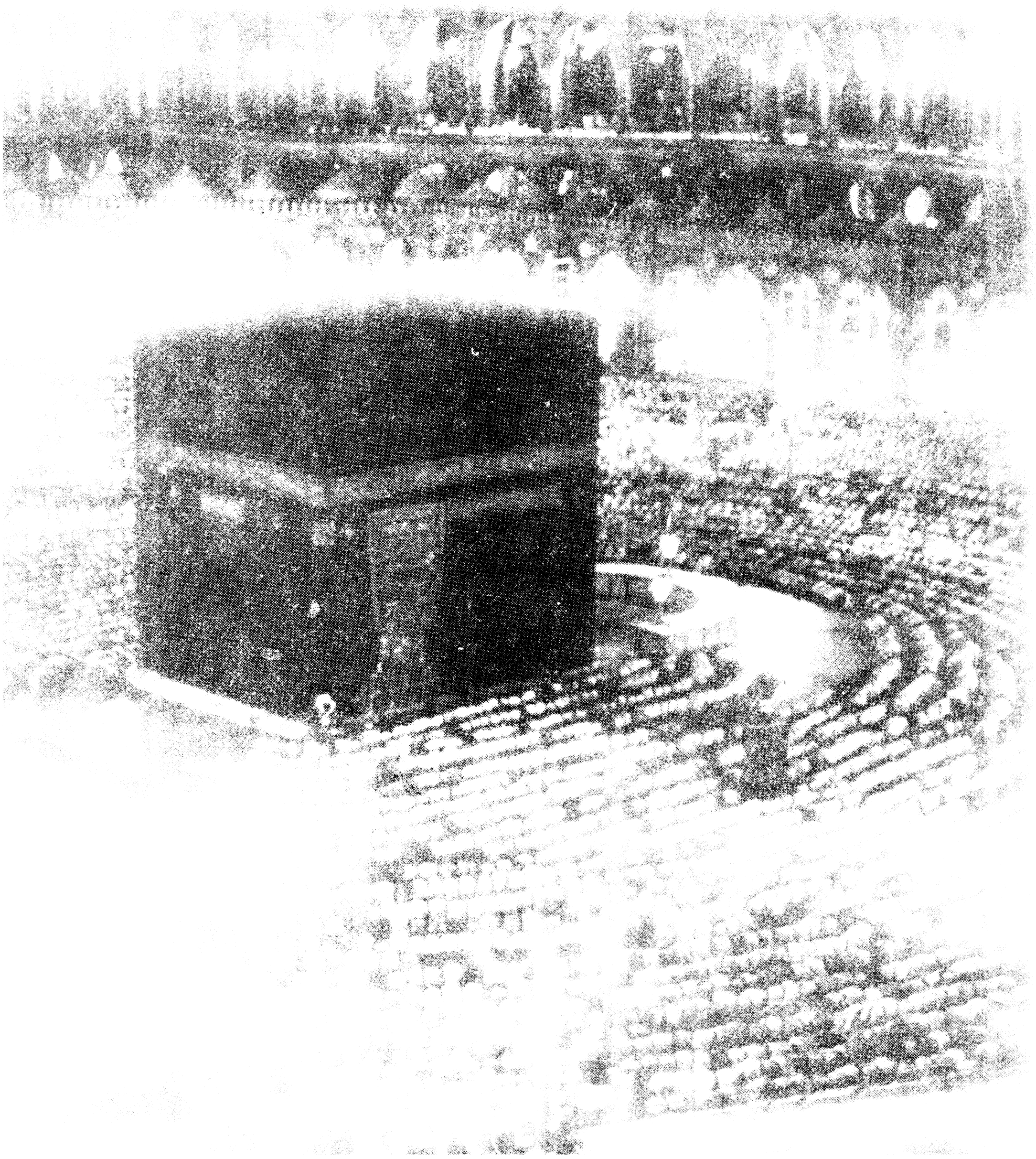

مسجد حرام اور شہر مکہ

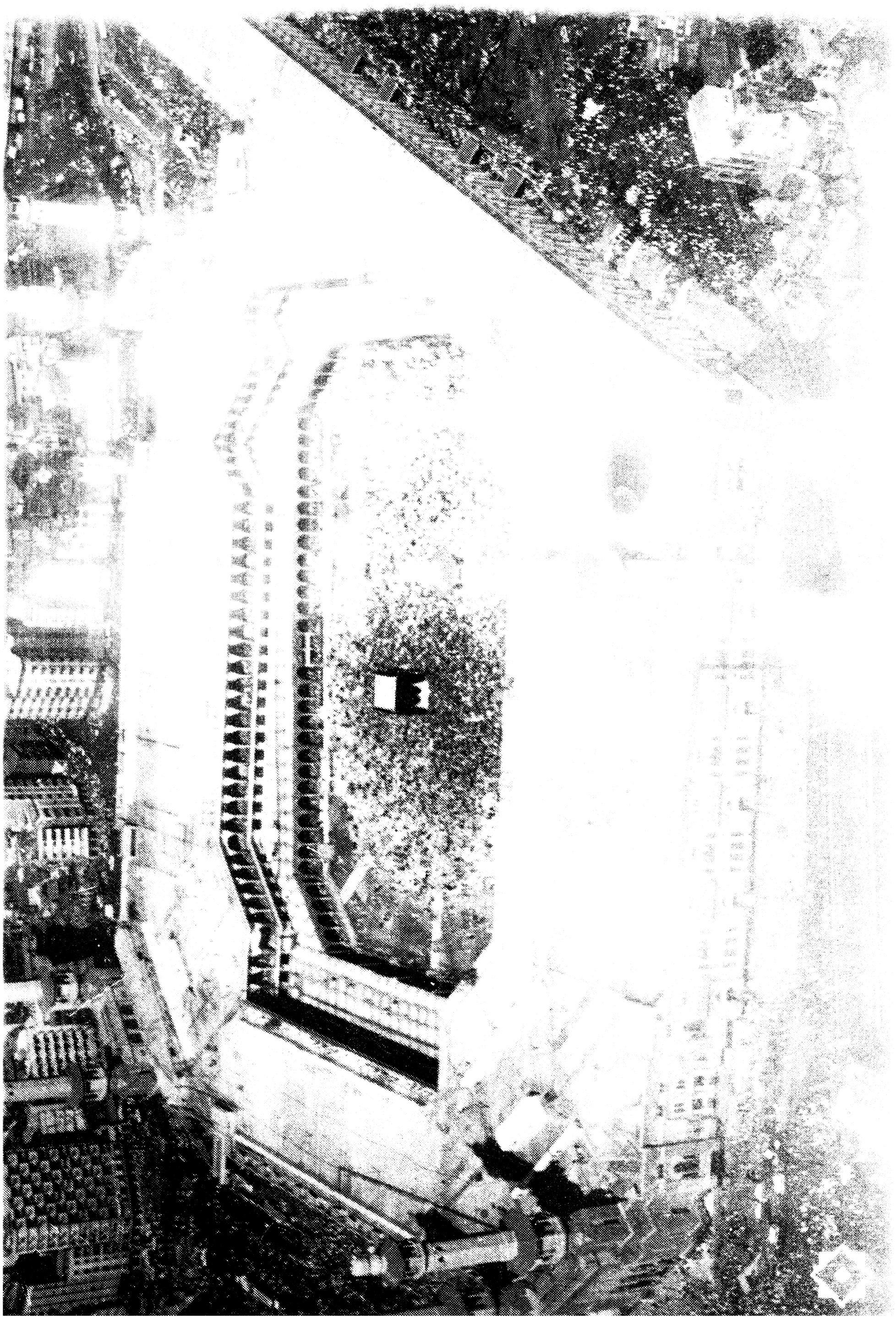

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا
الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ كٰفِرِيْنَ ﴿١٠٠﴾

۱۰۰ اے ایمان والو! اگر تم اہل کتاب کے کسی گروہ کی بات مان لوگے ۱۲۷ تو وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کافر بنادیں گے۔

وَكَيْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ اٰيٰتُ اللّٰهِ وَفِيْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ
وَمَنْ يَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿١٠١﴾

۱۰۱ اور تم کس طرح کفر کروگے جب کہ تمہیں اللہ کی آیات سنائی جارہی ہیں اور اس کا رسول تمہارے درمیان موجود ہے۔۱۲۸ اور جس نے اللہ کو مضبوط پکڑ لیا ۱۲۹ اسے صراط مستقیم کی ہدایت مل گئی۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ
اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾

۱۰۲ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے ۱۳۰ اور تمہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو۔ ۱۳۱

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ
عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ
بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ
وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ
يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿١٠٣﴾

۱۰۳ اور اللہ کی رسی ۱۳۲ کو سب مل کر مضبوط پکڑلو ۱۳۳ اور تفرقہ میں نہ پڑو ۱۳۴۔ اور اللہ کے اس فضل کو یاد کرو کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے ۱۳۵ تو اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا اور اس کے فضل سے تم بھائی بھائی بن گئے۔ اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے کھڑے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا۔ اس طرح اللہ اپنی آیتیں (ہدایات) واضح فرماتا ہے تاکہ تم راہ یاب ہو۔ ۱۳۶

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٤﴾

۱۰۴ تم میں ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیئے جو خیر کی طرف دعوت دے۔ معروف کا حکم کرے اور منکر سے روکے ۱۳۷۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ
الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾

۱۰۵ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہوجانا جو تفرقہ میں پڑ گئے اور جنہوں نے واضح ہدایات پانے کے بعد اختلاف کیا ۱۳۷ (الف) ایسے لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ
وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ
بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾

۱۰۶ اس دن کتنے ہی چہرے روشن ہوں گے اور کتنے ہی سیاہ۔ تو جن کے چہرے سیاہ ہونگے ان سے کہا جائے گا کیا تم نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا؟ لو اب اپنے کفر کی پاداش میں عذاب کا مزہ چکھو۔

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ؕ هُمْ فِيْهَا
خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾

۱۰۷ البتہ وہ لوگ جن کے چہرے روشن ہونگے وہ اللہ کی رحمت میں ہونگے۔ اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

۱۲۷۔ اشارہ خاص طور سے اہل کتاب کے اس گروہ کی طرف ہے جس کے اعتراضات اور مخالفتوں کا اوپر ذکر ہوا۔

۱۲۸۔ یعنی ایسی حالت میں جبکہ تمہیں اللہ کی آیات سنائی جارہی ہیں اور اس کا رسول بھی تمہارے درمیان موجود ہے اگر تم نے کفر کی راہ اختیار کی تو یہ نہایت سنگین اور انتہائی بدبختی کی بات ہوگی۔

۱۲۹۔ اللہ کو مضبوط پکڑنے کا مطلب اس کے ساتھ گہرا تعلق اور وابستگی پیدا کرنا ہے۔

۱۳۰۔ یہ ہے معیار مطلوب کہ آدمی اللہ سے اس طرح ڈرے جس طرح کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ رہی تقوی کی فقہی اور قانونی حد تو اس کے بارے میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔ فاتقوا اللہ ما استطعتم (اللہ سے ڈرو جس حد تک کہ تمہارے بس میں ہے) (التغابن:۱۶)

۱۳۱۔ یعنی زندگی بھر اسلام پر قائم رہو اور جب اس دنیا سے رخصت ہو تو مسلمان کی حیثیت سے رخصت ہو۔

۱۳۲۔ حبل (رسی) سے مراد اللہ کی کتاب (قرآن) ہے جو بندوں کو خدا سے جوڑتی ہے اور جس کی حیثیت عہد اور میثاق کی ہے اسلئے اس کو تھامنا خدا کو تھام لینے کے ہم معنیٰ ہے۔ حدیث میں آتا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کتاب اللہ هو حبل الله الممدود من السماء الی الارض (اللہ کی کتاب ہی اللہ کی رسی ہے جو آسمان سے زمین تک تنی ہوئی ہے۔) (ابن کثیر ج۱ ص۳۸۹ بحوالہ طبری)

۱۳۳۔ یعنی مسلمان صرف فرداً فرداً ہی نہیں بلکہ اجتماعی حیثیت میں بھی قرآن کو مضبوطی کے ساتھ تھام لیں اور امت کے اندر اسی کتاب کو مرکزی حیثیت حاصل ہو اور وہ اس کے ساتھ گہری وابستگی اختیار کریں۔

۱۳۴۔ تفرقے اس صورت میں برپا ہوتے ہیں جب کہ کتاب الٰہی کے ساتھ تعلق کمزور پڑ جاتا ہے اور عملاً اس کو نقطۂ ارتکاز، مرجع اور معیار قرار نہیں دیا جاتا گو اظہار عقیدت کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے۔ کتاب الٰہی کو توجہات کا مرکز قرار دینے کے بجائے شخصیتوں کے اقوال اور ان کی کتابوں کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے اور پھر عقیدت مندوں کے جو حلقے وجود میں آتے ہیں وہ اپنے اپنے ''امام'' اپنے اپنے ''صوفی'' اپنے اپنے ''بزرگ'' اپنے اپنے ''قائد'' اور اپنے اپنے ''علامہ'' کی رسی کو اتنا مضبوط پکڑ لیتے ہیں کہ اللہ کی رسی ''قرآن'' کے ہاتھ سے چھوٹ جانے کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ نتیجہ یہ کہ شدید اختلافات اور فرقہ بندیاں امت کے اندا بھرنے لگتی ہیں اور ملت کا شیرازہ منتشر ہو جاتا ہے۔

افسوس کہ اس تنبیہ کے باوجود مسلمانوں میں فرقہ بندیاں ہوئیں۔ یہ فرقہ بندیاں اسی صورت میں ختم ہو سکتی ہیں جب کہ مسلمان بلالحاظ فرقہ و مسلک کتاب اللہ کو وہی حیثیت دیں جس کی وہ مستحق ہے اور اس کے ساتھ گہری وابستگی اختیار کریں۔

۱۳۵۔ اشارہ ہے عربوں کی باہم دشمنی کی طرف جس کے نتیجہ میں ایک قبیلہ دوسرے قبیلے سے برسرپیکار ہوتا تھا۔

۱۳۶۔ یعنی اس دین کی قدر کرو جس نے تمہارے اندر اخوت اور کمال درجہ کی یکجہتی پیدا کردی۔ معلوم ہوا کہ اسلام ہی وہ بنیاد ہے جس کو صحیح طور سے اپنانے کی صورت میں انسانی معاشرہ کے اندر حقیقی معنیٰ میں برادرانہ تعلقات، کامل یکجہتی اور جذباتی ہم آہنگی پیدا ہوتی ہے۔

۱۳۷۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہر مسلمان کا لازمی وصف ہے جیسا کہ قرآن کی تصریحات سے واضح ہے لیکن دعوتِ دین کا کام تیاری بھی چاہتا ہے اور صلاحیت بھی نیز اس کے لئے وقت نکالنے اور جدوجہد کرنے کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا اس خدمت کے لئے ایک گروہ کا مختص ہونا ضروری ہے تا کہ یہ فریضہ بحسن وخوبی انجام پا سکے۔ امت مسلمہ کی یہ عظیم ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے اندر سے اہل علم اور باصلاحیت افراد پر مشتمل داعیان حق کا ایک گروہ ابھارے اور اس کام کے لئے اس کو ضروری وسائل فراہم کرے۔ اگر امت اس معاملہ میں تساہل برتے گی تو وہ اپنے فرض منصبی کو ادا کرنے میں کوتاہ کار ثابت ہوگی کیونکہ اس امت کو امت وسط اسی بنا پر کہا گیا ہے کہ اسے شہادت علی الناس کا فریضہ انجام دینا ہے۔

آیت میں ''خیر'' سے مراد دین اسلام ہے جو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور ''معروف'' سے مراد جانی پہچانی بھلائیاں ہیں مثلاً

خداخوفی، والدین کے ساتھ حسن سلوک، صلۂ رحمی، ہمسایوں کے ساتھ اچھا برتاؤ محتاجوں کی مدد، سچائی وامانت داری، عدل وانصاف، مظلوموں کی مدد وغیرہ اور منکر سے مراد وہ برائیاں ہیں، جن کا برائی ہونا بالکل واضح ہے مثلاً خدا کا انکار، قتل ناحق، ظلم، جھوٹ، بدعہدی، فریب، بددیانتی، یتیموں کا مال ہڑپ کرنا، بخل، زنا، بے حیائی، عریانیت وغیرہ وغیرہ یہ وہ معروف اور یہ وہ منکر ہیں جن پر فطرت انسانی معروف اور منکر کا حکم لگاتی ہے اس لئے انسان ان کے بھلائی یا برائی ہونے کو جانتا ہے اور اس لحاظ سے ہر شخص اپنے کئے کا ذمہ دار اور خدا کے حضور جوابدہ ہے۔ اسلام نے بھلائیوں اور برائیوں کی جو تفصیل پیش کی ہے اس میں سر فہرست یہی معروف اور منکر ہیں جن کی نشاندہی فطرت انسانی کرتی ہے۔

معروف پر لوگوں کو مطلع کرنے اور منکر سے انھیں باز رکھنے کے لئے تذکیر وتلقین کی ضرورت ہے اور بعض حالات میں قوت کے استعمال کی بھی اس لئے ایک ایسے گروہ کو ابھارنے کی ہدایت کی گئی ہے جو مخصوص طور سے یہ خدمت انجام دے اور جہاں مسلمانوں کو اقتدار حاصل ہو وہاں اقتدار کا استعمال لازماً بھلائیوں کی پرورش کا سامان کرنے اور برائیوں کو مٹانے کے لئے ہونا چاہئے۔

۱۳۷ الف ''جو تفرقہ میں پڑ گئے اور جنہوں نے واضح ہدایات پانے کے بعد اختلاف کیا۔'' سے اشارہ یہود ونصاریٰ کی طرف ہے جنہیں تورات وانجیل کے ذریعہ دین کا واضح تصور دیا گیا تھا اور جن پر توحید کا مفہوم اچھی طرح آشکارا کیا گیا تھا۔ نیز دین کی تعلیمات کھول کر بیان کی گئی تھیں لیکن انہوں نے کلامی مباحث اور فقہی موشگافیوں میں الجھ کر ہزار ہا مسائل پیدا کر لئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ فرقوں میں بٹ گئے اور اختلاف وانتشار کا شکار ہو گئے۔

یہاں یہود اور نصاریٰ کے طرز عمل کا حوالہ دینے سے مقصود مسلمانوں کو متنبہ کرنا ہے کہ قرآن کے ذریعہ جو حق ان پر واضح ہوا ہے اور جو روشن تعلیمات انہیں ملی ہیں اس کی وہ قدر کریں اور گمراہ امتوں کے نقش قدم پر نہ چلیں۔

افسوس کہ اس تنبیہ کے باوجود مسلمانوں نے قرآن کی پیش کردہ تعلیمات میں یہاں تک کہ عقائد میں بھی نت نئے مسائل پیدا کر دئے جس سے دین کا تصور بگڑ گیا اور وہ اختلاف وانتشار کا شکار ہو گئے اور پھر اختلاف کی شدت نے فرقوں کو جنم دیا اور اب صورت حال یہ ہے کہ ہر فرقہ کا تصور دین ہی الگ ہے۔ اس صورتحال کا حقیقی اور موثر علاج یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت کے مطابق ایک ایسا گروہ اٹھ کھڑا ہو جو ہر قسم کی فرقہ وارانہ، گروہی اور مسلکی تعصّبات سے بالاتر ہو کر براہ راست اور بے لاگ طور پر اس دین کی طرف دعوت دے جسے قرآن نے ''خیر'' سے تعبیر فرمایا ہے۔

یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سنا رہے ہیں۔اور اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے اور سارے معاملات بالآخر اسی کے حضور پیش ہونگے۔ تم خیر امت (بہترین گروہ) ہو جسے انسانوں (کی اصلاح ورہنمائی) کیلئے برپا کیا گیا ہے۔تم معروف کا حکم کرتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ان میں کچھ لوگ تو مؤمن ہیں لیکن اکثر لوگ فاسق ہیں۔(القرآن)

تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَمَا اللّٰهُ
يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۸﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ
الْاُمُوْرُ ﴿۱۰۹﴾
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ؕ
وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ
وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۱۱۰﴾
لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّاۤ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ
الْاَدْبَارَ ۟ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۱﴾
ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ
وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ
الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا
وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۗ ﴿۱۱۲﴾
لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ
اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾
يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ
بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ
فِي الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾
وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ
عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾
اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ
مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۱۱۶﴾

۱۰۸ یہ اللہ کی آیات ہیں جو ہم تمہیں ٹھیک ٹھیک سُنا رہے ہیں۔ اور اللہ دنیا والوں پر ظلم کرنا نہیں چاہتا۔

۱۰۹ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے اور سارے معاملات بالآخر اسی کے حضور پیش ہونگے۔

۱۱۰ تم خیر امت (بہترین گروہ) ہو ۱۳۸ ؎ جسے انسانوں (کی اصلاح و رہنمائی) کیلئے برپا کیا گیا ہے۔ تم معروف کا حکم کرتے ہو، منکر سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔ اگر اہل کتاب ایمان لاتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا ۱۳۹ ؎۔ ان میں کچھ لوگ تو مؤمن ہیں لیکن اکثر لوگ فاسق ہیں۔

۱۱۱ وہ تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتے بجز تھوڑی سی اذیت رسانی کے۔ اور اگر وہ تم سے جنگ کریں گے تو پیٹھ دکھائیں گے۔ ۱۴۰ ؎ پھر ان کو کہیں سے مدد نہیں مل سکے گی۔

۱۱۲ وہ جہاں کہیں پائے گئے ان پر ذلت کی مار پڑی الا یہ کہ اللہ کے عہد یا انسانوں کے عہد کے تحت ان کو (وقتی طور پر) پناہ مل گئی ہو۔ ۱۴۱ ؎ وہ اللہ کے غضب کے مستحق ہوئے اور ان پر پستی و محتاجی مسلط کردی گئی۔ ۱۴۲ ؎ یہ اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیات کا انکار کرنے لگے تھے اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ اور یہ ہے نتیجہ ان کی نافرمانیوں کا اور اس بات کا کہ وہ حد سے تجاوز کرنے لگے تھے۔ ۱۴۳ ؎

۱۱۳ وہ سب یکساں نہیں ہیں۔ ان اہل کتاب میں ایک گروہ ایسا بھی ہے جو (عہد پر) قائم ہے۔ یہ لوگ رات کی گھڑیوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور اس کے حضور سجدہ ریز ہوتے ہیں۔

۱۱۴ یہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے ہیں، منکر سے روکتے ہیں اور بھلائی کے کاموں میں سرگرم ہیں۔ یہ لوگ صالحین میں سے ہیں۔ ۱۴۴ ؎

۱۱۵ جو نیکی بھی یہ کریں گے اس کی ناقدری نہیں کی جائے گی اور اللہ متقیوں کو خوب جانتا ہے۔

۱۱۶ (لیکن) جن لوگوں نے کفر کیا ان کے مال اور ان کی اولاد اللہ کے مقابلہ میں ان کے کچھ کام آنے والی نہیں ۱۴۵ ؎۔ وہ دوزخی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

۱۳۸۔ خیرِ امت اس بنا پر کہ یہی امت دینِ حق پر قائم ہے اہل کتاب نے انحراف کی راہیں اختیار کر کے اصل دین کو گم کر دیا اب انسانیت کی اصلاح اور رہنمائی وہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے امت مسلمہ کو برپا کیا ہے۔ اس امت کا وصف یہ ہے کہ وہ ایمان سے متصف ہو کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتی ہے۔ اسی بنا پر اس امت کو خیرِ امت کا لقب عطا کیا گیا ہے نہ کہ نسل ونسب کی بنا پر جیسا کہ اہل کتاب اپنے بارے میں خیال کرتے رہے ہیں۔

خیرِ امت کے منصب کے ہر طرح سزاوار صحابۂ کرام تھے اور ان کے بعد وہ لوگ جن کے اندر یہ وصف پایا گیا، رہے وہ مسلمان جن کو ایمان سے کوئی دلچسپی نہیں اور جن کی ساری دوڑ دھوپ منکر کو قائم کرنے اور معروف کو مٹانے کے لئے ہوتی ہے تو وہ اپنے منصب کو غلط استعمال کرتے ہیں ایسے لوگ حقیقۃً خیرِ امت کہلانے کے مستحق نہیں ہیں۔

(ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۱۶۶)

۱۳۹۔ یعنی یہ یہود ونصاریٰ اگر قرآن اور اس کے لانے والے پیغمبر پر ایمان لاتے اور خیرِ امت میں شامل ہو جاتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا۔ لیکن ان میں ایمان لانے والے تھوڑے ہیں اور اکثریت نافرمانوں اور فاسقوں کی ہے۔

۱۴۰۔ یہ اس وقت کے اہل کتاب کا حال بیان ہوا ہے کہ وہ نہایت پست ہمت ہیں اس لئے صرف اذیت دینے ہی کی باتیں کر سکتے ہیں۔ ورنہ سچے اہل ایمان کے مقابلہ میں وہ ٹک نہیں سکتے بعد کے واقعات نے قرآن کے اس بیان کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ اہل کتاب کو زبردست شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۴۱۔ یعنی یہ اپنے بل بوتے پر قائم نہیں ہیں بلکہ کہیں اسلامی ریاست نے معاہدہ کے تحت ان کو امان دیدی ہے اور کہیں دیگر قوموں نے ان کو سہارا دے دیا ہے۔ یہ سہارے عارضی ہیں۔ ان کی اپنی سطوت وعزت کچھ نہیں ہے۔

۱۴۲۔ دنیا پرستی کے غلبہ کے نتیجہ میں آخرت کو ترجیح دینے اور دین کے لئے ایثار وقربانی کا حوصلہ ان کے اندر باقی نہیں رہا تھا۔ اور وہ اخلاقی زوال اور عملی انحطاط کی انتہاء کو پہنچ گئے تھے۔

۱۴۳۔ ان کے ان جرائم کی شہادت بائبل میں بھی موجود ہے۔

''اے یروشلم! اے یروشلم! تو جو نبیوں کو قتل کرتا اور جو تیرے پاس بھیجے گئے ان کو سنگسار کرتا۔'' (متی ۲۳:۳۷)

''تو بھی وہ نافرمان ہو کر تجھ سے باغی ہوئے اور انہوں نے تیری شریعت کو پیٹھ پیچھے پھینکا اور تیرے نبیوں کو جو ان کے خلاف گواہی دیتے تھے تاکہ ان کو تیری طرف پھرا لائیں قتل کیا اور انہوں نے غصہ دلانے کے بڑے بڑے کام کئے اس لئے تو نے ان کو ان کے دشمنوں کے ہاتھ میں کر دیا۔'' (نحمیاہ ۹: ۲۶-۲۷)

۱۴۴۔ یہ اہل کتاب کے اس گروہ کا ذکر ہے جو اللہ سے کئے ہوئے عہد پر قائم تھا۔ یہ لوگ صالح مؤمن تھے اور جوں جوں ان پر قرآن اور پیغمبر کی حقانیت واضح ہوتی گئی وہ ایمان لاکر مسلمانوں کے زمرہ میں شامل ہوتے گئے قرآن نے یہاں ایسے ہی اہل کتاب کی تعریف کی ہے۔

۱۴۵۔ یعنی ان کو کفر پر آمادہ کرنے والی چیزیں یہی مال اور اولاد کی محبت ہے لیکن یہ چیزیں انہیں اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکیں گی۔

مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا
صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا
ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾

۱۱۷ دنیا کی اس زندگی میں وہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کی مثال اس ہوا کی سی ہے جس میں پالا ہو اور وہ ان لوگوں کی کھیتی پر چل جائے جنہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اور وہ اسے تباہ کر کے رکھ دے۔ ۱۴۶؎ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ یہ لوگ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ
لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ؕ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ
مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚۖ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ؕ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ
اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾

۱۱۸ اے ایمان والو! اپنے سوا کسی اور کو اپنا راز دار نہ بناؤ ۱۴۷؎ وہ نقصان پہنچانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھیں گے وہ تمہارے لئے تکلیف کے خواہاں ہیں۔ ان کی دشمنی ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں چھپا ہوا ہے وہ اس سے بھی بڑھکر ہے۔ ہم نے تمہارے لئے اپنی ہدایات واضح کر دی ہیں اگر تم سوجھ بوجھ سے کام لو۔

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ
كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ
الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ؕ قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢ
بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١١٩﴾

۱۱۹ یہ تم ہو کہ ان سے دوستی رکھتے ہو جب کہ وہ تم سے دوستی نہیں رکھتے۔ ۱۴۸؎ اور تم تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہو وہ جب تم سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے ہیں۔ ۱۴۹؎ اور جب اکیلے میں ہوتے ہیں تو مارے غصہ کے اپنی انگلیاں کاٹنے لگتے ہیں۔ ان سے کہو اپنے غصہ میں جل مرو۔ اللہ ان باتوں کو بخوبی جانتا ہے جو سینوں کے اندر پوشیدہ ہیں۔

اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۫ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ
يَّفْرَحُوْا بِهَا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ
شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿١٢٠﴾

۱۲۰ اگر تمہیں بھلائی پہنچتی ہے تو ان کو ناگوار ہوتا ہے اور اگر تم پر کوئی مصیبت آتی ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں ۱۵۰؎۔ لیکن اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو ۱۵۱؎ تو ان کی چالبازیاں تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ اور وہ جو حرکتیں کر رہے ہیں اللہ انہیں گھیرے ہوئے ہے۔

وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ
لِلْقِتَالِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۙ ﴿١٢١﴾

۱۲۱ اور (یاد کرو) ۱۵۲؎ جب تم اپنے گھر سے صبح سویرے نکلے تھے۔ اور مؤمنین کو جنگ کے مورچوں پر متعین کر رہے تھے۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔

اِذْ هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ؕ وَعَلَى
اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٢٢﴾

۱۲۲ اس وقت تم میں سے دو گروہ کمزوری دکھانا چاہتے تھے ۱۵۳؎ حالانکہ اللہ ان کا مددگار تھا اور اللہ ہی پر اہل ایمان کو بھروسہ رکھنا چاہئے۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿١٢٣﴾

۱۲۳ اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ نے تمہاری مدد بدر میں کی تھی ۱۵۴؎ جبکہ تم نہایت کمزور تھے۔ لہٰذا اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ اس کے شکر گذار بنو۔

اِذْ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ
اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ﴿١٢٤﴾

۱۲۴ اس وقت تم مؤمنوں سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ تمھارا رب تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد کرے؟ ۱۵۵؎

۱۴۶۔ اس مثال میں ہوا سے مراد خیر وخیرات ہے اور پالے سے مراد صحیح ایمان کا فقدان اور کفر ہے اور کھیتی سے مراد کشت زار حیات ہے۔ جس طرح ہوا میں جو کھیتی کے لئے ایک مفید چیز ہے اگر پالا ہو تو وہ کھیتی کے لئے نقصان دہ ہوتی ہے کیونکہ برفباری کھیتی کو تباہ کر دیتی ہے اسی طرح خیر خیرات ایک مفید چیز ہونے کے باوجود جب جذبۂ ایمانی سے خالی ہوتی ہے اور کفر کا زہر اس میں موجود ہوتا ہے تو وہ اجر آخرت کو تباہ کر کے رکھ دیتی ہے۔

۱۴۷۔ اس آیت میں مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ ملت اسلامیہ کے باہر کے کسی فرد کو اپنا راز دار اور معتمد نہ بنائیں اور اس کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے کہ یہ لوگ اپنی اسلام اور مسلم دشمنی کی بنا پر تمہیں نقصان پہنچانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھیں گے۔ یہ ہدایت جنگ کے موقع پر دی گئی تھی جب کہ اندیشہ تھا کہ مسلمان یہود سے اپنے پرانے دوستانہ تعلقات کی بنا پر ان کے سامنے جنگی رازوں وغیرہ کا ذکر نہ کر بیٹھیں اس لئے کہ یہود مسلمانوں کے دشمنوں کی پشت پناہی کر رہے تھے اور اسلام کے خلاف ان کے اندر بغض پیدا ہو گیا تھا۔

اس سے جو اصولی ہدایت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ جہاں غلبۂ اسلام کی جدوجہد جہاد کے مرحلہ میں داخل ہو گئی ہو یا جہاں مسلمانوں کو سیاسی اقتدار حاصل ہو وہاں انہیں جنگی رازوں اور سیاسی حکمت عملی وغیرہ کے سلسلہ میں کافی محتاط رہنا چاہئے اور ان لوگوں کو اپنا ہمراز اور معتمد بنانے سے احتراز کرنا چاہئے جنہوں نے ایمان لانے اور ملت اسلامیہ میں شامل ہونے سے انکار کیا ہے۔

۱۴۸۔ یعنی تم ان کے خیر خواہ ہو لیکن وہ تمہارے بدخواہ ہیں اور بری طرح اسلام اور مسلم دشمنی میں مبتلا ہیں۔

۱۴۹۔ یہود اس بات کے مدعی تھے کہ ہم اللہ اور آخرت کو مانتے ہیں اس لئے ہم اہل ایمان ہیں درانحالیکہ وہ قرآن کو اللہ کی کتاب ماننے کے لئے تیار نہیں تھے۔ قرآن کہتا ہے جب تک کوئی شخص بشمول قرآن اللہ کی تمام کتابوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا وہ ہرگز مؤمن نہیں ہے اور اس کا ایمان ہرگز معتبر نہیں۔

۱۵۰۔ یہ تصویر ہے ان لوگوں کی جو اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے کہ اسلام پھلے پھولے اور ملت اسلامیہ کو غلبہ واقتدار نصیب ہو۔ وہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں ہمیشہ عصبیت میں مبتلا رہتے ہیں اور مسلمانوں کی ہر کامیابی ان کے لئے سوہان روح بن جاتی ہے۔

۱۵۱۔ یہاں تقویٰ سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ اوپر جو ہدایات دی گئیں ان پر عمل کیا جائے۔

۱۵۲۔ یہاں سے غزوۂ احد کے حالات وواقعات پر تبصرہ شروع ہوتا ہے 'احد' مدینہ سے تین چار میل کے فاصلہ پر شمال کی جانب ایک پہاڑی ہے جس کے دامن میں یہ جنگ شوال ۳ھ (۶۲۵ء) میں لڑی گئی۔ کفار مکہ جارح کی حیثیت سے مدینہ پر حملہ آور ہوئے تھے اور انہوں نے احد کے پاس پڑاؤ ڈال دیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے مشورہ کیا کہ مقابلہ مدینہ سے باہر نکل کر کیا جائے یا مدینہ ہی میں رہ کر۔ اکثر لوگوں کا مشورہ یہ تھا کہ باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے البتہ منافقوں کے سردار عبداللہ بن ابی کا مشورہ تھا کہ مدینہ ہی میں رہ کر مقابلہ کیا جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورے کے بعد باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ فرمایا اور ایک ہزار، مسلمانوں کے ساتھ مقابلہ کے لئے روانہ ہو گئے لیکن راستہ میں عبداللہ بن ابی یہ کہتے ہوئے اپنے تین سو ساتھیوں کو لیکر الگ ہو گیا کہ ہماری رائے نہیں مانی گئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اب صرف سات سو مسلمان رہ گئے تھے اور وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں لیکن آپ ان ہی کو لیکر آگے بڑھے اور احد پہنچ کر کفار کا مقابلہ کیا جو تعداد میں تین ہزار تھے اور سامان جنگ سے ہر طرح لیس تھے۔

۱۵۳۔ مراد قبیلہ خزرج کے بنو سلمہ اور قبیلۂ اوس کے بنو حارثہ ہیں۔

جنگ احد میں کفار کی تعداد تین ہزار تھی اور مسلمانوں کی تعداد صرف ایک ہزار۔ ان میں سے بھی تین سو کی تعداد کو لیکر منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی الگ ہو گیا۔ اس واقعہ کا کچھ اثر مسلمانوں کے دو گروہوں کے حوصلہ پر پڑا، جس کی طرف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ قرآن نے اس پر گرفت کی اور فرمایا کہ راہ خدا میں اہل ایمان کا کارساز اللہ ہوتا ہے اس لئے اس کی مدد پر پورا پورا بھروسہ رکھنا چاہئے۔

۱۵۴۔ بدر کی جنگ رمضان ۲ھ (مطابق مارچ ۶۲۴ء) میں ہوئی تھی جس میں مسلمان غالب رہے تھے۔

۱۵۵۔ یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت فرمائی تھی جبکہ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں کو لیکر واپس ہو گیا۔ اس موقع پر مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کے لئے آپ نے فرمایا کیا تمہارے لئے یہ بات کافی نہیں ہے کہ ان تین سو آدمیوں کی جگہ اللہ تعالیٰ تین ہزار فرشتے اتار کر تمہاری مدد فرمائے؟

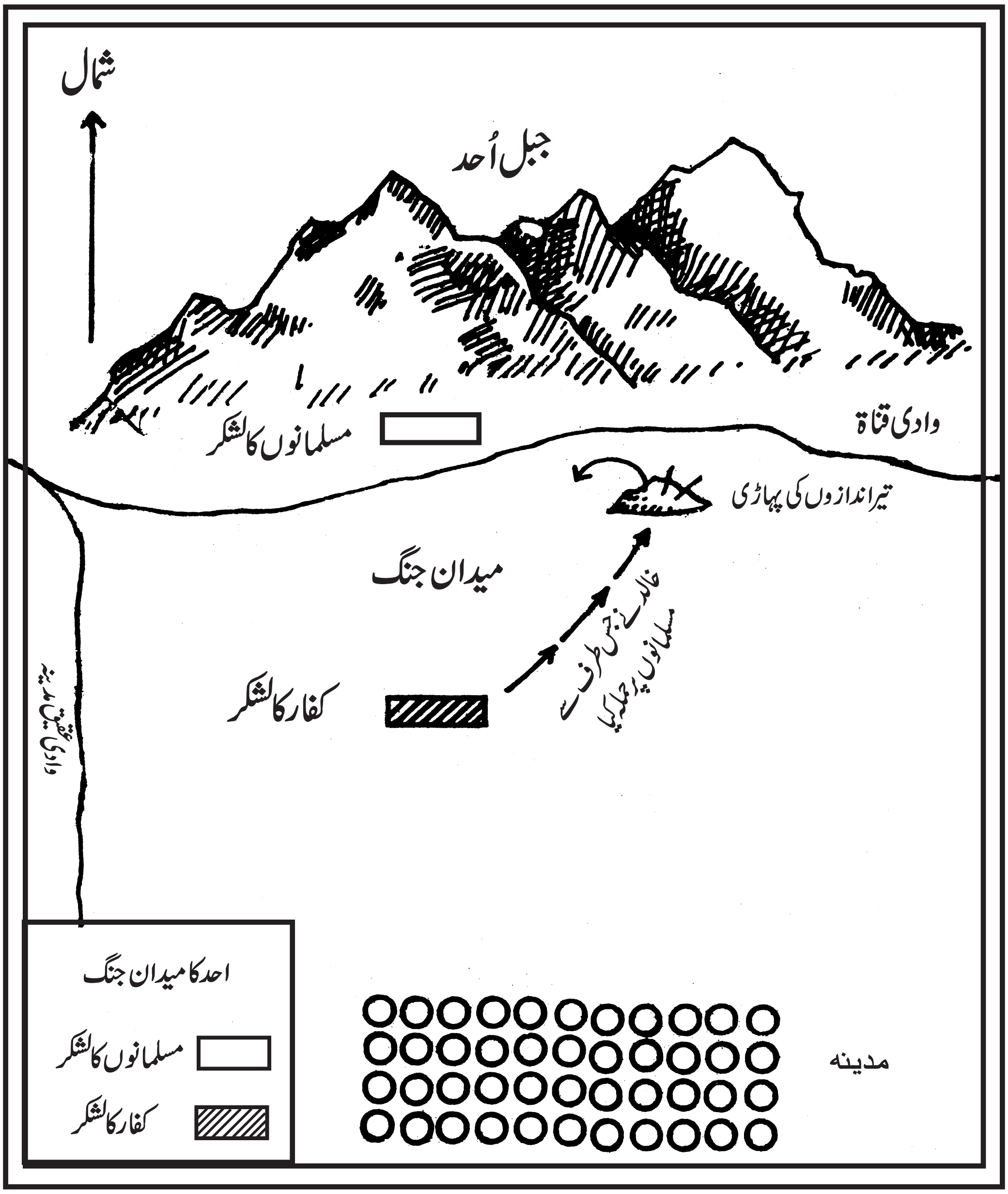

غزوۂ احد کا نقشہ

اُحُدُ جَبَلَ یُحِبُّنَا وَنُحِبُّہٗ

’’احد پہاڑ ہم سے محبت رکھتا ہے اور ہم اس
سے محبت رکھتے ہیں۔‘‘ (حدیث)

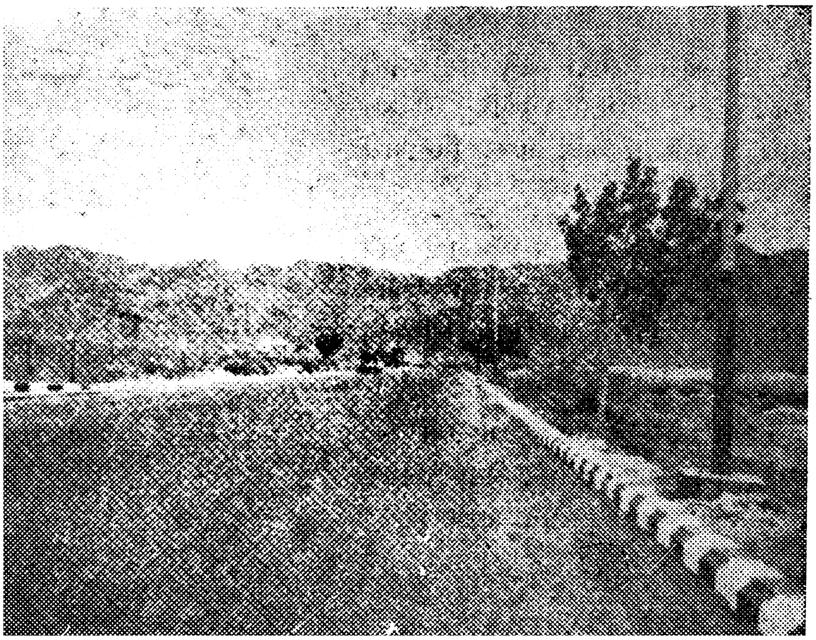

جبل احد
مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے یہاں شوال ۳ھ میں (۶۲۵ء)
میں جنگ ہوئی تھی۔

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا
يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿١٢٥﴾
وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا
النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿١٢٦﴾
لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا
خَآئِبِيْنَ ﴿١٢٧﴾
لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ
فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿١٢٨﴾
وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ
وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١٢٩﴾
يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰٓوا اَضْعَافًا
مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٣٠﴾
وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿١٣١﴾
وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾
وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ
وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٣﴾
الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّاۗءِ وَالضَّرَّاۗءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ
وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾
وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ
فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾
اُولٰۗىِٕكَ جَزَاۗؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾

١٢٥ بلا شبہ اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو اور وہ تمہارے اوپر دفعۃً حملہ آور ہوئے تو تمہارا رب پانچ ہزار نشان رکھنے والے فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا۔ ١٥٦؎

١٢٦ اللہ نے اسے تمہارے لئے بشارت بنایا اور تاکہ تمہارے دل اس سے مطمئن ہوجائیں، ورنہ نصرت تو اللہ ہی کے پاس سے آتی ہے جو غالب بھی ہے اور حکیم بھی۔ ١٥٧؎

١٢٧ نیز (تمہاری مدد) اس لئے کہ اللہ کافروں کے ایک حصہ کو کاٹ دے یا انہیں ایسا ذلیل کردے گا کہ وہ نامراد ہوکر لوٹیں۔

١٢٨ اس معاملہ میں تمہیں کوئی اختیار نہیں ١٥٨؎ وہ چاہے انھیں معاف کرے یا سزا دے کہ وہ ظالم ہیں۔

١٢٩ اور اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ وہ جس کو چاہے بخش دے اور جس کو چاہے عذاب دے۔ ١٥٩؎ اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

١٣٠ اے ایمان والو! یہ دوگنا چوگنا سود نہ کھاؤ ١٦٠؎۔ اللہ سے ڈرو تاکہ تم کامیاب ہو۔

١٣١ اور اس آگ سے بچو جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

١٣٢ اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔

١٣٣ اور دوڑو اپنے رب کی مغفرت اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کی وسعت کی طرح ہے۔ ١٦١؎ یہ متقیوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔

١٣٤ جو خوشحالی اور تنگی ہر حال میں انفاق کرتے ہیں، غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں سے درگذر کا معاملہ کرتے ہیں۔ اللہ ایسے نیکوکاروں کو پسند کرتا ہے۔

١٣٥ یہ لوگ جب کسی بے حیائی کا ارتکاب یا (کوئی گناہ کرکے) اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو اللہ کو یاد کرکے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہوں کو معاف کرے؟ ١٦٢؎ اور وہ جانتے بوجھتے اپنے کئے پر اصرار نہیں کرتے۔ ١٦٣؎

١٣٦ ایسے لوگوں کی جزا ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے نیز ایسے باغات ہیں جن کے تلے نہریں رواں ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ہی اچھا اجر ہے عمل کرنے والوں کے لئے۔

۱۵۶۔ یہ بات اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں فرمائی کہ تین ہزار نہیں بلکہ پانچ ہزار فرشتوں کے ذریعہ تمہاری مدد کی جائے گی بشرطیکہ تم ثابت قدم رہو اور تقویٰ اختیار کرو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا اور مسلمانوں نے کفار کو شکست دی لیکن شکست دے چکنے کے بعد مسلمانوں کے ایک دستہ نے رسول کی ہدایت کی خلاف ورزی کی اور مورچہ چھوڑ کر مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو زک پہنچی۔

نشان رکھنے والے فرشتوں سے مراد یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا نشان لگائے ہوئے ہوں گے اور خاص اہتمام کے ساتھ اس مقصد کے لئے نازل کئے جائیں گے۔

۱۵۷۔ یعنی فرشتوں کے ذریعہ مدد کا یہ وعدہ بشارت کے طور پر تھا۔ اگر یہ بشارت نہ بھی دی جاتی تب بھی تمہیں یہی سمجھنا چاہئے تھا کہ فتح و نصرت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ غالب ہے جسے چاہے غلبہ عطا فرمائے اور حکیم ہے اس لئے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

۱۵۸۔ خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور اختیار سے مراد کسی کے بارے میں عذاب الٰہی کے مستحق ہونے کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے مطلب یہ ہے کہ جو لوگ آج تمہارے اور اسلام کے دشمن بنے ہوئے ہیں ضروری نہیں کہ آئندہ بھی دشمن ہی رہیں ہوسکتا ہے کہ اللہ انہیں توبہ کی توفیق دے اور وہ اسلام کی طرف پلٹ آئیں اور اللہ انہیں معاف کر دے اور یہ بھی ممکن ہے کی وہ اپنے ظلم کی بنا پر توبہ کی توفیق سے محروم رہیں اور سزا کے مستحق قرار پائیں۔ اس آیت میں توبہ کا جو اشارہ تھا وہ کچھ دنوں کے بعد حقیقت بن گیا چنانچہ یہی دشمنان اسلام جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف احد میں صف آراء ہوئے تھے مثلاً ابوسفیان خالد بن ولید، صفوان بن امیہ وغیرہ وہ کچھ عرصہ بعد ایمان لا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حامی و ناصر بن گئے۔

۱۵۹۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ نوٹ ۴۷۸۔

۱۶۰۔ دوگنے چوگنے سود کی ممانعت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف سود در سود حرام ہے بلکہ سود ہر طرح کا حرام ہے خواہ وہ مفرد ہو یا مرکب اور اس کی شرح معمولی ہو یا بھاری جیسا کہ سورہ بقرہ آیت ۲۷۵ سے واضح ہے۔

یہاں دوگنے چوگنے کی صفت محض سود کی قباحت کو واضح کرنے کے لئے ہے تاکہ اس سے پوری طرح نفرت پیدا ہو کیونکہ آدمی ایک مرتبہ جب سود خوری کو جائز کر لیتا ہے تو پھر اسے اس کی بدترین شکل اختیار کرنے میں بھی تامل نہیں ہوتا۔ سود کی حرمت کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ نوٹ ۴۵۶ تا ۴۶۴۔

۱۶۱۔ یعنی دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر تم اپنے لئے مادی فوائد کی ایک آب جو حاصل کرنا چاہتے ہو جو چند روزہ دنیا کے لئے ہے لیکن اللہ تعالیٰ تمہیں بحر بیکراں عطا کرنا چاہتا ہے یعنی ایسی وسیع جنت جس کا عرض آسمان و زمین کے برابر ہے اور جو ابدی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن زمین اور آسمان کے درمیان کی فضا جنت کی فضا ہوگی اور جنتی لوگ اس فضا کی سیر بہ آسانی کر سکیں گے زمین و آسمان کی وسعت کی تمثیل سے جنت کی وسعت کا یہ دھندلا سا تصور سامنے آتا ہے۔ اصل حقیقت اللہ ہی کو معلوم ہے۔

۱۶۲۔ اس سے عیسائیوں کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہے کہ گناہ کو بخشنے کا اختیار حضرت عیسیٰؑ کو اور ان کے چرچ کے پادریوں کو ہے بائبل میں حضرت عیسیٰ کی طرف یہ بات غلط طور پر منسوب کی گئی کہ انہوں نے اپنے شاگردوں سے کہا: ''جن کے گناہ تم بخشو ان کے بخشے گئے ہیں جن کے گناہ تم قائم رکھو ان کے قائم رکھے گئے ہیں۔'' (یوحنا ۲۰: ۲۳)

۱۶۳۔ یعنی اگر وقتی جذبات سے مغلوب ہو کر کسی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو خدا کی یاد انہیں توبہ و استغفار پر آمادہ کرتی ہے اور وہ گناہ پر جمے نہیں رہتے۔

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ﴿١٣٧﴾

۱۳۷ تم سے پہلے سنن الٰہی کے واقعات گذر چکے ہیں تو زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ جھٹلانے والوں کا کیا انجام ہوا۔ ۱۶۴ـ

هٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٣٨﴾

۱۳۸ یہ لوگوں کیلئے بیان ہے ۱۶۵ـ ۔اور متقیوں کیلئے ہدایت ونصیحت۔

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ
مُؤْمِنِينَ ﴿١٣٩﴾

۱۳۹ پست ہمت نہ ہو اور غم نہ کرو تم ہی غالب رہوگے اگر تم مؤمن ہو۔ ۱۶۶ـ

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ
وَتِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ
الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ وَاللَّهُ
لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ﴿١٤٠﴾

۱۴۰ اگر تم کو زخم لگا ہے تو اسی طرح کا زخم ان لوگوں (دشمن) کو بھی لگ چکا ہے۔ ۱۶۷ـ ان ایام کو ہم اسی طرح لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں ۱۶۸ـ ۔اور (یہ دن تم پر اس لئے لایا گیا) کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ سچے اہل ایمان کون ہیں اور چاہتا تھا کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنائے ۱۶۹ـ۔ اللہ کو ظالم لوگ پسند نہیں ہیں۔

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ ﴿١٤١﴾

۱۴۱ اور (یہ حادثہ اس لئے پیش آیا) تا کہ اللہ اہل ایمان کو خالص کردے اور کافروں کی سرکوبی کرے۔

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ
جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصَّابِرِينَ ﴿١٤٢﴾

۱۴۲ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ اللہ نے ابھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم میں سے کون لوگ جہاد کرنے والے ہیں۔ ۱۷۰ـ اور (یہ ابتلا اس لئے بھی ضروری ہے) تا کہ وہ دیکھ لے کہ کون صبر کرنے والے ہیں۔

وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ فَقَدْ
رَأَيْتُمُوهُ وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ ﴿١٤٣﴾

۱۴۳ تم موت کے سامنے آنے سے پہلے اس کی تمنا کر رہے تھے ۱۷۱ـ لیکن جب تم نے اسے دیکھ لیا تو دیکھتے ہی رہ گئے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ
أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ
يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي
اللَّهُ الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٤﴾

۱۴۴ محمد تو بس ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے بھی رسول گذر چکے ہیں۔ پھر کیا اگر وہ وفات پا جائیں یا قتل کردئے جائیں تو تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟ ۱۷۲ـ جو کوئی الٹے پاؤں پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا۔ اور اللہ قدر شناس لوگوں کو جلد ہی جزاء سے نوازے گا۔ ۱۷۳ـ

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ
وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُرِدْ
ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ﴿١٤٥﴾

۱۴۵ کوئی متنفس اللہ کے اذن کے بغیر مر نہیں سکتا اس کا وقت مقرر ہے اور لکھا ہوا ہے ۱۷۴ـ ۔ جو کوئی دنیا کا انعام چاہتا ہے ہم اسے اسی میں سے دیتے ہیں۔ اور جو آخرت کے انعام کا طالب ہو تو ہم اُسے اس میں سے دیں گے۔ اور ہم شکر کرنے والوں کو ضرور جزا سے نوازیں گے۔

۱۶۴۔ سنن سے مراد اللہ کے وہ قاعدے ہیں جن کے تحت وہ قوموں کو سزا دیتا رہتا ہے۔اس سنت کے مظاہر تباہ شدہ قوموں کے آثار کی شکل میں سرزمین عرب میں موجود تھے مثلاً قوم ثمود اور قوم لوط وغیرہ کے آثار۔ان علاقوں کا سفر کر کے آدمی ان قوموں کے انجام سے عبرت حاصل کرسکتا ہے۔جو سفر تلاش حقیقت اور تاریخی واقعات سے عبرت حاصل کرنے کی غرض سے کیا جائے وہ یقیناً مفید ہوگا اور یہاں ترغیب ایسے ہی سفر کی دی گئی ہے۔رہا وہ سفر جو تاریخی آثار کی محض سیر کرنے اور کھنڈرات کو دیکھ کر اپنی جغرافیائی اور فنی معلومات میں اضافہ کرنے کے لئے ہو اس سے عظیم مقصد حاصل نہیں کیا جاسکتا۔

۱۶۵۔ یعنی یہ حقیقت افروز بیان ہے۔

۱۶۶۔ یعنی اگر وقتی طور سے تمہیں شکست سے دوچار ہونا پڑا ہے اور وہ بھی تمہاری اپنی غلطیوں کے نتیجہ میں تو اس کا ایسا اثر قبول کرنا صحیح نہ ہوگا کہ مستقبل کی طرف سے مایوس ہو کر بیٹھ رہو بلکہ تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئے اور تمہیں یقین رکھنا چاہئے کہ کفر و اسلام کی کشمکش میں بالآخر پلڑا تمہارا ہی بھاری رہے گا اور سربلند تم ہی ہوگے بشرطیکہ تم نے اپنے کو سچا اور پکا مؤمن ثابت کر دکھایا کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اہل ایمان اپنے ایمانی تقاضوں کو پورا کریں اور رسول کی رفاقت میں راہ خدا میں تن من دھن کی بازی لگائیں اور اس کے بعد بھی اللہ کی نصرت سے محروم رہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ اللہ کا یہ وعدہ حرف بہ حرف پورا ہوا۔

واضح رہے کہ غالب اور سربلند رہنے کا یہ وعدہ افراد سے نہیں بلکہ گروہ مؤمنین سے ہے اور یہ اس صورت میں ہے جبکہ کفر اور اسلام کی جنگ برپا ہو یعنی خالصۃً اللہ کے کلمہ کو بلند کرنے کے لئے جہاد کیا جائے۔اور صبر و تقویٰ کا دامن چھوڑ نہ دیا جائے۔

۱۶۷۔ اشارہ ہے جنگ بدر کی طرف جس میں کافروں کو چوٹ کھانا پڑی تھی۔

۱۶۸۔ ایام سے مراد وہ تاریخی دن ہیں جن میں قوموں کی فتح و شکست کے واقعات پیش آئے۔یہ واقعات اللہ تعالیٰ کے قانون ابتلا کے تحت پیش آئے ہیں۔

۱۶۹۔ شہید وہ ہے جو اللہ کی راہ میں مارا جائے اسے شہید کا لقب اس لئے دیا گیا ہے کہ وہ اسلام کی حقانیت کی گواہی جان دیکر پیش کرتا ہے۔شہادت نہایت بلند درجہ ہے اور غزوۂ احد میں جو مسلمان مارے گئے اس کی حکمت یہاں یہ بیان کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس اعلیٰ مقام پر فائز کرنا چاہتا تھا۔

۱۷۰۔ یعنی یہ خیال کرنا غلط ہے کہ حق کی راہ آزمائشوں کی راہ نہیں ہے اور آدمی ایمان لانے کا دعویٰ کر کے سیدھے جنت میں داخل ہوسکتا ہے اور اسے کسی ایسے مرحلے سے گذرنا نہیں ہوگا جس میں اس کے دعوئے ایمانی کی جانچ ہو اور قربانیوں کا اس سے مطالبہ ہو۔

۱۷۱۔ اشارہ ہے ان نوجوانوں کی طرف جنہیں جنگ بدر میں شرکت کا موقع نہیں ملا تھا وہ ''شہادت'' کی تمنا کا اظہار کر رہے تھے اور اسی شوق شہادت میں انہوں نے مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا۔

۱۷۲۔ الٹے پاؤں پھر جانے کا مطلب کفر اور جاہلیت کی طرف پلٹنا ہے۔

یہاں جو بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح دنیا میں اللہ کے بہت سے رسول گذر چکے ہیں اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی اللہ کے ایک رسول ہیں اس لئے جس طرح دوسرے رسولوں کو موت سے دوچار ہونا پڑا اسی طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک دن وفات پانا ہے ان کے رسول ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ وفات نہیں پائیں گے یا قتل نہیں ہوسکتے۔یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور اس میں رسولوں کے ساتھ بھی آزمائشیں لگی ہوئی ہیں۔

موقع کلام کے لحاظ سے یہاں اس تاثر کا ازالہ مقصود ہے جو بعض مسلمانوں نے جنگ احد کے موقع پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے شہید ہوجانے کی افواہ کے نتیجہ میں قبول کیا تھا۔

واضح رہے کہ جنگ احد کے موقع پر کافروں نے یہ افواہ اڑائی تھی کہ پیغمبر قتل کر دئے گئے جس سے مسلمانوں کی صفوں میں وقتی طور پر انتشار پیدا ہوگیا تھا اگرچہ کہ اولوالعزم صحابہ نے یہ حوصلہ افزا جواب دیا تھا کہ جس مقصد کے لئے آپؐ نے جان دی اس کے لئے ہم کیوں نہ جان دیں یا یہ کہ جب آپؐ ہی نہ رہے تو ہمارے رہنے سے کیا فائدہ۔

۱۷۳۔ یعنی جنہوں نے دین اسلام کی نعمت پالینے کے بعد اس کی قدر کی خواہ اس کا رسول ان کے درمیان موجود ہو یا وفات پاچکا ہو ان کو اللہ جزاء سے نوازے گا۔

۱۷۴۔ اللہ نے ہر شخص کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے جو ایک نوشتہ میں درج ہے۔موت نہ اس سے پہلے آتی ہے نہ اس کے بعد لہٰذا موت کے اندیشہ سے جہاد جیسے دینی فریضہ سے فرار کی راہ اختیار کرنا صحیح نہیں ۔

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا
وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا
وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾

۱۴۶ کتنے ہی انبیاء گذرے ہیں جن کے ساتھ ہوکر بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی ۱۷۵؎ اور جو مصیبتیں انہیں اللہ کی راہ میں پیش آئیں ان کی وجہ سے وہ پست ہمت نہیں ہوئے نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ وہ (دشمنوں کے آگے) جھکے۔ اور اللہ کو ثابت قدم رہنے والے لوگ ہی پسند ہیں۔

وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا
ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا
وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾

۱۴۷ ان کی زبان سے تو بس یہی کلمات نکلے کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہوں کو بخش دے، ہمارے کام میں جو زیادتیاں ہوگئی ہوں ان سے درگذر فرما ۱۷۶؎، ہمارے قدم جمادے اور کافروں پر ہمیں غلبہ عطا فرما۔

فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾

۱۴۸ نتیجہ یہ کہ اللہ نے ان کو دنیا کے انعام سے بھی نوازا اور آخرت کے بہترین انعام سے بھی۔ اور اللہ کو ایسے ہی نیک کردار لوگ پسند ہیں۔ ۱۷۷؎

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ
عَلٰٓي اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾

۱۴۹ اے ایمان والو! اگر تم کافروں کا کہنا مان لوگے تو وہ تمہیں الٹا پھیر لے جائیں گے اور تم نامراد ہوجاؤ گے۔

بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَھُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾

۱۵۰ تمہارا مولیٰ (رفیق) تو اللہ ہے۔ اور وہ بہترین مددگار ہے۔

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا
بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىھُمُ النَّارُ ۭ وَ
بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾

۱۵۱ عنقریب ہم کافروں کے دلوں میں رعب بٹھا دینگے ۱۷۸؎ اس وجہ سے کہ انہوں نے ایسی چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا جن کے لئے اس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور کیا ہی بُری جائے قیام ہے ظالموں کیلئے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَھُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ
حَتّٰٓي اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ
مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ
الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ
عَنْھُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ
ذُوْ فَضْلٍ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾

۱۵۲ اللہ نے جو وعدہ تم سے کیا تھا اسے سچ کر دکھایا جب کہ تم اس کے اذن سے ان کو بے دریغ قتل کر رہے تھے ۱۷۹؎ یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور (مورچہ پر قائم رہنے کے) معاملہ میں باہم اختلاف کیا اور نافرمانی کی بعد اس کے کہ اللہ نے تمہیں وہ چیز دکھائی جس کے تم دلدادہ تھے۔ تم میں کچھ طالب دنیا تھے ۱۸۰؎ اور کچھ طالب آخرت۔ تب اس نے تمہارا رخ ان (دشمنوں) کی طرف سے پھیر دیا ۱۸۱؎ تاکہ وہ تمہاری آزمائش کرے۔ تاہم اس نے تمہیں معاف کر دیا اور اللہ مؤمنوں کے حق میں بڑا مہربان ہے۔ ۱۸۲؎

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓي اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ
يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّۢا بِغَمٍّ
لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰي مَا فَاتَكُمْ
وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥٣﴾

۱۵۳ جب تم (مورچہ چھوڑ کر) چلے جا رہے تھے اور کسی کی طرف مڑ کر بھی دیکھتے نہ تھے حالانکہ رسول تم کو پیچھے سے پکار رہا تھا ۱۸۳؎ تو اللہ نے تم کو غم پر غم پہنچایا ۱۸۴؎ تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے یا جو مصیبت تمہیں پیش آئے اس پر دل گرفتہ نہ ہو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے۔

۱۷۵۔ اشارہ ہے ان جنگوں کی طرف جو حضرت سموئیل، حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی قیادت میں لڑی گئیں۔ اس سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو جن شدائد کا سامنا کرنا پڑا اس سے وہ بددل نہ ہوں۔ راہ خدا میں جنگ اور مصائب کا پیش آجانا کوئی نئی بات نہیں ہے گذشتہ انبیاء اور ان کے رفقاء کو بھی یہ مراحل پیش آتے رہے ہیں اور ان سے گذر کر ہی وہ بلند مقام کو پہنچ سکے ہیں۔

۱۷۶۔ یعنی ان مصیبتوں کے پیش آنے پر انہوں نے خدا اور اس کے رسول کے خلاف باتیں نہیں کیں بلکہ اپنی کمزوریوں کا اعتراف کرتے رہے اور اللہ سے اپنے قصوروں کیلئے معافی کے خواستگار ہوئے اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کو دنیا میں بھی سرفرازی نصیب ہوئی اور آخرت میں بھی وہ بہترین انعامات سے نوازے گئے۔

۱۷۷۔ متن میں لفظ ''محسنین'' استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ ہیں وہ لوگ جو احسان یعنی حسن عمل کا رویہ اختیار کریں مراد نیک کردار اور خوب کار لوگ ہیں جو اپنے فرائض (Duties) کو نہ صرف ادا کرتے ہیں۔ بلکہ بحسن وخوبی ادا کرتے ہیں اوپر جن لوگوں کی صفت، راہ خدا میں جاں فروشی کی بیان کی گئی ہے ان کو محسنین کے لقب سے نوازا گیا ہے۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ احسان کے مفہوم میں دین کے لئے سرفروشانہ جدوجہد کرنا اور اللہ کی خاطر قربانیاں دینا بدرجۂ اولیٰ شامل ہے۔

۱۷۸۔ ایمان عزم اور حوصلہ کی بنیاد ہے اس لئے مؤمنوں کے حوصلے بلند ہوتے ہیں اور یہ بلند حوصلگی مشرکین اور کفار کے دلوں میں رعب پیدا کرتی ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

نصرت بالرعب مسیرۃ شهر (میری ایسے رعب کے ذریعہ مدد کی گئی ہے کہ اگر دشمن ایک ماہ کی مسافت کے بقدر دوری پر ہو تو اس پر بھی رعب طاری ہوگا۔)
(تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۱۱ بحوالہ صحیحین)

اور واقعات نے اس کی تصدیق کی چنانچہ مسلمانوں کی دھاک قیصر وکسریٰ ہی پر نہیں بیٹھی بلکہ اس کے اثرات ہندوستان اور اسپین تک وسیع ہوئے۔

۱۷۹۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا وعدۂ نصرت غزوۂ احد کے موقع پر بھی پورا ہوا چنانچہ مسلمان تعداد میں کم ہونے اور بے سروسامانی کی حالت میں ہونے کے باوجود مشرکین پر بھاری رہے جس کا ثبوت اس بات سے ملتا ہے کہ مشرکین میں سے جو لوگ یکے بعد دیگرے پرچم سنبھال رہے تھے مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوئے اور بالآخر پرچم زمین پر گر گیا جو اس زمانہ میں شکست کی علامت تھی۔ لیکن اس کے بعد مسلمانوں سے کچھ کمزوریوں کا صدور ہوا جس کے نتیجہ میں انہیں بڑی زک پہنچی۔

۱۸۰۔ یہ تھیں وہ کمزوریاں اور غلطیاں جو غزوۂ احد کے موقع پر عین حالت جنگ میں مسلمانوں سے سرزد ہوئیں۔ اول تو مسلمان ابتدائی فتحمندی کو دیکھنے کے بعد ڈھیلے پڑ گئے کہ گویا فتح تو ہمارے لئے مقدر ہی ہے۔

دوسرے یہ کہ اللہ کے رسول نے ایک دستہ پشت کی طرف درّے پر حفاظت کے لئے متعین کیا تھا اور انہیں تاکید کی تھی کہ وہ اسے کسی حال میں نہ چھوڑیں لیکن فتح کو اپنے سامنے دیکھ کر ان کے درمیان یہ اختلاف پیدا ہو گیا کہ ایسی صورت میں اسے چھوڑ کر مال غنیمت حاصل کرنے میں کیا حرج ہے اگرچہ کہ دستہ کے سردار عبداللہ بن جبیر نے انہیں روکنے کی کوشش کی۔ لیکن سوائے چند افراد کے سب نے نافرمانی کی۔

تیسرے یہ کہ وہ حکم رسول کی خلاف ورزی کر کے قبل از وقت مال غنیمت سمیٹنے میں لگ گئے اور صرف تھوڑے آدمی اپنی جگہ قائم رہے اس چیز سے دشمن نے فائدہ اٹھایا اور پشت سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے حوصلے پست ہوئے۔

چوتھے یہ کہ مسلمانوں میں بعض لوگوں نے مال غنیمت سمیٹنے میں جلدی کر کے آخرت کے بجائے دنیا پر اپنی نگاہیں جما دیں۔

۱۸۱۔ یعنی ان کمزوریوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ تم میں دشمن سے مقابلہ کا حوصلہ نہیں رہا۔

۱۸۲۔ ''مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کیلئے اللہ کا وعدۂ نصرت غیر مشروط نہیں ہے کہ وہ جو رویہ بھی چاہیں اختیار کریں لیکن خدا کی نصرت ہر حال میں ان کے ہمرکاب ہی ہے بلکہ یہ مشروط ہے اس شرط کے ساتھ کہ مسلمان ادائے فرض میں ڈھیلے نہ پڑیں، اطاعت امر میں اختلاف نہ کریں، خدا اور رسول کی نافرمانی نہ کریں۔

آخرت کو چھوڑ کر دنیا کے طالب نہ بنیں۔ اگر اس طرح کی کوئی چیز ان کے اندر پائی جاتی ہے تو بھی اللہ تعالیٰ یہ نہیں کرتا کہ ان پر غضب نازل کر دے بلکہ ان کو ایسی آزمائشوں میں مبتلا کرتا ہے جن سے ان کی یہ کمزوریاں دور ہوں اور وہ خدا کی تائید و نصرت کے حقدار بن سکیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے عفو و درگذر اور اس کے فضل و عنایت ہی کی ایک شکل ہوتی۔ چنانچہ آیت کے آخر میں اس عفو و فضل کی طرف بھی اشارہ فرمایا۔'' (تدبر قرآن ج ۱ ص ۷۹۵)

۱۸۳۔ مسلمانوں کی صفوں میں جب انتشار پیدا ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند جانباز صحابہ کے ساتھ جن میں حضرت علیؓ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت طلحہ جیسے جاں نثار شامل تھے اپنی جگہ جمے رہے اور مسلمانوں کو آواز دے رہے تھے کہ میری طرف آؤ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس کے بعد خود اللہ کا رسول زخمی ہوا۔

۱۸۴۔ غم اس بات کا کہ اس جنگ میں مسلمانوں کو سخت زک پہنچی چنانچہ ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے جن میں حضرت حمزہ اور عبداللہ بن جحش جیسی ممتاز شخصیتیں شامل ہیں علاوہ ازیں مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد زخمی ہوئی اس پر مزید غم جو پہاڑ کی طرح مسلمانوں پر ٹوٹ پڑا وہ اس غلط خبر کا تھا کہ نبی ﷺ شہید ہو گئے۔

پھر اس غم کے بعد اس نے تم پر اطمینان نازل فرمایا، یہ اونگھ کی حالت تھی جو تم میں سے ایک گروہ پر طاری ہورہی تھی مگر دوسرے گروہ کو اپنی جانوں ہی کی پڑی تھی۔ یہ لوگ اللہ کے بارے میں خلاف حق جاہلیت کی سی بدگمانی کررہے تھے۔ کہتے ہیں کیا اس معاملہ میں ہمیں بھی کوئی اختیار ہے؟ کہو سارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے۔ (دراصل) ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس معاملہ میں ہمیں اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے۔ کہو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کا قتل ہونا مقدر تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے۔ یہ جو کچھ پیش آیا اس لئے پیش آیا تاکہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اسے اللہ پرکھے اور جو (کدورت) تمہارے دلوں میں ہے اسے صاف کرے اللہ تمہارے باطن کا حال بخوبی جانتا ہے۔ (القرآن)

ثُمَّ أَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ أَمَنَةً نُعَاسًا يَغْشَىٰ طَائِفَةً
مِنْكُمْ ۖ وَطَائِفَةٌ قَدْ أَهَمَّتْهُمْ أَنْفُسُهُمْ يَظُنُّونَ بِاللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ
ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۖ يَقُولُونَ هَلْ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ مِنْ شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ
الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۗ يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ لَكَ ۖ يَقُولُونَ
لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا ۗ قُلْ لَوْ كُنْتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ
لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَىٰ مَضَاجِعِهِمْ ۖ وَلِيَبْتَلِيَ
اللَّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿١٥٤﴾

١٥٤ پھراس غم کے بعداس نے تم پر اطمینان نازل فرمایا، یہ اونگھ کی حالت تھی جو تم میں سے ایک گروہ پر طاری ہورہی تھی ١٨٥؎ مگر دوسرے گروہ کو اپنی جانوں ہی کی پڑی تھی ۔ یہ لوگ اللہ کے بارے میں خلاف حق جاہلیت کی سی بدگمانی کررہے تھے ۔ کہتے ہیں کیا اس معاملہ میں ہمیں بھی کوئی اختیار ہے؟ کہو سارا معاملہ اللہ کے اختیار میں ہے۔ وہ اپنے دلوں میں جو بات چھپائے ہوئے ہیں اسے تم پر ظاہر نہیں کرتے ۔ (دراصل) ان کا کہنا یہ ہے کہ اگر اس معاملہ میں ہمیں اختیار ہوتا تو ہم یہاں مارے نہ جاتے ۔ کہو اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو جن کا قتل ہونا مقدر تھا وہ اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے ١٨٦؎۔ یہ جو کچھ پیش آیا اس لئے پیش آیا تا کہ جو کچھ تمہارے سینوں میں پوشیدہ ہے اسے اللہ پرکھے اور جو (کدورت) تمہارے دلوں میں ہے اسے صاف کرے اللہ تمہارے باطن کا حال بخوبی جانتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ
الشَّيْطَانُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۖ وَلَقَدْ عَفَا اللَّهُ عَنْهُمْ ۗ
إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴿١٥٥﴾

١٥٥ جس دن دونوں لشکر ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تھے ١٨٧؎ اس دن تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ پھیری ان سے شیطان نے ان کے بعض اعمال کے باعث لغزش کرادی تھی ١٨٨؎ اللہ نے انہیں معاف کردیا۔ بلاشبہ اللہ بڑا بخشنے والا بردبار ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا
لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ أَوْ كَانُوا غُزًّى لَوْ كَانُوا
عِنْدَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي
قُلُوبِهِمْ ۗ وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرٌ ﴿١٥٦﴾

١٥٦ اے ایمان والو! ان لوگوں کی طرح نہ ہوجاؤ جنہوں نے کفر کیا اور جو اپنے بھائیوں کے بارے میں جب کہ وہ سفر پر گئے ہوں یا جنگ میں شریک ہوئے ہوں (اور انہیں موت آجائے تو) کہتے ہیں اگر وہ ہمارے پاس موجود ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل کئے جاتے (انہیں یہ خوش فہمی اس لئے ہے) تا کہ اللہ اس کو ان کے دلوں میں باعث حسرت بنادے۔ ١٨٩؎ ورنہ اللہ ہی ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو سب اللہ کی نگاہ میں ہے۔

وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِنَ اللَّهِ
وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ ﴿١٥٧﴾

١٥٧ اگر تم اللہ کی راہ میں قتل ہوگئے یا مر گئے تو اللہ کی مغفرت اور رحمت (جس سے کہ تم نوازے جاؤ گے) ان تمام چیزوں سے کہیں بہتر ہے جن کو یہ لوگ جمع کررہے ہیں۔

وَلَئِنْ مُتُّمْ أَوْ قُتِلْتُمْ لَإِلَى اللَّهِ تُحْشَرُونَ ﴿١٥٨﴾

١٥٨ اور خواہ تم مرو یا مارے جاؤ بہرحال تمہیں جمع اللہ ہی کے حضور ہونا ہے۔

۱۸۵۔ جنگ میں ایک موقع ایسا آیا کہ خوف کی شدت کو زائل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اونگھ کی حالت طاری کردی یہ حالت اس وقت طاری ہوئی جب کہ لڑائی کچھ دیر کے لئے رک گئی تھی اور مسلمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو کر اپنی قوت مجمع کررہے تھے۔

۱۸۶۔ یعنی تم میں ایک گروہ خدا کے بارے میں بدگمانیوں میں مبتلا رہا۔اس کا خیال تھا کہ اگر مدینہ میں رہ کر جنگ لڑی جاتی تو ہم قتل نہ ہوتے۔اس کی تردید میں فرمایا تمہارا یہ خیال غلط ہے اگر تم اپنے گھروں میں بھی ہوتے تو نوشتۂ الٰہی غالب آتا اور تمہاری موت وہیں ہوتی جہاں کے لئے مقدر تھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی موت کا وقت اور اس کے مرنے کی جگہ لکھ رکھی ہے۔اور اس کی تصدیق آئے دن کے حادثات سے ہوتی ہے کہ آدمی کا گمان جس جگہ کے لئے نہیں ہوتا وہاں وہ کسی نہ کسی بہانے پہنچ کر رہتا ہے اور اس کی موت واقع ہوتی ہے۔

۱۸۷۔ مراد جنگ احد ہے۔ (ملاحظہ ہو نوٹ ۱۵۲)

۱۸۸۔ منافقین کی شرارت سے کچھ کمزور قسم کے مسلمان بھی متاثر ہوئے تھے لیکن بعد میں انہیں اپنی غلطی کا احساس ہو گیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں معاف کردیا۔یہاں اس صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے بعض پچھلے گناہوں کی وجہ سے شیطان نے انہیں ٹھوکر کھلائی کیونکہ شیطان کا حربہ ان لوگوں پر کارگر ثابت ہوتا ہے جو گناہ کے لئے اپنے نفس کو ڈھیل دے دیتے ہیں۔

۱۸۹۔ یعنی جو لوگ اپنی تدبیروں ہی کو سب کچھ سمجھتے ہیں وہ قضائے الٰہی کے تحت پیش آجانے والے واقعات کی غلط توجیہ کرتے ہیں اور یہ توجیہ ان کے لئے واضح حسرت بن کر رہ جاتی ہے اور وہ کف افسوس ملتے رہ جاتے ہیں کہ اگر ایسا کیا ہوتا تو ایسا ہوتا۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ
لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ
وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ اِنَّ
اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿۱۵۹﴾

۱۵۹ (اے پیغمبر) یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے لئے نرم ہو
۱۹۰ ۔ اگر تم تندخو اور سنگ دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے چھٹ
جاتے ۔ لہٰذا انہیں معاف کرو اور ان کے حق میں استغفار کرو نیز (جہاد
جیسے مہمات) امور میں ان سے مشورہ کرتے رہو ۱۹۱ ۔ پھر جب عزم
کرلو تو اللہ پر توکل کرو۔ یقیناً اللہ توکل کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰ اگر اللہ تمہاری مدد فرمائے تو کون ہے جو تم پر غالب آئے؟ اور
اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا۔
اور اہل ایمان کو اللہ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱ کسی نبی کا یہ کام نہیں ہوسکتا کہ وہ خیانت کرے۔ ۱۹۲ ۔ اور جو
کوئی خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کو لا حاضر کرے
گا ۱۹۳ ۔ پھر ہر نفس کو اس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور کسی
کے ساتھ ناانصافی نہ ہوگی۔

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ
جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲ کیا ایسا شخص جو اللہ کی رضا پر چلنے والا ہو اس شخص کی طرح ہوسکتا
ہے جو اللہ کے غضب کا مستحق ہوا اور جس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ نہایت ہی
برا ٹھکانہ!

هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾

۱۶۳ اللہ کے نزدیک لوگوں کے درجے الگ الگ ہیں، اور وہ جو کچھ
کررہے ہیں اللہ کی نگاہ میں ہے۔ ۱۹۴ ۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ
يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

۱۶۴ واقعی اللہ نے اہل ایمان پر یہ بڑا احسان فرمایا کہ ان میں ان
ہی میں سے ایک ایسا رسول برپا کیا جو انہیں اس کی آیتیں سناتا ہے، ان
کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے ۱۹۵ ۔ ورنہ
اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ
قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾

۱۶۵ یہ کیا بات ہے کہ جب تم پر مصیبت آپڑی جس سے دوگنی
مصیبت تمہارے ہاتھوں (دشمنوں پر) پڑ چکی ہے تو تم کہنے لگے یہ
کہاں سے آگئی؟ ۱۹۶ ۔ (اے پیغمبر!) کہو یہ تمہارے ہی ہاتھوں
آئی ہے ۱۹۷ ۔ یقیناً اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ ۱۹۸ ۔

وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ
الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾

۱۶۶ اور دونوں جماعتوں کے مقابلہ کے دن جو مصیبت تمہیں پہنچی وہ
اللہ کے اذن ہی سے پہنچی اور یہ اسلئے ہوا تاکہ وہ مومنوں کو دیکھ لے۔

۱۹۰؎ یعنی اپنے ساتھیوں کی اصلاح کے معاملہ میں جو نرم روش تم اختیار کئے ہو وہ آئندہ بھی برقرار رہے ایسا نہ ہو کہ جن کمزوریوں کا صدور اس وقت (جنگ اُحد کے موقع پر) ان سے ہوا ہے اس کے پیش نظر تمہارا رویہ ان کے ساتھ سخت ہو جائے۔ بلکہ یہ نرم خوئی ہی انہیں تمہارا گرویدہ بنائے گی اور وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو سکیں گے۔

واضح ہوا کہ نرم خوئی بہت بڑی اخلاقی خوبی ہے۔ اور ایک داعی اور مصلح میں اس صفت کا ہونا ضروری ہے ورنہ وہ لوگوں کو اپنے سے قریب نہیں کر سکتا اور یہی صفت انسان کو ہر دلعزیز بنا دیتی ہے۔

۱۹۱؎ یہاں معاملات میں اہل ایمان سے مشورہ کرتے رہنے کی ہدایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور سیاق کلام سے واضح ہے کہ معاملات سے مراد جہاد جیسے مہمات امور ہیں جن کے سلسلہ میں خدا کی طرف سے کوئی واضح حکم نازل نہ ہوا ہو یا حکم تو نازل ہوا ہو لیکن مسئلہ اس کی تطبیق اور اس کو بروئے کار لانے کے سلسلہ میں تدبیر کا ہو ورنہ حکم خداوندی کی موجودگی میں مشورہ کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ مشورہ کے اس حکم پر غور کرنے سے درج ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے:-

۱ شورائیت اسلامی اجتماعیت کا ایک اہم ترین اصول اور اسلام کے سیاسی نظام کی بنیادی خصوصیت ہے۔

۲ مشورہ کی ہدایت مہمات امور کے لئے ہے یعنی وہ امور و مسائل جن کا اثر امت کی اجتماعی زندگی پر پڑتا ہو اس میں سیاست، جنگ، امن اور اسلامی ریاست سے متعلق تمام اہم امور نیز مصالح امت اور دعوت اسلامی کی جدوجہد سے تعلق رکھنے والے جملہ اہم امور و مسائل داخل ہیں۔

۳ مشورہ کرنے کی ہدایت جب نبی ﷺ کو دی گئی تو امت پر اس کی پابندی بدرجۂ اولیٰ عائد ہوتی ہے کیونکہ امت نبی سے زیادہ اسکی ضرورت مند ہے۔

۴ مہمات امور کے بارے میں فیصلہ مشورہ کے بعد کرنا چاہئے اور یہ فیصلہ (عزم) مشورہ کا نتیجہ ہو بالفاظ دیگر جمہوری رائے فیصلہ کن ہوگی۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا اور صاحب امر نے اپنی رائے ہی کے مطابق فیصلہ کرنے کا طریقہ اختیار کیا تو شوریٰ کی کوئی اہمیت نہیں رہے گی اور مشورہ بے وقعت اور بے اثر ہو کر رہ جائے گا نیز اس سے آمرانہ رجحانات پرورش پائیں گے جس کا نتیجہ حقیقی جمہوریت کے خاتمہ اور آمریت واستبداد کے لئے راہ ہموار ہونے ہی کی شکل میں نکل سکتا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اکثریت دلیل صحت نہیں وہ جمہور کے علی الرغم صاحب امر کو فیصلہ کا اختیار دیتے ہیں بالفاظ دیگر وہ صاحب امر کو دلیل صحت تسلیم کرتے ہیں۔ جب کہ یہ مفروضہ ہی سرے سے غلط ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جہاں تک دلیل صحت کا تعلق ہے نہ جمہور دلیل ہیں اور نہ صاحب امر البتہ مصالح کے پیش نظر اسلام نے جمہور کی رائے کو وزن دیکر اسے فیصلہ کن حیثیت دی ہے جو ایک معقول اور منصفانہ بات ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں جب کہ خود رائی اور خواہش پرستی کا زور ہے صاحب امر کو جمہور کی رائے سے آزاد کرنا اور اسے غیر معمولی اختیارات دیدینا شدید خطرات کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔

۱۹۲؎ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ تیراندازوں نے اپنی جگہ چھوڑ کر قبل از وقت غنیمت لوٹنے میں جو حصہ لیا اس کی وجہ ان کا یہ گمان تھا کہ اگر ہم غنیمت لوٹنے میں شریک نہیں ہوں گے تو ہمیں اس میں حصہ نہیں ملے گا جبکہ فوج کی قیادت اللہ کا نبی کر رہا تھا ایسی صورت میں اس بدگمانی کے لئے کوئی وجہ نہ تھی۔ کیونکہ کوئی نبی امانت و دیانت کے خلاف کوئی کام ہرگز نہیں کرتا۔ واضح رہے کہ اس بات کا کوئی ثبوت موجود نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی نے خیانت کا الزام لگایا تھا تاہم قرآن نے واضح کیا کہ ایک نبی کسی حال میں خیانت کا مرتکب نہیں ہو سکتا یہ وضاحت اس لئے ضروری ہوئی تا کہ مال غنیمت وغیرہ کی تقسیم کے سلسلہ میں نبی کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی نہ ہونے پائے۔

۱۹۳؎ خیانت کے سلسلہ میں حدیث میں نہایت سخت وعید سنائی گئی ہے اور نبی ﷺ نے عمال کو سرکاری خزانہ کے سلسلے میں اس قدر محتاط رہنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ ایک سوئی کا چھپانا بھی ان کے لئے روا نہ تھا۔ فرمایا:

یاایھا الناس من عمل لنا منکم عملاً فکتمنا منہ مخیطا فما فوقہ فھو غل یاتی بہ یوم القیامۃ۔

''لوگو تم میں سے جو کوئی ہمارے کسی کام پر مامور ہو اور پھر وہ ہم سے ایک سوئی یا اس سے کمتر کوئی چیز چھپائے تو وہ خیانت ہے جسے وہ قیامت کے دن لا حاضر کرے گا۔'' (ابن کثیر ج ۱ ص ۴۲۲ بحوالہ احمد)

۱۹۴۔ یعنی جو لوگ عمل کے اعتبار سے یکساں نہیں ہیں تو نتیجہ کے اعتبار سے کس طرح یکساں ہو سکتے ہیں؟

۱۹۵۔ ضروری ہے کہ بھلے اور برے میں فرق کیا جائے۔

(ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ نوٹ ۱۴۹)

۱۹۶۔ یعنی اگر اس جنگ میں تمہیں نقصان پہنچا ہے تو اس سے پہلے جنگ بدر میں تمہارے ہاتھوں دشمن کو اس سے دوگنا نقصان پہنچ چکا ہے۔ چنانچہ بدر میں کفار کے ۷۰ آدمی قتل ہوئے اور ۷۰ قیدی بنا لئے گئے جب کہ احد میں ستر (۷۰) مسلمان شہید ہوئے۔ تاہم اس جنگ میں بھی مسلمانوں کے ہاتھوں کفار کے کئی آدمی قتل ہوئے لیکن بعد میں مسلمانوں کو ان کی اپنی غلطی کی وجہ سے زک پہنچی۔

۱۹۷۔ یعنی تمہاری اپنی کمزوریوں اور غلطیوں کے نتیجہ میں۔

۱۹۸۔ یعنی تمہیں غالب کرنے پر بھی قادر ہے اور پسپا کرنے پر بھی۔

اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لے جو منافق ہیں۔ ان (منافقوں) سے جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا (دشمن کو) دفع کرو تو وہ کہنے لگے اگر ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہوتے۔ وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور جس بات کو یہ چھپاتے ہیں اس کو اللہ اچھی طرح جانتا ہے۔ یہ لوگ خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے۔ ان سے کہو اگر تم سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ (القرآن)

وَلِيَعْلَمَ الَّذِينَ نَافَقُوا ۚ وَقِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَوِ ادْفَعُوا ۖ قَالُوا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنَاكُمْ ۗ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ
أَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْإِيمَانِ ۚ يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِم مَّا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ ۗ
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ ﴿١٦٧﴾

۱۶۷ اور ان لوگوں کو بھی دیکھ لے جو منافق ہیں۔ ان (منافقوں) سے جب کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ کی راہ میں جنگ کرو یا (دشمن کو) دفع کرو تو وہ کہنے لگے اگر ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہوتے ۱۹۹؎۔ وہ اس دن ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب تھے وہ اپنی زبان سے ایسی بات کہتے ہیں جو ان کے دلوں میں نہیں ہے اور جس بات کو یہ چھپاتے ہیں اس کو اللہ اچھی طرح جانتا ہے۔

الَّذِينَ قَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوا لَوْ أَطَاعُونَا مَا قُتِلُوا ۗ قُلْ
فَادْرَءُوا عَنْ أَنفُسِكُمُ الْمَوْتَ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٦٨﴾

۱۶۸ یہ لوگ خود تو بیٹھے رہے اور اپنے بھائیوں کے بارے میں کہا کہ اگر وہ ہماری بات مان لیتے تو مارے نہ جاتے۔ ان سے کہو اگر تم سچے ہو تو اپنے اوپر سے موت کو ٹال کر دکھاؤ۔ ۲۰۰؎

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ
عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴿١٦٩﴾

۱۶۹ جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل ہوئے ہیں انہیں مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں۔ ۲۰۱؎

فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ
يَلْحَقُوا بِهِم مِّنْ خَلْفِهِمْ أَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿١٧٠﴾

۱۷۰ اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو کچھ عطا فرمایا ہے اس سے وہ خوش ہیں اور جو لوگ ان کے پیچھے رہ گئے اور ابھی ان سے ملے نہیں ہیں ان کے بارے میں خوشیاں منا رہے ہیں کہ ان کے لئے بھی نہ کسی طرح کا خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ ۲۰۲؎

يَسْتَبْشِرُونَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٧١﴾

۱۷۱ انہیں اللہ کی نعمت اور اسکے فضل کی بشارت مل رہی ہے اور وہ مطمئن ہیں کہ اللہ مؤمنوں کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا۔ ۲۰۳؎

الَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِلَّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَا أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۚ
لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿١٧٢﴾

۱۷۲ جن لوگوں نے زخم کھانے کے بعد اللہ اور اس کے رسول کی پکار پر لبیک کہا ۲۰۴؎ ان میں سے جو نیک کردار اور متقی ہیں ان کے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ
فَزَادَهُمْ إِيمَانًا وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٧٣﴾

۱۷۳ یہ وہ لوگ ہیں جن سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے خلاف ان لوگوں نے بڑی طاقت اکٹھا کی ہے لہٰذا ان سے ڈرو تو ان کے ایمان میں اضافہ ہوگیا ۲۰۵؎ اور وہ بول اٹھے اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ ۲۰۶؎

فَانقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ وَاتَّبَعُوا
رِضْوَانَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٧٤﴾

۱۷۴ پھر ایسا ہوا کہ یہ لوگ اللہ کی نعمت اور اسکے فضل کے ساتھ واپس لوٹے۔ ان کو کسی طرح کا گزند نہیں پہنچا۔ وہ اللہ کی رضا پر چلے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

إِنَّمَا ذَٰلِكُمُ الشَّيْطَانُ يُخَوِّفُ أَوْلِيَاءَهُ فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ
إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٧٥﴾

۱۷۵ وہ دراصل شیطان تھا جو اپنے ساتھیوں سے ڈرا رہا تھا لہٰذا تم ان سے نہ ڈرو مجھ سے ڈرو اگر تم مؤمن ہو۔

۱۹۹؎ اشارہ منافقین کی طرف ہے جنہوں نے موت کے ڈر سے جہاد میں شریک ہونے سے گریز کیا اور بہانہ یہ بناتے رہے کہ ہم سمجھتے تھے کہ جنگ ہوگی ہی نہیں۔ اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور شریک ہوتے لیکن ساتھ ہی ان لوگوں کے بارے میں جو جنگ میں مارے گئے کہتے رہے کہ اگر وہ ہماری بات مانتے تو قتل نہ ہوتے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اصل چیز موت کا ڈر ہے جس کی بنا پر یہ جنگ کے لئے نہیں نکلے۔

واضح رہے کہ ان غزوات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے تھے اور جب نبیؐ خود محاذ پر جنگ لڑ رہا ہو تو اس کو چھوڑ کر کسی مسلمان کا گھر میں بیٹھ رہنا غیرت ایمانی کے سراسر خلاف تھا اس لئے ایسے مسلمانوں پر جو درحقیقت منافق تھے قرآن میں سخت گرفت کی گئی ہے۔

۲۰۰؎ یعنی اگر موت سے بچانا تمہارے اختیار میں ہے تو اپنے آپ کو موت سے بچاؤ۔

۲۰۱؎ اللہ کی راہ میں شہادت ابدی زندگی کی ضمانت ہے بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہونے والے مر گئے لیکن درحقیقت موت کا عمل محض جسم کے ساتھ ہوتا ہے روح کے ساتھ نہیں۔ شہید ہونے والے کی روح کو عالم بالا میں ایک خاص طرح کی زندگی نصیب ہوتی ہے اور یہ زندگی اس قدر پر مسرت اور پرکیف ہوتی ہے کہ اس کا تصور بھی اس دنیا میں نہیں کیا جا سکتا۔

(ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۱۸۵)

صحیح مسلم کی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''شہداء'' کی روحیں سبز پرندوں کے خول میں ہوتی ہیں اور ان کا مستقر عرش سے لٹکتے ہوئے قندیلوں کے پاس ہوتا ہے۔ وہ جنت میں جہاں چاہتی ہیں سیر کرتی ہیں اس کے بعد ان قندیلوں کے پاس واپس آ جاتی ہیں۔ ان کا رب ان سے پوچھتا ہے تمہیں کس چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتی ہیں ہمیں کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے جب کہ ہم جنت کی جس طرح چاہیں سیر کر سکتی ہیں اللہ تعالیٰ ان سے تین مرتبہ یہ سوال کرتا ہے وہ جب دیکھتی ہیں کہ ان سے بار بار سوال کیا جا رہا ہے تو کہتی ہیں: اے ہمارے رب ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحیں ہمارے جسم میں لوٹا دی جائیں تا کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کر دئے جائیں اللہ تعالیٰ جب دیکھتا ہے کہ ان کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہی تو انہیں ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔

۲۰۲؎ شہدا کی روحیں عالم برزخ میں اعزاز و اکرام سے نوازے جانے پر بہت خوش ہو جاتی ہیں اور مزید خوشی انہیں اس بات کی ہوتی ہے کہ جن صالح متعلقین کو انہوں نے اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ گو ابھی ان سے ملے نہیں ہیں لیکن عنقریب ان سے ملیں گے اور ان کے لئے نہ کسی قسم کا اندیشہ ہے اور نہ رنج و ملال۔

۲۰۳؎ یعنی قیامت کے دن جب کہ اللہ تعالیٰ عدالت برپا کرے گا۔

۲۰۴؎ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جو غزوۂ احد کے فوراً بعد پیش آیا۔ احد میں مسلمانوں کو زک پہنچانے کے بعد کفار مکہ اسی روز واپس روانہ ہو گئے لیکن روحاء کے مقام پر پہنچنے کے بعد جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے ان کو احساس ہوا کہ اس قدر جلد واپس ہو کر انھوں نے غلطی کی۔ اس موقع پر انہیں مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہئے تھا اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرنا چاہئے تھی۔ چنانچہ پھر انہوں نے جنگ کی ٹھان لی۔ ادھر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ارادوں کی اطلاع ہوئی تو آپؐ اپنے مخلص ساتھیوں کو لیکر ان کے تعاقب میں حمراء الاسد تک پہنچے جو مدینہ سے ۸ میل کے فاصلہ پر ہے اور یہ واقعہ احد کے دوسرے دن یعنی ۱۶/ شوال ۳ھ کا ہے۔ جبکہ اس کی اطلاع کفار کو ہوئی تو انھوں نے یہ محسوس کر کے کہ مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے ہیں ارادہ بدل دیا اور مکہ واپس ہو گئے۔ ادھر مسلمان اپنی دھاک بٹھا کر کامیاب لوٹے اس آیت میں رسول کے ان ہی مخلص اور وفادار ساتھیوں کا ذکر ہے جنہوں نے احد میں زخم کھانے کے بعد جرأت کا ثبوت دیا اور ایک نئی مہم پر روانہ ہو گئے۔

۲۰۵؎ یعنی لوگوں کی طرف سے خوف و ہراس پیدا کرنے کی کوشش ان کے عزم و ایمان میں اضافہ کا موجب ہوئی گویا ان باتوں نے ان کے عزم و ہمت کے لئے مہمیز کا کام دیا۔

۲۰۶؎ اللہ پر توکل کی کیفیت اہل ایمان کے اندر عزم اور حوصلہ پیدا کرتی ہے۔ حدیث میں آتا ہے کہ یہ کلمات ''حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' ابراہیم علیہ السلام کی زبان سے اس وقت نکلے تھے جب کہ انہیں آگ میں جھونک دیا گیا تھا۔

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۗ
يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٦﴾

۱۷۶ جولوگ کفر (کی راہ) میں سرگرمی دکھا رہے ہیں ان کی وجہ سے تم آزردہ خاطر نہ ہوجاؤ وہ اللہ کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے۔ اللہ چاہتا ہے کہ ان کیلئے آخرت میں کوئی حصہ نہ رکھے ان کیلئے تو دردناک عذاب ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ
عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١٧٧﴾

۱۷۷ بلاشبہ جن لوگوں نے ایمان کے بعد کفر کا سودا کیا وہ اللہ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ ۭ
اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿١٧٨﴾

۱۷۸ جن لوگوں نے کفر کیا وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ ڈھیل جو ہم انہیں دے رہے ہیں وہ ان کے حق میں بہتر ہے۔ یہ ڈھیل تو ہم انہیں اسلئے دے رہے ہیں تاکہ وہ خوب گناہ سمیٹ لیں ۲۰۷؎ پھر ان کیلئے سخت رسواکن عذاب ہے۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ
الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ
وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٩﴾

۱۷۹ اللہ اہل ایمان کو اس حال پر ہرگز نہ چھوڑے گا جس پر تم اس وقت ہو جب تک کہ وہ ناپاک کو پاک سے الگ نہ کردے ۲۰۸؎۔ اور اللہ کا یہ طریقہ نہیں کہ وہ غیب (کی ان باتوں) پر تمہیں مطلع کردے ۲۰۹؎۔ بلکہ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کام کیلئے منتخب فرماتا ہے۔ لہٰذا اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اگر تم ایمان لائے اور اللہ سے ڈرتے رہے تو تمہارے لئے بہت بڑا اجر ہے۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
هُوَ خَيْرًا لَّھُمْ ۭ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّھُمْ ۭ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ
الْقِيٰمَةِ ۭ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ
بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿١٨٠﴾ ع

۱۸۰ جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ اس میں بخل کرتے ہیں وہ یہ نہ سمجھیں کہ ایسا کرنا ان کیلئے اچھا ہے۔ نہیں یہ ان کیلئے بہت برا ہے۔ یہ مال جس میں یہ بخل کرتے ہیں قیامت کے دن ان کے گلوں میں طوق بنا کر پہنایا جائے گا۔ ۲۱۰؎ اور اللہ ہی کیلئے ہے آسمانوں اور زمین کی میراث ۲۱۱؎۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ
اَغْنِيَاۗءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَھُمُ الْاَنْۢبِيَاۗءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ
وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾
ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿١٨٢﴾ ج

۱۸۱ اللہ نے ان لوگوں کی بات سن لی جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں ۲۱۲؎۔ ہم ان کے اس قول کو لکھ رکھیں گے اور ان کا انبیاء کو ناحق قتل کرنا بھی۔ اور ہم کہیں گے کہ چکھو اب عذابِ آتش کا مزا۔

۱۸۲ یہ وہی ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں اپنے لئے مہیا کیا ہے ورنہ اللہ اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ
حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ
مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٨٣﴾

۱۸۳ جو لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں ہدایت کی ہے کہ ہم کسی رسول کو نہ مانیں جب تک وہ ہمارے سامنے ایسی قربانی پیش نہ کرے جسے آگ کھالے۔ ان سے کہو مجھ سے پہلے تمہارے پاس کتنے ہی رسول روشن نشانیاں لیکر آئے تھے اور وہ چیز بھی لیکر آئے جو تم کہتے ہو۔ پھر تم نے انہیں کیوں قتل کیا اگر تم سچے ہو۔ ۲۱۳؎

۲۰۷۔ یہاں شیطان کے ساتھیوں سے مراد کفار کا لشکر ہے۔

اللہ تعالیٰ دراصل کافروں کو ڈھیل اس لئے دیتا ہے تا کہ انہیں غور و فکر اور اصلاح کا پورا موقع ملے اور وہ کسی نہ کسی وقت اپنی غلطی محسوس کر کے ایمان کی طرف پلٹ سکیں لیکن جب وہ اس ڈھیل سے غلط فائدہ اٹھا کر اپنے کفر میں اور پختہ ہوجاتے ہیں تو وہ گناہ پر گناہ ہی کئے جاتے ہیں اور انجام بد سے دوچار ہوجاتے ہیں اس طرح نتیجہ کے اعتبار سے یہ ڈھیل ان کے لئے موجب ہلاکت بن جاتی ہے گویا اللہ تعالیٰ نے انہیں جو ڈھیل دی تھی وہ اسی لئے تھی کہ وہ اپنی تباہی کا سامان کریں۔

۲۰۸۔ یعنی اللہ مسلمانوں کی جماعت کو آزمائشوں سے گزارے گا تا کہ سچے اہل ایمان کا کردار بھی واضح ہوجائے اور منافقین کا بھی۔

۲۰۹۔ یعنی لوگوں کے دلوں کا حال اللہ تعالیٰ غیب کے ذریعہ تمہیں نہیں بتائے گا کہ فلاں مؤمن ہے اور فلاں منافق بلکہ ایسے حالات پیدا کرے گا کہ ہر ایک کا حال کھل جائے۔

۲۱۰۔ یعنی جو لوگ اللہ کے بخشے ہوئے مال کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور اس کے عائد کردہ مالی حقوق کو ادا کرنے سے دریغ کرتے ہیں قیامت کے دن ان کا مال ان کی گردنوں کا بوجھل طوق بنے گا۔ طوق سے اس بات کی طرف اشارہ بھی ہے کہ اللہ کے حق سے بے نیاز ہوکر سونے کے جو ہار زیب و زینت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں وہ اس روز گلے کا طوق بن جائیں گے۔

۲۱۱۔ یعنی جو مال انسان کو ملا ہے وہ بطور امانت کے ہے۔ بالآخر ساری چیزیں اللہ ہی کی طرف پلٹ جانے والی ہیں اس لئے جس شخص کو مال ملا ہے وہ یہ خیال نہ کرے کہ وہ واقعی مال کا مالک بن گیا ہے بلکہ اس پر اس کا قبضہ اور تصرف عارضی ہے لہٰذا اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے میں تامل نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کے وارث ہونے کا تصور زر پرستی اور مادہ پرستی کی جڑ کاٹ دیتا ہے۔

۲۱۲۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جب قرآن میں انفاق کی ترغیب میں فرمایا گیا کہ کون ہے جو اللہ کو قرض دے، تو یہود اور بعض منافقین جو یہود میں سے تھے یہ کہہ کر مذاق اڑانے لگے کہ اللہ میاں بھی فقیر ہوگئے ہیں جو ہم سے قرض مانگ رہے ہیں۔

۲۱۳۔ انبیاء بنی اسرائیل میں سے بعض رسولوں سے یہ معجزہ صادر ہوا ہے کہ قربانی کی قبولیت کی علامت کے طور پر، آسمان سے آگ اتری اور اس نے پیش کردہ قربانی کو کھالیا مثلاً ایلیا نبی کے متعلق ہے:

''تب خداوند کی آگ نازل ہوئی اور اس نے اس سوختنی قربانی کو لکڑیوں اور پتھروں سمیت بھسم کر دیا۔'' (۱۔سلاطین ۱۸: ۳۸)

''اور جب سلیمانؑ دعا کر چکا تو آسمان پر سے آگ اتری اور سوختنی قربانیوں اور ذبیحوں کو بھسم کر دیا۔'' (۲ تواریخ ۷: ۱)

نیز ملاحظہ ہو قضاۃ ۶ ج ۱۹ تا ۲۱، احبار ۹: ۲۴

لیکن کہیں بھی اس کو رسالت کی شرط نہیں قرار دیا گیا تھا کہ جب تک کوئی پیغمبر یہ معجزہ نہ دکھائے اسکی نبوت کو قبول نہ کرنا۔ یہ شرط یہود نے اپنی طرف سے محض شرارتاً پیش کی تھی اس لئے ان کی اس ذہنیت کے پیش نظر یہ جواب دینے پر اکتفا کیا گیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بعض ایسے پیغمبر بھی آچکے ہیں جنھوں نے سوختنی قربانی کا معجزہ پیش کیا تھا پھر بھی تم نے انہیں قتل کیا۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو بائبل میں ہے۔

''اس نے (ایلیا نے) کہا مجھے خداوند لشکروں کے خدا کے لئے بڑی غیرت آئی کیونکہ بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کیا اور میرے مذبحوں کو ڈھا دیا اور تیرے نبیوں کو تلوار سے قتل کیا۔ ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔'' (۱۔سلاطین ۱۹: ۱۴)

لہٰذا اگر مطلوبہ معجزہ نبی ﷺ کے ہاتھوں دکھا بھی دیا جائے تو یہ لوگ جو شرارت پر اتر آئے ہیں ایمان نہ لانے کے لئے کوئی اور بہانہ تلاش کریں گے۔

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاءُو
بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيرِ ﴿۱۸۴﴾
كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۖ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ
الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ
إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۱۸۵﴾
لَتُبْلَوُنَّ فِيٓ أَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ
مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِينَ
أَشْرَكُوٓا أَذًى كَثِيرًا ۚ وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ
ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ﴿۱۸۶﴾
وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهُ
لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُونَهُ ۖ فَنَبَذُوهُ وَرَآءَ ظُهُورِهِمْ
وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿۱۸۷﴾
لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَفْرَحُونَ بِمَآ أَتَوْا وَّيُحِبُّونَ أَنْ يُّحْمَدُوا
بِمَا لَمْ يَفْعَلُوا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ
وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۱۸۸﴾
وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَاللّٰهُ
عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۱۸۹﴾
إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ
وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۰﴾
الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى جُنُوبِهِمْ
وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا
خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
رَبَّنَآ إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ ۖ وَمَا لِلظّٰلِمِينَ
مِنْ أَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾

۱۸۴ پھر (اے پیغمبر!) اگر یہ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو تم سے پہلے بھی کتنے ہی رسولوں کو جھٹلایا جاچکا ہے۔ وہ روشن نشانیاں ۲۱۴؎، صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔

۱۸۵ ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے ۲۱۵؎۔ اور تمہیں پورا پورا اجر تو قیامت ہی کے دن دیا جائے گا۔ تو جو شخص آتش (دوزخ) سے بچالیا گیا اور جنت میں داخل کردیا گیا وہ یقیناً کامیاب ہوا۔ اور یہ دنیا کی زندگی اس کے سوا کچھ نہیں کہ سامان فریب ہے۔

۱۸۶ تم جان و مال کی آزمائش میں ضرور ڈالے جاؤ گے اور تمہیں ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی نیز مشرکین سے بہت کچھ اذیت دہ باتیں سننا پڑیں گی۔ لیکن تم نے صبر سے کام لیا اور تقویٰ پر قائم رہے تو یہ بڑے عزم و ہمت کی بات ہوگی۔

۱۸۷ اور یاد کرو جب اللہ نے ان لوگوں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے عہد لیا تھا کہ تم اسے لوگوں کے سامنے بیان کروگے اور چھپاؤ گے نہیں، مگر انہوں نے اسے پس پشت ڈال دیا اور اس کو تھوڑی قیمت پر فروخت کردیا۔ ۲۱۶؎ تو کیا ہی بری قیمت ہے جسے وہ حاصل کررہے ہیں۔

۱۸۸ جو لوگ اپنے ان کرتوتوں پر نازاں ہیں اور چاہتے ہیں کہ جو کام انہوں نے نہیں کئے ان پر ان کی تعریف کی جائے ۲۱۷؎ انہیں تم عذاب سے محفوظ نہ سمجھو، ان کے لئے تو دردناک عذاب ہے۔

۱۸۹ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کیلئے ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱۹۰ بلاشبہ ۲۱۸؎، آسمانوں اور زمین کی خلقت اور رات دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں دانشمندوں کیلئے ۲۱۹؎ بڑی ہی نشانیاں ہیں۔ ۲۲۰؎

۱۹۱ جن کا حال یہ ہے کہ کھڑے، بیٹھے اور لیٹے اللہ کو یاد کرتے ہیں ۲۲۱؎ اور آسمانوں اور زمین کی خلقت میں غور و فکر کرتے ہیں ۲۲۲؎۔ (وہ پکار اٹھتے ہیں) اے ہمارے رب! یہ سب کچھ تو نے بے مقصد پیدا نہیں کیا ہے۔ تو پاک ہے (اس سے کہ عبث کام کرے) پس تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔

۱۹۲ اے ہمارے رب! جس کو تو نے دوزخ میں ڈالا اسے فی الواقع تو نے رسوا کردیا اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہ ہوگا۔

۲۱۴۔ روشن نشانیوں (بینات) میں معجزے بھی شامل ہیں۔

۲۱۵۔ موت ایک ایسی حقیقت ہے جس کا ہر شخص مشاہدہ کرتا ہے انسان اپنی ساری سائنسی ترقیوں کے باوجود موت پر قابو نہ پاسکا اور انسانی جسم کی ساخت کو دیکھتے ہوئے اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ آئندہ انسان اس پر قابو پاسکے گا لہٰذا جب موت اٹل حقیقت ہے تو یہ سوال کہ موت کے اس پار کیا ہے انسان کی اولین توجہ کا مستحق ہوجاتا ہے اتنے اہم مسئلہ پر سنجیدگی سے غور نہ کرنا یا کوئی اندھا اور غیر حقیقت پسندانہ عقیدہ اپنے ذہن میں بٹھالینا وہ بنیادی غلطی ہے جس کے نتیجہ میں انسان کی ساری زندگی غلط ہوکر رہ جاتی ہے دوسری عظیم حقیقت جس پر سے قرآن پردہ اٹھاتا ہے وہ یہ ہے کہ موت انسانی زندگی کا خاتمہ نہیں ہے بلکہ موت وہ پل ہے جس کو پار کر کے آدمی عمل کی دنیا سے نتائج کی دنیا میں پہنچ جاتا ہے۔

۲۱۶۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۶۴۔

۲۱۷۔ جو لوگ حقیقت میں دیندار نہیں ہوتے وہ جب دینداری کا لبادہ اوڑھ لیتے ہیں تو لوگوں سے اپنی دینداری اور پارسائی کی تعریف سننا چاہتے ہیں اور اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ لوگ ان کی تعریف کے قصیدے پڑھتے رہیں۔

۲۱۸۔ یہاں سے آخر سورہ تک کی آیات خاتمۂ کلام کے طور پر ہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نصف شب گذر جانے پر بیدار ہوتے اور آسمان کی طرف دیکھ کر یہ آیات تلاوت فرماتے گویا ذکر و فکر کے لئے رات کا آخری حصہ بہترین وقت ہے کیونکہ اس وقت انسان کو یکسوئی حاصل ہوتی ہے۔

۲۱۹۔ قرآن کے نزدیک دانشمند وہ ہیں جو کائنات کا مطالعہ اس طور سے کرتے ہیں کہ اس کے پیدا کرنے والے کی معرفت انہیں حاصل ہو اور اس کی مقصدیت ان پر واضح ہو نہ کہ وہ لوگ جو اس بنیادی سوال کے سلسلہ میں ایک تعصّبانہ جواب اپنے ذہن میں رکھ کر فلکیات وطبعیات وغیرہ کا مطالعہ محض اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی غرض سے کرتے ہیں ایسے لوگ آسمان کی سیر کر کے بھی خالی ہاتھ واپس آتے ہیں انہیں نہ کہیں خدا ملتا ہے اور نہ ان پر آخرت منکشف ہوتی ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذرگاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا

ظاہر ہے جس کی منزل مقصود ''معلومات'' کا حصول ہو اس کی رسائی ''حقیقت'' تک کیوں ہونے لگے۔ ''حقیقت'' تک رسائی تو اسی کی ہوسکتی ہے جس کا سفر تلاش حقیقت کے لئے ہو۔

۲۲۰۔ یعنی آسمان و زمین کی خلقت اور رات اور دن کا یہ نظام اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ یہ کائنات بے خدا نہیں ہے اور نہ اس کے بنانے اور چلانے والے متعدد خدا ہیں بلکہ یہ ایک خدائے برتر کی تخلیق، ایک صاحب حکمت کا تیار کردہ منصوبہ، ایک عادل ہستی کا عادلانہ نظام اور رحمن و رحیم کی رحمت و رأفت کا مظہر ہے لہٰذا انسان اور اس کائنات کا وجود ہرگز بے مقصد نہیں ہوسکتا۔ اللہ پاک ہے اس سے کہ کوئی بے مقصد اور فضول کام کرے۔

۲۲۱۔ اللہ کو یاد کرنے کے لئے کسی خاص وقت کی قید نہیں ہے بلکہ وہ ہر وقت اور ہر حال میں مطلوب ہے خواہ آدمی کھڑا ہو یا بیٹھا، مشغول ہو یا آرام کر رہا ہو۔ جس طرح سانس انسان کی زندگی کے لئے ضروری ہے اسی طرح اللہ کی یاد روحانی زندگی کے لئے ضروری ہے اور عقلمندوں کا وصف یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی یاد سے کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتے

۲۲۲۔ یہ اہل دانش کی دوسری خصوصیت ہے کہ ان کا ذکر فکر سے خالی نہیں ہوتا اور اسلام میں یہ دونوں باتیں ہی مطلوب ہیں یعنی ذکر الٰہی کے ساتھ فکر آخرت بھی ہونی چاہئے۔

رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ
اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا
وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝١٩٣

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ
اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ۝١٩٤

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ
ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا
وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا
لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ
مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ
عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝١٩٥

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝١٩٦

مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۗ ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۗ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝١٩٧

لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ
خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ
خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝١٩٨

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ
ثَمَنًا قَلِيْلًا ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ
سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝١٩٩

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٢٠٠

١٩٣ اے ہمارے رب! ہم نے ایک پکارنے والے کو سنا جو ایمان کی طرف بلا رہا تھا۔ اس کی دعوت یہ تھی کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لائے۔ پس اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے، ہماری برائیوں کو دور فرما اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ (دنیا سے) اٹھا۔

١٩٤ اے ہمارے رب! جن چیزوں کا تو نے اپنے رسولوں کے ذریعہ وعدہ فرمایا ہے وہ ہمیں عطا فرما اور قیامت کے دن ہمیں رسوا نہ کر بے شک تو اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

١٩٥ تو ان کے رب نے ان کی دعا قبول فرمائی ٢٢٣ کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل کو خواہ وہ مرد ہو یا عورت ٢٢٤، ضائع نہیں کروں گا۔ تم سب ایک دوسرے سے ہو ٢٢٥، تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں ستائے گئے اور لڑے اور مارے گئے ان سے ان کی برائیوں کو دور کروں گا اور انہیں ایسے باغوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہونگی۔ یہ اللہ کی طرف سے جزا ہوگی اور بہترین جزا اللہ ہی کے پاس ہے۔

١٩٦ ملکوں میں کافروں کی دوڑ دھوپ تمہیں دھوکہ میں نہ ڈال دے۔ ٢٢٦

١٩٧ یہ تھوڑے سے فائدہ کا سامان ہے اس کے بعد انکا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور کیا ہی بری آرام گاہ ہے وہ۔

١٩٨ البتہ جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ان کے لئے ایسے باغ ہیں جن کے تلے نہریں رواں ہونگی وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے یہ اللہ کی طرف سے ان کے لئے سامان ضیافت ہے۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ نیک لوگوں کے لئے کہیں بہتر ہے۔ ٢٢٧

١٩٩ اہل کتاب میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور اس چیز پر بھی ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس چیز پر بھی ایمان رکھتے ہیں جو ان کی طرف نازل کی گئی تھی ٢٢٨ اور ان کا حال یہ ہے کہ وہ اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اللہ کی آیتوں کو وہ حقیر قیمت پر بیچ نہیں دیتے ایسے ہی لوگوں کے لئے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے۔ یقین جانو اللہ جلد حساب چکانے والا ہے۔

٢٠٠ اے ایمان والو! صبر کرو، مقابلہ میں ثابت قدم رہو، ٢٢٩ (جہاد کیلئے) تیار رہو ٢٣٠، اور اللہ سے ڈرتے رہو ٢٣١ تاکہ تم کامیاب ہو۔

۲۲۳۔ یہ دعا جذبۂ ایمانی کے ساتھ تھی اس لئے قبولیت اختیار کر گئی۔

۲۲۴۔ جس وقت یہ سورہ نازل ہوئی ہے مسلمانوں کو اللہ کی راہ میں سخت مصائب برداشت کرنا پڑ رہے تھے اس میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی شامل تھیں اس لئے ان کا خاص طور سے ذکر کر کے ان کی ڈھارس بندھائی گئی۔

۲۲۵۔ یعنی مرد اور عورت دونوں ایک ہی جنس سے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک عورت اور مرد کے لئے فیصلے کے معیار الگ الگ نہیں ہیں لہٰذا کسی کا عورت ہونا اس کے اجر میں ہرگز کمی کا موجب نہ ہوگا۔

۲۲۶۔ یعنی کافروں کی مادی ترقی، دنیوی خوشحالی اور ان کی بین الاقوامی سرگرمیوں کو دیکھ کر تم اس مغالطہ میں نہ پڑو کہ یہ صحیح اور کامیاب زندگی گذار رہے ہیں نہیں بلکہ یہ چند روزہ زندگی کی بہار ہے اس کے بعد یہ سیدھے جہنم میں پہنچنے والے ہیں۔

۲۲۷۔ موقع کی مناسبت سے اس آیت میں کمزور اور مظلوم مسلمانوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے کہ اگر وہ تقویٰ کی روش پر قائم رہے تو آخرت میں نہایت شاندار طریقہ پر ان کی ضیافت کا سامان کیا جائے گا اللہ تعالیٰ نے اپنے وفادار بندوں کے لئے بہترین چیزیں تیار کر رکھی ہیں۔

۲۲۸۔ یہ وہ اہل کتاب ہیں جو واقعی اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے تھے چنانچہ وہ سابقہ کتب پر ایمان رکھنے کے ساتھ قرآن پر بھی ایمان لے آئے۔ بالفاظ دیگر یہ اہل کتاب حقیقت میں مسلمان تھے اس لئے نزول قرآن کے بعد ان کو قرآن اور اس کے لانے والے پیغمبر پر ایمان لانے میں تامل نہیں ہوا۔

۲۲۹۔ یہ تتمۂ کلام ہے اور اس میں حالات کی رعایت سے وہ ہدایات دی گئی ہیں جو مخالف اسلام طاقتوں سے نبرد آزما ہونے کے لئے ضروری تھیں۔

۲۳۰۔ یعنی اسلام دشمن طاقتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہر طرح تیار رہو۔ لفظ 'رابطوا' میں جہاد کے لئے مادی تیاری کرنا، قوت فراہم کرنا، حفاظت کا سامان کرنا، پاسبانی کرنا اور لڑنے مرنے کے لئے کمربستہ رہنا سب شامل ہے۔ حدیث میں 'رباط' (جہاد کے لئے تیار رہنے اور پاسبانی کرنے) کو بہترین خدمت قرار دیا گیا ہے:

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الدنیا و ما علیھا

''اللہ کی راہ میں ایک دن کی پاسبانی (رباط) دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔''

(ابن کثیر بحوالہ بخاری ج ۱ ص ۴۴۵)

۲۳۱۔ سورۂ بقرہ کے آغاز میں فرمایا تھا ''ہدایت ہے متقیوں کے لئے'' اور یہاں آل عمران کے خاتمہ پر فرمایا کہ ''اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم کامیاب ہو'' اس سے واضح ہوا کہ ان دو سورتوں کے اندر جو احکام و قوانین بیان کئے گئے ہیں اور جو ہدایات دی گئی ہیں ان کی نگرانی اور ان کی تعمیل تقویٰ ہے اور متقی وہ ہیں جنہوں نے یہ وصف اپنے اندر پیدا کیا ہو۔

تفسیر
سورۃ النساء

(۴) سُورۃ النّسَاء

نام اس سورہ کا نام النساء ہے۔ یہ نام ان مضامین کی طرف اشارہ کرتا ہے جن میں نساء یعنی عورتوں کے حقوق وغیرہ بیان کئے گئے ہیں۔

زمانۂ نزول سورہ مدنی ہے اور مضامین سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سورہ آل عمران کے بعد کی تنزیل ہے اور اس کے مضامین اواخر ۳ھ سے ۵ھ تک مختلف اوقات میں نازل ہوئے ہوں گے جنھیں بعد میں یکجا کر دیا گیا۔

مرکزی مضمون اس سورہ میں معاشرتی اور اجتماعی زندگی سے متعلق احکام و قوانین بیان ہوئے ہیں لیکن اسلوب کلام نہ خشک ہے اور نہ پیچیدہ بلکہ نہایت سادہ دل و دماغ کو اپیل کرنے والا اور بصیرت افروز ہے۔ ان احکام و قوانین کے پہلو بہ پہلو دعوتِ قرآنی کو بھی پیش کیا گیا ہے تا کہ اصل مقصد حیات پر نگاہیں جمی رہیں اور احکام و قوانین کی تعمیل اُن کی اسپرٹ کے ساتھ کی جائے نہ کہ محض قانونی و فقہی انداز میں۔ سورہ کے ایک حصہ میں منافقین کی حرکتوں اور فتنہ پردازیوں پر گرفت کی گئی ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس سورہ کے نزول وقت کے حالات اس بات کے متقاضی تھے کہ منافقین کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں کا نوٹس لیا جائے، دوسرے یہ کہ دینی احکام اور شرعی قوانین پر صحیح طور سے عمل درآمد اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ آدمی اپنے ایمان میں مخلص ہو، ورنہ اس سے گریز کے لئے وہ ہزار بہانے تراشے گا اور بس چلے تو شرعی قوانین کے نفاذ کی راہ میں رکاوٹیں بھی پیدا کرے گا۔ گویا مسلمانوں کے معاشرے کو اصل خطرہ منافقین ہی سے ہے اور شرعی قوانین پر عمل درآمد کے سلسلہ میں یہ لوگ زبردست رکاوٹیں کھڑی کر سکتے ہیں۔

نظم کلام یہ سورہ ماسبق سورہ آل عمران سے بھی مربوط ہے اور سورہ بقرہ سے بھی۔ سورۂ آل عمران کی آخری آیت میں اہل ایمان کو اللہ سے ڈرنے کی تاکید کی گئی تھی (و اتقو اللہ) اور اس سورہ کا آغاز ہی تقویٰ کی ہدایت سے ہوا ہے اور عام لوگوں کو خطاب کر کے اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے کی دعوت دی گئی ہے (یا ایھا الناس اتقوا ربکم) گویا یہ ایک ہی لَے کے دوسُر ہیں۔ رہا سورہ بقرہ سے ربط تو سورہ بقرہ میں معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے سلسلہ میں ہدایات دی گئی تھیں۔ اس سلسلہ کی مزید رہنمائی کا سامان اس سورہ میں کیا گیا ہے۔ اس طرح سورہ کا رخ تکمیل شریعت کی طرف ہے۔

آیت ۱ کی حیثیت تمہید کی ہے۔ اس میں جو بات ارشاد فرمائی گئی ہے وہ اسلام کی معاشرتی اور اجتماعی زندگی کے لئے اساس کی حیثیت رکھتی ہے۔

آیت ۲ تا ۴۳ میں معاشرتی احکام و قوانین بیان کئے گئے ہیں مثلاً یتیموں کے حقوق، قرابت داروں کے حقوق، تقسیم وراثت کا ضابطہ عورتوں کے حقوق، نکاح کے قوانین، جان و مال کا احترام وغیرہ، ان احکام کا اختتام نماز سے متعلق احکام پر ہوا ہے۔

آیت ۴۴ تا ۵۷ میں اہل کتاب کو ان کی گمراہیوں پر متنبہ کرتے ہوئے قرآن پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی۔

آیت ۵۸ اور ۵۹ میں ایمان کے تقاضے پیش کئے گئے ہیں جو اسلامی حکومت اور اسلام کے نظم اجتماعی سے متعلق ہیں۔

آیت ۶۰ تا ۷۰ میں منافقین کی روش پر گرفت کی گئی ہے اور انہیں فہمائش کرتے ہوئے دعوت فکر دی گئی ہے کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے سچے وفادار بن کر رہیں گے انہیں آخرت میں کتنا بلند مقام حاصل ہوگا۔

آیت ۷۱ تا ۱۲۶ کا مضمون بھی اسی سیاق میں ہے۔ منافقین قربانیوں سے جی چراتے تھے خواہ وہ ہجرت کی راہ میں ہوں یا جہاد کی راہ میں، اس پس منظر میں ہجرت اور جہاد کی ترغیب دی گئی ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ یہ قربانیاں اہل ایمان کے لئے باعث سعادت ہیں۔ ضمناً جہاد کے تعلق سے پیدا ہونے والے مسائل مثلاً صلوٰۃِ خوف وغیرہ کے سلسلہ میں احکام دئے گئے ہیں۔ ساتھ ہی منافقین کی فتنہ سامانیوں اور مفسدانہ سرگرمیوں کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اسلام ہی صحیح اور سچا دین ہے۔

آیت ۱۲۷ تا ۱۷۵ کا مضمون سورہ کا آخری حصہ ہے۔ اس میں ان سوالات کے جوابات دئے گئے ہیں جو آغاز سورہ میں بیان کردہ احکام کے سلسلہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اس کے بعد آخر سورہ تک اہلِ ایمان کو مخاطب کر کے ہدایات دی گئی ہیں اور منافقین اور اہلِ کتاب کو ان کی بعض گمراہیوں پر متنبہ کرتے ہوئے اصلاح کی جانب متوجہ کیا گیا ہے۔

آیت ۱۷۶ ضمیمہ کے طور پر ہے اس میں وراثت سے متعلق ایک سوال کا جواب دیا گیا ہے۔

سُوْرَةُ النِّسَاۗءِ

۴۔ سورۃ النساء

آیات: ۱۷۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ
وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا
وَّنِسَاۗءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

۱ اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو ۱؎ جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا ۲؎ اور اسی سے اس کا جوڑا بھی پیدا کر دیا ۳؎ اور ان دونوں سے بہ کثرت مرد اور عورتیں پھیلا دیں ۴؎۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے (حقوق) طلب کرتے ہو ۵؎۔ اور قطع رحمی سے بچو ۶؎۔ یقین جانو اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠
وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ
حُوْبًا كَبِيْرًا ②

۲ یتیموں کا مال اُن کے حوالہ کرو ۷؎ اور (ان کے) اچھے مال کو (اپنے) برے مال سے بدل نہ ڈالو اور نہ ان کا مال اپنے مال میں ملا کر کھا جاؤ کہ یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے۔ ۸؎

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ
لَكُمْ مِّنَ النِّسَاۗءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ
اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ
اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ③

۳ اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کر سکو گے ۹؎ تو جو عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں ان میں سے دو دو، تین تین، چار چار سے نکاح کر لو ۱۰؎، لیکن اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہ کر سکو گے ۱۱؎ تو پھر ایک ہی پر اکتفا کرو یا پھر ان عورتوں پر جو تمہارے قبضہ میں آ گئی ہیں ۱۲؎۔ بے انصافی سے بچنے کے لئے یہ زیادہ قرین صواب ہے۔

وَاٰتُوا النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ
عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗــــــًٔـا مَّرِيْۗــــــًٔـا ④

۴ اور ان عورتوں کو ان کے مہر خوشدلی سے عطیہ کے طور پر دو ۱۳؎۔ ہاں اگر وہ خود اپنی خوشی سے کچھ چھوڑ دیں تو اسے مزے سے کھا سکتے ہو۔

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا
وَّارْزُقُوْھُمْ فِيْهَا وَاكْسُوْھُمْ وَقُوْلُوْا لَھُمْ
قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑤

۵ اپنا مال جسے اللہ نے تمہارے لئے قیام (معیشت) کا ذریعہ بنایا ہے ۱۴؎ نادانوں کے حوالہ نہ کرو ۱۵؎۔ البتہ اس میں سے ان کو کھلاتے اور پہناتے رہو اور ان سے بھلی بات کہو۔

۱۔ اس سورہ میں جو انسانی حقوق اور جو معاشرتی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں ان کے لئے یہ ہدایت بمنزلہ اساس کے ہے اور یہ واقعہ ہے کہ سچی خدا خوفی انسان کے اندر انسانیت پیدا کرتی ہے اور اسے دوسرے انسانوں کے حقوق ادا کرنے اور بالخصوص کمزور طبقات کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ جو لوگ مذہب بیزاری کی بنا پر خدا خوفی کو بے وقعت قرار دیتے ہیں اور پھر انسانی سوسائٹی کی تعمیر کے منصوبے بناتے ہیں وہ ہوا میں قلعے تعمیر کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ایسے انسان پیدا کرنے میں بالکل ناکام ہیں جو انسانیت کے سچے بہی خواہ، ان کے حقوق کے محافظ اور فرض شناس ہوں بخلاف اس کے قرآن کی اس ہدایت کو جس نے بھی اپنایا، یعنی خدا خوفی اپنے اندر پیدا کر لی وہ واقعی انسانیت کا علمبردار بنا۔ قرآن نے ہر دور میں اس کی بہترین مثالیں پیش کیں اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے چنانچہ آج بھی انسانیت نوازی کا حقیقی وصف ان ہی لوگوں کے اندر ملے گا جنہوں نے قرآن کی اس تعلیم خدا خوفی کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔

۲۔ یعنی آدمؑ سے جو تمام انسانوں کے باپ ہیں۔

۳۔ یعنی حوا کی پیدائش آدمؑ ہی سے ہوئی۔ قرآن کا یہ بیان کہ تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حوا کی پیدائش آدمؑ سے ہوئی تھی اگر حوا کی پیدائش علیحدہ سے ہوئی ہوتی تو کہا جاتا کہ تم کو دو جان سے پیدا کیا۔ رہی حوا کی پیدائش کی تفصیلی کیفیت تو وہ نہ قرآن میں بیان ہوئی ہے اور نہ حدیث میں، اس لئے ہمیں قرآن کے اجمالی بیان پر اکتفا کرنا چاہیئے۔

۴۔ یہاں دو اہم حقیقتیں بیان کی گئی ہیں ایک یہ کہ تمام انسانوں کو اللہ ہی نے پیدا فرمایا ہے اور وہی ان کا رب بھی ہے دوسرے یہ کہ نسل انسانی کا آغاز ایک ہی شخص۔ آدمؑ سے ہوا ہے اس لئے تمام انسان خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں کالے ہوں یا گورے اور خواہ وہ کسی قوم اور کسی ملک میں پیدا ہوئے ہوں، ایک ہی باپ آدمؑ اور ایک ہی ماں حوا کی اولاد ہیں اس لئے ان میں انسان ہونے کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں ہے۔ سب یکساں احترام کے مستحق ہیں اور سب کے حقوق کا پاس ولحاظ کیا جانا چاہیئے۔

بنی نوع انسان کے بارے میں قرآن کی یہ اصلِ عظیم ذات پات کے تصور کو باطل قرار دیتی ہے۔ نیز اس مشرکانہ تصور کی بھی جڑ کاٹ دیتی ہے کہ اونچی ذات دیوتاؤں کی نسل سے ہے اور نچلی ذات (شودر) راکشوں کی نسل سے۔

۵۔ انسان جب کہ دوسرے سے ہمدردی، انصاف اور ادائیگی حقوق کے لئے خدا ہی کے نام پر اپیل کرتے ہیں۔ یہ گویا انسان کے وجدان کی پکار ہے کہ خدا ہی تمام انسانوں کا رب ہے اور اس کی عظمت کا تصور ہی انسان کو دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر آمادہ کرتا ہے۔ قرآن وجدان کی اس پکار کی تصدیق کرتا ہے۔ اور باہمی حقوق کی ادائیگی کے لئے خدا خوفی ہی کو بنیاد قرار دیتا ہے۔

۶۔ قطع رحمی سے بچنے کی ہدایت جس تاکید کے ساتھ یہاں کی گئی ہے اس سے اس کا زبردست گناہ ہونا بھی واضح ہوتا ہے اور صلۂ رحمی اور قرابت داری کی اہمیت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ حدیث میں نہایت مؤثر طریقہ پر صلۂ رحمی کی تلقین کی گئی ہے اور رشتہ داری کے تعلقات کو خراب ہونے سے روکا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

الرحم شجنة من الرحمٰن فقال اللہ من وصلک وصلته ومن قطعک قطعته۔　　”رحم رحمٰن سے مشتق ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو تجھے جوڑے گا میں اس سے جڑوں گا اور جو تجھے کاٹے گا میں اس سے کٹ جاؤں گا۔“

(مشکوٰۃ بحوالہ بخاری)

لا یدخل الجنة قاطع رحم　　”قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔“　　(مسلم)

۷۔ یتیم بچے سوسائٹی کا سب سے کمزور طبقہ ہیں۔ باپ کا سہارا اٹھ جانے کی وجہ سے وہ بے سہارا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ انصاف کرنے کی ہدایت اولین اہمیت کے ساتھ اور بڑے تاکیدی انداز میں دی گئی ہے۔

۸۔ یتیم کے مال کو الگ رکھنا ضروری ہے۔ اس میں خرد برد گناہ کبیرہ ہے اور سرپرست کے لئے یہ بھی جائز نہیں کہ وہ یتیم کے مال سے فائدہ اٹھائے۔ اگر یتیم کا مال تجارت میں لگایا گیا ہو تو اس کا فائدہ اس یتیم ہی کو پہنچانا چاہئے۔ رہا کھانے پینے میں اشتراک تو اس کی اجازت سورہ بقرہ آیت ۲۲۰ میں دی گئی ہے، ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۳۲۱۔

۹۔ یتیم اس نابالغ کو کہتے ہیں جس کے باپ کا انتقال ہو چکا ہو، لیکن شرعاً اس کا اطلاق بالغ ہونے کے بعد بھی ہوتا ہے جب تک کہ سوجھ بوجھ کی عمر کو نہ پہنچ جائے۔ اس آیت میں لفظ یتامیٰ استعمال ہوا ہے جو یتیم کی جمع ہے اور مذکر و مؤنث دونوں کے لئے بولا جاتا ہے۔ یہاں اس سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں اور خطاب اصلاً ان کے سرپرستوں سے ہے۔

۱۰۔ مطلب یہ ہے کہ اگر تم یتیم لڑکیوں کے سرپرست کی حیثیت سے یہ اندیشہ محسوس کرتے ہو کہ ان سے نکاح کرنے کی صورت میں ان سے حقوق ٹھیک طور سے ادا نہ کر سکو گے تو دوسری عورتوں سے بشرطیکہ وہ محرمات میں سے نہ ہوں نکاح کر لو۔

زمانہ جاہلیت میں جو یتیم بچیاں لوگوں کی سرپرستی میں ہوتی تھیں ان کے مال اور ان کے حسن و جمال کی وجہ سے ان کے سرپرست ان سے خود نکاح کر لیتے اور پھر ان کے ساتھ انصاف نہ کرتے۔ چنانچہ ان کے ورثہ پر وہ خود قابض ہو جاتے اور ان کا مہر وغیرہ بھی نہ ادا کرتے اس لئے ان کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ان سرپرستوں کو اس شرط کے ساتھ دی گئی کہ وہ ان کے حقوق ادا کریں اور ان کے ساتھ انصاف کریں۔

تعدد ازدواج کی جو اجازت دی گئی ہے وہ متعدد اخلاقی اور معاشرتی مصلحتوں پر مبنی ہے مثلاً بیواؤں کا مسئلہ حل کرنے کی غرض سے یا بے اولاد ہونے کی صورت میں یا بیوی کے دائم المریض ہونے کی بناء پر، یا مرد کا ایک بیوی پر قانع نہ ہونے کی صورت میں دوسرا نکاح کرنا۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے وجوہ جو نہایت معقول ہیں اور مصالح کی رعایت کرتے ہوئے شریعت نے ایک سے زائد عورتوں سے نکاح کی راہ کھلی رکھی ہے تاکہ آدمی غلط اور ناجائز طریقے اختیار کرنے سے بچے اور اس کی ضرورتیں جائز طریقہ سے پوری ہوں۔ زمانۂ جاہلیت میں تعدد ازدواج کے لئے کوئی قید نہیں تھی لیکن قرآن نے اس آیت کے ذریعہ تعدد ازدواج کو محدود کر دیا اور زیادہ سے زیادہ چار عورتوں تک نکاح کی اجازت دیدی اور وہ بھی عدل کی شرط کے ساتھ۔

واضح رہے کہ چار عورتوں کی حد تک نکاح کے جواز پر علماء کا اجماع ہے۔

۱۱۔ اس سے واضح ہے کہ ایک سے زائد بیوی کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ مشروط ہے، جو شخص اس شرط کو خاطر میں لائے بغیر ایک سے زائد نکاح کرتا ہے وہ اللہ کی اس عطا کردہ رخصت سے غلط فائدہ اٹھاتا ہے اور ایسے شخص کے لئے حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

من کانت لہ امراتان یمیل لاحداھما علی الاخریٰ جاء یوم القیامۃ یجرّ احد شقیہ ساقطا او مائلا

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ صرف ایک کی طرف مائل ہو کر رہ جائے وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک بازو گر رہا ہوگا اور وہ اسے گھسیٹ رہا ہوگا۔''

(اہل السنن)

اور عدل سے مراد کھانے پینے، رہنے سہنے اور شب باشی وغیرہ کے معاملہ میں تمام بیویوں کے ساتھ انصاف کے ساتھ معاملہ کرنا اور ان سب کے حقوق ادا کرنا ہے۔

۱۲۔ نزول قرآن کے زمانہ میں لونڈیوں کا وجود تھا۔ اسلام نے ایک طرف ان کو آزاد کرنے کی ترغیب دی نیز ان کو آزاد کرنے کے سلسلے میں کچھ ضابطے بھی بنائے اور دوسری طرف موجود لونڈیوں کو صنفی آوارگی سے بچانے کا بھی اہتمام کیا چنانچہ جن لوگوں کے قبضہ میں لونڈیاں تھیں ان کو اُن سے تمتع کی اجازت دیدی۔ لونڈیوں کے سلسلہ میں تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نوٹ ۶۴۔

۱۳۔ مہر وہ عطیہ ہے جو شوہر بیوی کو عقد نکاح میں بندھ جانے پر دیتا ہے۔ اس کی حیثیت لازمی عطیہ یا ہدیہ کی ہے جسے ساقط کرنے کا اختیار کسی کو نہیں ہے

کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے البتہ عورت کو اختیار ہے کہ وہ نکاح کے بعد اس کا جو حصہ چاہے معاف کرے۔ اسلام میں مہر عورت کی قیمت یا نکاح کا معاوضہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک شرعی فریضہ اور پر خلوص ہدیہ ہے جس سے مقصود زوجین کے درمیان الفت و محبت کے تعلقات پیدا کرنا اور عقد نکاح کی اہمیت کا احساس پیدا کرنا ہے۔ واضح رہے کہ مہر عورت کا حق ہے نہ کہ اس کے باپ یا سرپرستوں کا۔

۱۴۔ مال کو اللہ تعالیٰ نے قیام معیشت کا ذریعہ بنایا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ آدمی اس کی قدر و منزلت پہچانے اُسے ضائع ہونے سے بچائے، بالخصوص یتیموں کا مال جس کی تحویل میں ہو اس کی حفاظت اس طرح کرے کہ گویا وہ اس کا اپنا مال ہے۔

۱۵۔ مراد یتیم بچے ہیں اور واضح کرنا یہ مقصود ہے کہ یتیموں کو ان کا مال حوالہ کرنے کی جو تاکید کی گئی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ مال کو ناسمجھ اور بے عقل بچوں کے حوالہ کر دیا جائے بلکہ یتیم کے سرپرست کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مال کو ضائع ہونے سے بچائے اور اس کی پوری پوری حفاظت کرے۔ اس میں سے وہ یتیموں کے خورد و نوش اور لباس وغیرہ کی ضروریات پر خرچ کرسکتا ہے لیکن جب وہ بالغ ہو جائیں اور ان میں سوجھ بوجھ بھی پیدا ہو جائے تو ان کا مال ان کے حوالہ کیا جائے۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ
مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ
اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ۭ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا
فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ۭ
فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۭ
وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ۝٦
لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۠
وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ
مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ۭ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ۝٧
وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ
وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝٨
وَلْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً
ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۠ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ
وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝٩
اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا
يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ۭ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۝١٠
يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ
نِسَاۗءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا
النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ
كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ
فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ اٰبَاۗؤُكُمْ وَاَبْنَاۗؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ
لَكُمْ نَفْعًا ۭ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝١١

[۶] اور یتیموں کو جانچتے رہو یہاں تک کہ وہ نکاح کی عمر کو پہنچ جائیں۔۱۶ پھر اگر تم ان کے اندر سوجھ بوجھ پاؤ ۱۷ تو ان کا مال ان کے حوالہ کردو۔ اور اس خیال سے کہ وہ بڑے ہوجائیں گے ان کا مال اسراف کر کے جلدی جلدی کھا نہ جاؤ۔ جو غنی ہو اس کو چاہیئے کہ پرہیز کرے اور جو حاجت مند ہو وہ معروف طریقہ سے کھائے ۱۸ ۔ پھر جب ان کا مال ان کے حوالہ کرو تو اس پر گواہ بنالو اور اللہ حساب لینے کیلئے کافی ہے۔

[۷] مردوں کیلئے اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور اقرباء نے چھوڑا ہو۔ اور عورتوں کے لئے بھی اس مال میں حصہ ہے جو والدین اور اقرباء نے چھوڑا ہو خواہ وہ ترکہ کم ہو یا زیادہ۔ یہ حصہ مقرر ہے۔۱۹

[۸] اور اگر تقسیم کے وقت قرابتدار، یتیم اور مسکین آموجود ہوں تو ان کو بھی اس میں سے کچھ دو اور ان سے بھلی بات کہو۔ ۲۰

[۹] لوگوں کو ڈرنا چاہیئے کہ اگر وہ اپنے پیچھے ناتواں بچے چھوڑ جاتے تو ان کے معاملہ میں انہیں کیسا کچھ اندیشہ ہوتا ۲۱ ۔ لہٰذا انہیں چاہیئے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔

[۱۰] جو لوگ یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ عنقریب وہ بھڑکتی آگ میں داخل ہوں گے۔

[۱۱] اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں وصیت کرتا (حکم دیتا) ہے ۲۲ کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ ۲۳ اگر صرف لڑکیاں ہوں دو سے زیادہ تو ترکہ میں ان کا حصہ دو تہائی ہوگا ۲۴ ۔ اور اگر ایک ہی لڑکی ہو تو اسے نصف (ترکہ) ملے گا ۲۵ ۔ اور میت کے والدین میں سے ہر ایک کیلئے چھٹا حصہ ہے۔ بشرطیکہ میت کے اولاد ہو ۲۶ ۔ اگر میت کے اولاد نہ ہو اور صرف ماں باپ اس کے وارث ہوں تو اس کی ماں کا ایک تہائی حصہ ہوگا ۲۷ ۔ اور اگر میت کے بھائی بہن بھی ہوں تو اس کی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ۲۸ یہ حصے میت نے جو وصیت کی ہو ۲۹ اس کی تعمیل اور جو قرض چھوڑا ہو ۳۰ اس کی ادائیگی کے بعد تقسیم کئے جائیں۔ تم اپنے باپ اور بیٹوں کے بارے میں نہیں جانتے کہ مفاد کے لحاظ سے کون تم سے قریب تر ہے ۳۱ ۔ یہ حصے اللہ کے مقرر کئے ہوئے ہیں۔ یقین جانو اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔ ۳۲

۱۶۔ نکاح کی عمر سے مراد سنِ بلوغ کو پہنچنا ہے۔ شرعاً اس کا اعتبار قدرتی نشوونما کے ظاہر ہوجانے پر کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کے نزدیک شادی کی عمر کا اعتبار لڑکے یا لڑکی کے سنِ بلوغ کو پہنچ جانے پر ہے۔

۱۷۔ یتیموں کا مال ان کے حوالے کرنے کے لئے ان کا سنِ بلوغ کو پہنچنا کافی نہیں ہے بلکہ ان میں سوجھ بوجھ کا پایا جانا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے مال کو ذمہ داری کے ساتھ خرچ کرسکیں۔ اگر کسی یتیم لڑکے یا لڑکی میں بالغ ہوجانے پر یہ اہلیت پیدا نہ ہوئی ہو تو مزید انتظار کرنا چاہئے۔

۱۸۔ یعنی اگر کسی یتیم کا سرپرست محتاج ہو تو وہ یتیم کے مال میں سے ان کی خدمت کے تعلق سے بقدر احتیاج لے سکتا ہے البتہ اس سلسلہ میں معقول اور مناسب طریقہ اختیار کرنا ضروری ہے۔

۱۹۔ یہ اس قانونِ وراثت کی تمہید ہے جو آگے بیان کیا جارہا ہے۔ یتیموں کے بعد دوسرا کمزور طبقہ عورتوں کا ہے جس کو وراثت سے محروم کیا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ زمانۂ جاہلیت میں عورتوں کا وراثت میں کوئی حصہ نہ ہوتا تھا اور نہ بچوں کو وراثت میں شریک کیا جاتا بلکہ صرف مرد وارث قرار پاتے۔ وراثت کے سلسلہ میں ان کا تصور یہ تھا کہ جنگ کرنے کی قابلیت مردوں ہی میں ہوتی ہے اس لئے وہی وراثت کے مستحق ہیں۔ عورت اور بچے جنگ کے اہل نہیں ہیں اس لئے وراثت میں ان کا کوئی حصہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس باطل تصور اور ظالمانہ قانون نے بیواؤں اور یتیم بچوں اور بچیوں کو وراثت سے محروم کردیا تھا۔

اسلام نے جاہلیت کے اس قانون (Customary Law) کو باطل قرار دیتے ہوئے اعلان کیا کہ مردوں کے پہلو بہ پہلو عورتیں بھی وراثت میں شریک ہیں۔ اسی طرح اسلام نے بچوں کو بھی وارث قرار دیا اور ان سب کے حصے مقرر کئے۔ تاریخ میں سماج اور قانون کی اصلاح کا یہ زبردست کام تھا جو اسلام کے ہاتھوں انجام پایا اور جس کے گہرے اثرات اقوام عالم کی سماجی زندگی پر مرتب ہوئے ورنہ عربوں کے علاوہ دیگر اقوام کا تصور بھی عورتوں کے بارے میں کچھ مختلف نہ تھا یہاں تک کہ غیر مہذب اقوام کے نزدیک عورت کی حیثیت بھی مال وجائیداد ہی کی تھی جس کو میراث سمجھ لیا جاتا تھا اس لئے ان کو میراث میں حصہ دینے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

Women do not inherit because they are themselves the property of their husbands -- (Ency .of Religion & Ethics Vol. VII P.306) Women as inheritable Property __ many primitive people especially in Africa, regard wives and daughters as an important part of the estate to be transmitted in accordance with the regular rules of inheritance with the rest of the property. The explanation at is to be sought partly in the economic value of women either as workers, or, in the case of daughters, as potential wealth in the shape of a bride __ price Do P. 290)

یہ آیت میراث کے سلسلہ میں اس قانون کو بھی واضح کرتی ہے کہ ترکہ بہرحال تقسیم ہونا چاہیے خواہ اس کی مقدار کتنی ہی کم ہو۔ اس کا اطلاق منقولہ اور غیر منقولہ ہر قسم کے اموال پر ہوگا۔ اور اگر کوئی چیز قابل تقسیم نہیں ہے تو اسے فروخت کرکے اس کی رقم تمام وارثوں میں ان کے حصوں کے تناسب سے تقسیم کردی جائے گی۔

آیت میں اَقربون کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی قریب ترین رشتہ داروں کے ہیں۔ اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ قریب ترین رشتہ داروں کی موجودگی میں دور کے رشتہ دار وارث نہیں ہوسکتے۔

۲۰۔ خطاب ورثاء سے ہے۔ انہیں ترغیب دی گئی ہے کہ رشتہ داروں میں ایسے لوگ بھی ہوسکتے ہیں جن کا ازروئے شرع میراث میں حصہ نہ ہو۔ لیکن وہ غریب اور ضرورت مند ہوں، اسی طرح جو یتیم اور مسکین آموجود ہوں انہیں میراث میں سے کچھ نہ کچھ دو۔ اور اگر اس کی گنجائش نہ ہو تو ان کے ساتھ اظہار ہمدردی ضرور کرو۔

اس ہدایت سے یہ بات نکلتی ہے کہ اگر یتیم پوتا وارث نہ قرار پاتا ہو اور دادا نے اس کے لئے وصیت بھی نہ کی ہو تو وارثوں کو چاہئے کہ قرابت دار اور یتیم ہونے کی بناء پر اسے اس کے دادا کی وراثت میں سے کچھ نہ کچھ دیں اور اس کی دلجوئی کریں۔

۲۱۔ یعنی لوگوں کو یہ خیال کرنا چاہئے کہ جس طرح دوسروں کے بچے یتیم ہوئے ہیں اسی طرح ان کے بچے بھی یتیم ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال انہیں یتیموں کی حق تلفی اور دل شکنی کرنے سے باز رکھے گا۔

۲۲۔ ان آیات میں تقسیم وراثت کے احکام بیان ہوئے ہیں اور ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وصیت سے تعبیر فرمایا ہے جس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ یہ نہایت مہتم بالشان اور تاکیدی حکم ہے۔

نیز اس میں یہ بات مضمر ہے کہ سورہ بقرہ کی آیت ۱۸۰ میں اہل ایمان کو والدین اور اقرباء کے حق میں وصیت کرنے کا جو حکم مطلقاً دیا گیا تھا اس کو اس نے مقید کر دیا ہے اس لئے جن لوگوں کے حق میں اللہ نے وصیت فرما دی ہے، یعنی ورثاء ان کے لئے وصیت کرنے کا کوئی سوال اہل ایمان کے لئے باقی نہیں رہتا یعنی اب وصیت صرف ایسے ہی رشتہ داروں کے حق میں کی جا سکتی ہے جو شرعاً وارث نہ قرار پاتے ہوں۔

۲۳۔ اللہ تعالیٰ نے وراثت میں لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے مقابلہ میں دوگنا رکھا ہے جس کی وجہ یہ نہیں ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں فروتر ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو کسی صورت میں بھی عورتوں کا حصہ مردوں کے برابر نہ رکھا جاتا۔ حالانکہ متعدد صورتوں میں عورتوں کا حصہ مردوں کے مساوی رکھا گیا ہے۔ مثلاً میت کے اولاد ہونے کی صورت میں جہاں باپ کو ۶/۱، ملے گا وہاں ماں کو بھی ۶/۱ ملے گا۔ اسی طرح میت کے ماں شریک بھائی بہن کا حصہ برابر رکھا گیا ہے۔

اصل میں لڑکی کا حصہ لڑکے کے برابر نہ رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے معاشی ذمہ داری عورت پر نہیں بلکہ مرد پر ڈالی ہے وہ بیوی کی بھی کفالت کا ذمہ دار ہے اور بچوں کی کفالت کا بھی جب کہ عورت پر اپنی کفالت کا بوجھ بھی نہیں ڈالا گیا ہے مزید برآں مرد پر عورت کے مہر کا بھی بار ڈالا گیا ہے ان ذمہ داریوں کے پیش نظر انصاف کا تقاضہ یہ تھا کہ مرد کا حصہ عورت کی بہ نسبت دوگنا رکھا جائے۔

لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر میت نے اپنے پیچھے ایک لڑکا اور ایک لڑکی چھوڑی ہو تو دیگر ورثاء کو اگر کوئی ہوں ان کا حصہ ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکے کے تین حصے کئے جائیں گے جن میں سے ایک حصہ لڑکی کو ملے گا اور دو حصے لڑکے کو اور اگر کئی لڑکے لڑکیاں ہوں تو ان کے درمیان میراث اس طرح تقسیم ہوگی کہ ہر لڑکے کو دو حصے اور ہر لڑکی کو ایک حصہ ملے گا۔ اور اگر صرف لڑکے ہوں تو ان کے درمیان ترکہ برابر تقسیم ہوگا۔

واضح رہے کہ صلبی اولاد کی موجودگی میں پوتے وارث نہیں ہوتے ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ باپ کی موجودگی میں دادا وارث نہیں ہوتا۔

۲۴۔ میت نے اگر صرف لڑکیاں چھوڑی ہوں اور وہ دو سے زیادہ ہوں تو ان کا حکم یہ بیان کیا گیا ہے کہ انھیں دو تہائی حصہ ملے گا۔ یہی حکم دو لڑکیوں کا بھی ہے یعنی اگر میت نے صرف لڑکیاں چھوڑی ہوں اور وہ دو ہوں تو ان کو بھی دو تہائی ہی ملے گا۔ یہ بات فحوائے کلام سے واضح ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ جو فرمایا کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہونے کی صورت میں لڑکے کو ۳/۲ ملے گا اور لڑکی کو ۳/۱، لڑکے کا یہ ۳/۲ حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے۔ یہ بات فحوائے کلام سے واضح تھی اس لئے دو سے زائد لڑکیوں کا حکم صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا۔ مزید برآں آیت ۱۷۶ میں دو بہنوں کا حصہ ۳/۲ بیان کیا گیا ہے لہذا دو لڑکیوں کا حصہ بدرجۂ اولیٰ ۳/۲ ہوگا۔

دو لڑکیوں کے حصہ کا دو تہائی ہونا حدیث سے بھی ثابت ہے چنانچہ ترمذی کی روایت ہے کہ سعد بن ربیع کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ سعد کی یہ دو بیٹیاں ہیں ان کے والد جنگ اُحد میں شہید ہو گئے اور ان کے چچا نے ان کے پورے مال پر قبضہ کر لیا ہے اب ان سے نکاح کون کرے گا اس پر آیت میراث نازل ہوئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بچیوں کے چچا کو، بلا کر فرمایا کہ سعد کی دو بیٹیوں کو دو تہائی دے دو اور ان کی والدہ کو ۸/۱ اس کے بعد جو بچ جائے وہ تم لے لو۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۵۷)

ترکہ کا یہ ۳/۲ حصہ تمام لڑکیوں میں برابر تقسیم کر دیا جائے گا بقیہ ۳/۱ کے حقدار دوسرے وارث ہوں گے۔

۲۵۔ یعنی اگر میت نے صرف ایک لڑکی چھوڑی ہو اور اسکے ساتھ کوئی لڑکا نہ ہو تو لڑکی کو نصف میراث ملے گی اور بقیہ نصف کے حقدار دوسرے ورثاء ہوں گے۔

اس سے یہ حکم بھی نکلتا ہے کہ اگر صرف ایک لڑکا ہو تو وہ لڑکی کے دوگنا یعنی پورے ترکہ کا وارث ہوگا البتہ اگر دوسرے ورثا مثلاً ماں باپ موجود ہوں تو ان کے حصے ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ پورا کا پورا لڑکے کو ملے گا۔

۲۶۔ اولاد خواہ ایک ہو یا زائد اور خواہ لڑکی ہو یا لڑکا بہرصورت میت کے والدین سے ہر ایک ۶/۱ کا حقدار ہوگا۔ والدین کا حق اولاد کے مقابلہ میں زیادہ ہے لیکن وراثت میں اولاد کا حصہ زیادہ اور والدین کا حصہ کم رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ والدین ایک ایسی عمر کو پہنچ چکے ہوتے ہیں۔ جب انہیں مال کی ضرورت زیادہ نہیں رہتی بخلاف اس کے اولاد اپنی عمر کے اعتبار سے مال کی زیادہ ضرورت مند ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ یہ تقسیم کتنی حکیمانہ ہے۔

۲۷۔ یعنی والدین کے سوا کوئی اور وارث نہ ہو تو ماں کو ۳/۱ اور بقیہ حصہ باپ کو ملے گا۔

۲۸۔ یعنی میت کے اگر بھائی بہن موجود ہوں تو ماں کو ۳/۱ کے بجائے ۶/۱ ملے گا اور بقیہ باپ کو ملے گا کیونکہ اس صورت میں باپ کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں۔

واضح رہے کہ میت کے ماں باپ دونوں یا صرف باپ کے زندہ ہونے کی صورت میں اس کے بھائی بہنوں کو کچھ نہیں ملتا۔

۲۹۔ **وصیت** کرنے کا اختیار آدمی کو اپنی میراث کے ۳/۱ کی حد تک ہے جیسا کہ حدیث سے واضح ہے نیز کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے اور نہ ایسی وصیت نافذ ہوگی الا یہ کہ ورثا اس کی اجازت دیں۔ ایک تہائی کی حد تک وصیت کی گنجائش اس لئے رکھی گئی ہے کہ قانون وراثت کی رو سے جن رشتہ داروں کو حصہ نہ ملتا ہو اور وہ مدد کے مستحق ہوں مثلاً یتیم پوتا یا پوتی یا بیوہ بہو وغیرہ تو آدمی ان کے حق میں وصیت کر سکتا ہے اسی طرح دوسرے مستحقین کے حق میں یا کسی کار خیر میں صرف کرنے کے لئے وصیت کی جا سکتی ہے۔

(سورہ بقرہ نوٹ ۲۳۳ بھی پیش نظر رہے)

۳۰۔ قرض سب سے پہلے ادا کیا جائے گا پھر وصیت کی تعمیل کی جائے گی اور اس کے بعد وراثت تقسیم ہوگی۔

وصیت کا ذکر قرض سے پہلے اس لئے کیا گیا ہے تا کہ اس معاملہ میں لوگ بے اعتنائی نہ برتیں کیونکہ وصیت بغیر کسی عوض کے ہوتی ہے جس کا ادا کرنا طبیعتوں پر بار ہوتا ہے بخلاف قرض کے کہ یہ ایک مسلمہ حق ہے جس کی ادائیگی واجب ہے۔

۳۱۔ یعنی وراثت کے معاملہ میں انسان اپنے محدود علم کی بنا پر صحیح فیصلہ نہیں کر سکتا۔ نہ وہ وارثوں کا صحیح طور سے تعین کر سکتا ہے اور نہ ان کے حصوں کا، چنانچہ انسان نے آسمانی ہدایت سے بے نیاز ہو کر جب کبھی میراث کی تقسیم کا ضابطہ بنانا چاہا ہے جذباتیت کا شکار ہو کر غلط اور غیر منصفانہ فیصلے ہی کرتا رہا ہے۔ اگر قدیم جاہلیت میں عورتوں کو وراثت سے محروم رکھا جاتا تھا تو جدید جاہلیت میں ان کو مردوں کے برابر لا کھڑا کر دیا گیا جب کہ دونوں کی ذمہ داریاں یکساں نہیں۔

نپولین نے جو سول کوڈ بنایا اس میں خونی رشتہ داروں کی موجودگی میں زوجین کو ایک دوسرے کی وراثت سے محروم کر دیا۔ ہندو کوڈ اولاد کی موجودگی میں باپ کا حصہ تسلیم نہیں کرتا البتہ ماں کے حصہ کا ضرور قائل ہے اور انڈین سکسیشن ایکٹ (Indian Succession Act 1925) کی رو سے اولاد کی موجودگی میں میت کے ماں باپ دونوں کا وراثت میں کوئی حصہ نہیں یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وراثت کی تقسیم کے مسئلہ میں انسان اپنی خواہشات اور وقت کے نظریات اور رجحانات کا شکار رہا ہے اور جو ضابطے بھی اس سلسلے میں بنائے جاتے رہے ہیں وہ کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں بنائے گئے لیکن اسلام کا قانون علم الٰہی پر مبنی ہے اس لئے اس میں کمال درجہ کا توازن پایا جاتا ہے۔

۳۲۔ اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی اس لئے اس کی تقسیم غلط نہیں ہو سکتی۔ تمہارے اپنے رجحانات اور نظریات غلط اور عدل و انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہو سکتے ہیں۔ تمہارے حقیقی مفاد اور مصالح کو جاننے والا اللہ ہی ہے لہٰذا ہمیں اس کی شریعت کے صحیح ہونے پر یقین کرنا چاہئے۔ اور شرعی قوانین ہی کی پابندی قبول کرنا چاہئے۔

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ
كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ
يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ
لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ
يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا
السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ ۚ
مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً
مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾

۱۲ اور تمہاری بیویوں کے ترکہ میں تمہارا (شوہر کا) نصف حصہ ہے بشرطیکہ ان کے اولاد نہ ہو۔ اگر ان کے اولاد ہو تو ان کے ترکہ میں تمہارا حصہ ایک چوتھائی ہوگا۔ اس وصیت کی تعمیل کے بعد جو انہوں نے کی ہو، اور اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو انہوں نے چھوڑا ہو۔ اور ان کے لئے (یعنی بیویوں کے لئے) تمہارے ترکہ میں چوتھائی حصہ ہے بشرطیکہ تمہارے اولاد نہ ہو۔ اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کو تمہارے ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا ۳۳؎ اس وصیت کی تعمیل کے بعد جو تم کر جاؤ اور اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو تم نے چھوڑا ہو۔ اور اگر وہ مرد یا عورت جس کی میراث تقسیم ہونی ہے کلالہ ہو (یعنی نہ اسکے اولاد ہو اور نہ والد ہی زندہ ہو) اور اس کا ایک بھائی یا ایک بہن موجود ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ ہوں تو وہ سب ایک تہائی میں شریک ہوں گے ۳۴؎۔ اس وصیت کی تعمیل کے بعد جو کی گئی ہو یا اس قرض کی ادائیگی کے بعد جو میت نے چھوڑا ہو بشرطیکہ وہ ضرر رساں نہ ہو ۳۵؎۔ یہ وصیت (حکم) ہے اللہ کی طرف سے۔ اور اللہ علم والا بھی ہے اور بہت بردبار بھی۔ ۳۶؎

تِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ يُدْخِلْهُ جَنَّاتٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ
وَذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٣﴾

۱۳ یہ اللہ کی (مقرر کردہ) حدیں ہیں ۳۷؎ ۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے انہیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں رواں ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔

وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُ يُدْخِلْهُ
نَارًا خَالِدًا فِيهَا وَلَهُ عَذَابٌ مُهِينٌ ﴿١٤﴾

۱۴ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے (مقرر کردہ) حدود سے تجاوز کرے گا، اسے وہ آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس کے لئے رسوا کن عذاب ہے۔ ۳۸؎

وَاللَّاتِي يَأْتِينَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِسَائِكُمْ
فَاسْتَشْهِدُوا عَلَيْهِنَّ أَرْبَعَةً مِنْكُمْ ۖ فَإِنْ
شَهِدُوا فَأَمْسِكُوهُنَّ فِي الْبُيُوتِ حَتَّىٰ
يَتَوَفَّاهُنَّ الْمَوْتُ أَوْ يَجْعَلَ اللَّهُ لَهُنَّ سَبِيلًا ﴿١٥﴾

۱۵ اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کی مرتکب ہوں ۳۹؎ ان پر اپنے میں سے چار آدمیوں کی گواہی لو ۴۰؎، اگر وہ گواہی دیں تو ان عورتوں کو گھروں میں روکے رکھو ۴۱؎ یہاں تک کہ موت ان کا وقت پورا کردے یا اللہ ان کے لئے کوئی راہ نکال دے۔ ۴۲؎

وَاللَّذَانِ يَأْتِيَانِهَا مِنْكُمْ فَآذُوهُمَا ۖ فَإِنْ تَابَا وَأَصْلَحَا
فَأَعْرِضُوا عَنْهُمَا ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ تَوَّابًا رَحِيمًا ﴿١٦﴾

۱۶ اور تم میں سے جو (مرد عورت) اس فعل کا ارتکاب کریں ان دونوں کو اذیت پہنچاؤ ۴۳؎ ، پھر اگر وہ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں تو ان سے درگذر ۴۴؎ کرو کہ اللہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۳۳۔ میت کے اولاد نہ ہونے کی صورت میں اس کی بیوی کا حصہ ۱/۴ اور اولاد ہونے کی صورت میں ۱/۸ ہو گا۔ اگر ایک سے زائد بیویاں ہوں تو وہ سب اس ۱/۴ یا ۱/۸ میں برابر شریک ہوں گی۔

۳۴۔ اس بات پر اجماع ہے کہ یہ حکم اخیافی یعنی ماں شریک بھائی بہنوں کا ہے رہے سگے اور صرف باپ شریک بھائی بہن تو ان کا حکم اس سورہ کے آخر میں بیان ہوا ہے۔ اخیافی بھائی بہن کا حکم یہ ہے کہ اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہو تو اسے ۱/۶ ملے گا اور دو یا دو سے زیادہ بھائی بہن ہوں تو ۱/۳ میں وہ سب برابر کے شریک ہوں گے۔ واضح رہے کہ میت کے اخیافی بھائی بہن اسی صورت میں حصہ پاتے ہیں، جبکہ میت کے نہ اولاد ہو اور نہ باپ زندہ ہو۔

۳۵۔ یعنی وصیت اور قرض کیلئے قانون وراثت میں جو گنجائش رکھی گئی ہے اس سے غلط فائدہ نہ اٹھایا جائے۔ مثلاً کوئی شخص شرعی وارثوں کے حقوق تلف کرنے کی غرض سے بے جا وصیت کر جائے یا اپنے ذمہ ایسے قرض کا اقرار کرے جو اس نے فی الواقع نہ لیا ہو اس قسم کی ضرر رسانی کو حدیث میں گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔

۳۶۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی دو صفتوں علم اور بردباری کا حوالہ دیا ہے جس سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اگر کوئی شخص ان احکام وراثت کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اُسے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اس کے حال سے اللہ باخبر ہے اور وہ محض اپنی بردباری کی بنا پر فوری طور سے سزا نہیں دے رہا ہے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ اللہ کی گرفت سے بچ سکے گا۔

۳۷۔ حدود سے مراد قوانین اور ضابطے ہیں۔ وراثت کے ان احکام کی حیثیت جو قرآن میں بیان کئے گئے ہیں قانون الٰہی (Divine Law) کی ہے جس کی پابندی لازماً اس کے بندوں پر عائد ہوتی ہے۔

۳۸۔ وراثت کے احکام بیان کرنے کے بعد اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس سے ان لوگوں کے جرم کی سنگینی واضح ہوتی ہے جو اللہ کے مقرر کئے ہوئے قانون وراثت کو تبدیل کرنا چاہیں یا اسلامی ضابطۂ وراثت کی جگہ کوئی اور ضابطۂ وراثت (Succession Code) لانا چاہیں۔ یہ ان ہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جن کو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت سے کوئی سروکار نہ ہو، ورنہ کوئی مسلمان اس کی ہرگز جسارت نہیں کرسکتا۔

۳۹۔ مراد زنا ہے۔

۴۰۔ اگر کوئی مسلمان عورت زنا کی مرتکب ہو تو اس کو اسی صورت میں سزا دی جاسکتی ہے جب کہ اس کا جرم چار مسلمان گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو جائے۔ زنا کے لئے اسلام نے چار کی گواہی ضروری قرار دی ہے جب کہ دوسرے جرائم کے لئے دو کی گواہی کافی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ زنا وہ سنگین جرم ہے جس کے بعد انسان کی عزت وعفت باقی نہیں رہتی اور اس کی اخلاقی موت واقع ہو جاتی ہے۔ ایسی سنگین برائی کو کسی کی طرف منسوب کرنے میں ظاہر ہے سخت احتیاط کی ضرورت ہے۔

۴۱۔ جو عورتیں زنا کی مرتکب ہوں اور ان کا جرم چار گواہوں کے ذریعہ ثابت ہو جائے انھیں گھروں میں نظر بند رکھنے کا حکم اس آیت میں دیا گیا ہے تا کہ وہ بدکاری سے باز آئیں نیز انہیں اغواء وغیرہ کے خطرات سے بھی بچایا جا سکے۔ یہ حکم مخصوص حالات کیلئے ہے جس کی وضاحت آگے آ رہی ہے۔

۴۲۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ زنا کی مرتکب عورتوں کی نظر بندی کا حکم مخصوص حالات کے لئے دیا گیا ہے رہا مستقل حکم تو وہ بعد میں نازل کیا جائے گا چنانچہ بعد میں یعنی ۶ھ میں سورہ نور میں سو کوڑوں کی سزا مقرر کی گئی (سورۂ نور آیت ۲) اس کا یہ مطلب نہیں کہ نظر بندی کا حکم منسوخ ہو گیا اگر ایسا ہوتا تو قرآن میں اس کی تلاوت باقی نہ رکھی جاتی۔ تلاوت جب باقی رکھی گئی ہے تو اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم ان حالات کے لئے اب بھی باقی ہے جن میں مسلم معاشرہ اس پوزیشن میں نہ ہو کہ کوڑوں کی سزا نافذ کر سکے البتہ جو معاشرہ کوڑوں کی سزا نافذ کرنے کی پوزیشن میں ہو اسے کوڑوں کی سزا ہی نافذ کرنا ہوگی۔ اس آیت میں زنا کے ثبوت کیلئے چار گواہوں کی جو شرط بیان کی گئی ہے وہ کوڑوں کی سزا کا حکم آجانے کے بعد بھی باقی رکھی گئی جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے۔

بعض احکام جو بادی النظر میں مختلف معلوم ہوتے ہیں ان میں درحقیقت کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ ایک حکم ایک طرح کے حالات کے لئے ہے۔ اور دوسرا حکم دوسری طرح کے حالات کے لئے۔ مثلاً ایک جگہ حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کو ان کے حال پر چھوڑ دو اور دوسری جگہ حکم دیا گیا ہے کہ ان سے جنگ کرو۔ ظاہر ہے یہ مختلف مراحل سے تعلق رکھنے والے احکام ہیں نہ کہ دوسرا حکم پہلے حکم کا ناسخ۔

۴۳۔ اذیت سے مراد ملامت، زجر و توبیخ اور اصلاح و تادیب کی حد تک مارنا ہے۔ تعزیر کا یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے ہے جو زنا کے مرتکب ہوئے ہوں۔

۴۴۔ اصلاح کی صورت میں خواہ وہ مرد ہو یا عورت اذیت پہنچانے سے احتراز کیا جائے گا لیکن عورت کو گھر میں روکے رکھنے کا جو حکم آیت ۱۵ میں دیا گیا ہے وہ اذیت کے حکم کے علاوہ ہے اور اسکی دوسری مصلحتیں بھی ہیں اس لئے اس پر عمل درآمد کیا جائے گا۔

میراث میں حصہ پانے والے

Table of heirs with their shares

نمبر شمار ۱	وارث ۲	کیفیت ۳	Normal Share or Portion: حصہ معمولاً ایک فرد ہونیکی صورت میں ۴	دو یا زیادہ افراد ہونے کی صورت میں ۵	ورثہ پانے کے شرائط Conditions ۶
۱	لڑکا	عصبہ	لڑکی کے دوگنا	ہر لڑکے کا حصہ لڑکی کے دوگنا	جبکہ میت کے لڑکے لڑکیاں دونوں ہوں اور صرف وہی وارث ہوں۔
	لڑکا	عصبہ	کل	کل میں برابر کے شریک	جب کہ تنہا ایک لڑکا یا کئی لڑکے وارث ہوں
	لڑکا	عصبہ	اصحاب فریضہ کو دینے کے بعد جو باقی بچے	اصحاب فریضہ کو دینے کے بعد جو باقی بچے اسمیں سب برابر کے شریک	جبکہ میت کے ماں باپ۔شوہر یا بیوی موجود ہو تو ان کو دینے کے بعد جو باقی بچے۔
۲	لڑکی	صاحب فریضہ (Quranic Sharer)	۱/۲	۲/۳ میں برابر کی شریک	جب کہ میت کا لڑکا نہ ہو
	لڑکی	عصبہ	لڑکے کے نصف	ہر لڑکی کا حصہ لڑکے کے نصف	جب کہ میت کا لڑکا موجود ہو۔
۳	باپ	صاحب فریضہ	۱/۶		جب کہ میت کا لڑکا موجود ہو
	باپ	صاحب فریضہ وعصبہ	۱/۶ اور اصحاب فروض کو دینے کے بعد جو باقی بچے۔		جبکہ میت کی لڑکی موجود ہو اور لڑکا نہ ہو۔
	باپ	عصبہ	کل		جب کہ میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ اس کی ماں، شوہر یا بیوی موجود ہو۔
۴	ماں	صاحب فریضہ	۱/۶		جبکہ میت کی اولاد یا اس کے بھائی بہن دو یا زیادہ تعداد میں موجود ہوں۔
	ماں	صاحب فریضہ	۱/۳		جبکہ میت کے کوئی اولاد نہ ہو اور نہ اس کے بھائی بہن کم از کم دو کی تعداد میں موجود ہوں۔
	ماں	صاحب فریضہ	۱/۳		جبکہ میت کا باپ، بیوی یا شوہر موجود ہو۔ اس صورت میں شوہر یا بیوی کا، یا بیوی کا حصہ ادا کرنے کے بعد بقیہ ترکہ کا ۱/۳ ماں کو دیا جائے گا۔

۵	شوہر شوہر	صاحب فریضہ صاحب فریضہ	۱/۲ ۱/۴		جبکہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو جبکہ میت کی اولاد موجود ہو۔
۶	بیوی بیوی	صاحب فریضہ صاحب فریضہ	۱/۴ ۱/۸	۱/۴ میں سب برابر کی شریک ۱/۸ میں سب برابر کی شریک	جب کہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو جبکہ میت کی اولاد موجود ہو
۷	ماں شریک بھائی یا بہن uterinde brother or sister ماں شریک بھائی یا بہن	صاحب فریضہ (Excluded) محجوب	۱/۶ کچھ نہیں	۱/۳ میں سب بھائی بہن برابر کے شریک کچھ نہیں	جبکہ میت کی کوئی اولاد یا باپ موجود نہ ہو۔ جبکہ میت کی اولاد یا باپ موجود ہو۔
۸	سگی بہن سگی بہن سگی بہن سگی بہن	صاحب فریضہ عصبہ عصبہ محجوب	۱/۲ لڑکی کو دینے کے بعد بقیہ حصہ بھائی کا نصف کچھ نہیں	۲/۳ لڑکی کو دینے کے بعد بقیہ حصہ میں سب برابر کے شریک ہر بہن کو بھائی کا نصف کچھ نہیں	جبکہ میت کا باپ اس کی اولاد اور اس کا سگا بھائی ان میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو۔ جبکہ میت کی لڑکی موجود ہو لیکن اس کا باپ، نرینہ اولاد اور سگا بھائی ان میں سے کوئی موجود نہ ہو۔ جبکہ میت کا سگا بھائی موجود ہو لیکن اس کا باپ یا نرینہ اولاد موجود نہ ہو۔ جبکہ میت کا باپ یا اس کی نرینہ اولاد موجود ہو
۹	سگا بھائی سگا بھائی سگا بھائی	عصبہ عصبہ محجوب	کل اصحاب فروض کو ادا کرنیکے بعد جو باقی بچے کچھ نہیں	کل میں سب برابر کے شریک اصحاب فروض کو ادا کرنے کے بعد جو باقی بچے اس میں سب برابر کے شریک کچھ نہیں	جبکہ میت کا باپ، نرینہ اولاد، بیوی یا شوہر اور ماں شریک بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہ ہو جبکہ میت کا باپ یا نرینہ اولاد موجود نہ ہو لیکن لڑکی، ماں، ماں شریک بھائی بہن اور شوہر یا بیوی میں سے کوئی موجود ہو تو اس کو دینے کے بعد جو باقی بچے گا وہ سگے بھائی کو ملے گا۔ جبکہ میت کا باپ یا نرینہ اولاد موجود ہو

۱۰	باپ شریک بہن (onsanguins Sister)	صاحب فریضہ	۱/۲	۲/۳	جبکہ میت کے سگے بھائی بہن، باپ شریک بھائی، باپ اور اولاد میں سے کوئی موجود نہ ہو۔
	باپ شریک بہن	صاحب فریضہ	۱/۶	۱/۶	جبکہ میت کی صرف ایک سگی بہن موجود ہو، اور باپ شریک بھائی، باپ اور اولاد میں سے کوئی موجود نہ ہو۔
	باپ شریک بہن	عصبہ	لڑکی کو دینے کے بعد بقیہ حصہ	لڑکی کو دینے کے بعد بقیہ حصہ میں سب برابر کے شریک	جبکہ میت کے لڑکی موجود ہو لیکن سگے بھائی بہن، باپ شریک بھائی، ماں شریک بھائی بہن شوہر یا بیوی، باپ اور نرینہ اولاد میں سے کوئی موجود نہ ہو۔
	باپ شریک بہن	عصبہ	بھائی کا نصف	بھائی کا نصف	جبکہ میت کا باپ شریک بھائی موجود ہو لیکن سگا بھائی، باپ، شوہر یا بیوی اور نرینہ اولاد میں سے کوئی نہ ہو۔
	باپ شریک بہن	محجوب	کچھ نہیں	کچھ نہیں	جبکہ میت کی دو سگی بہنیں، سگا بھائی باپ نرینہ اولاد میں سے کوئی موجود ہو یا ایک سگی بہن بطور عصبہ کے ہو۔
۱۱	باپ شریک بھائی	عصبہ	کل میراث	کل میراث میں سب برابر کے شریک۔	جبکہ میت کے ماں باپ، اولاد، شوہر یا بیوی سگے بھائی بہن، علاتی بہن، ماں شریک بھائی بہن میں سے کوئی موجود نہ ہو۔
	باپ شریک بھائی	عصبہ	اصحاب فروض کو دینے کے بعد جو باقی بچے	اصحاب فریضہ کو دینے کے بعد جو باقی بچے اس میں سب برابر کے شریک	جبکہ میت کی لڑکی، ماں، شوہر یا بیوی، سگی بہن، ماں شریک بھائی بہن میں سے کوئی موجود ہو۔ اگر باپ شریک بہن موجود ہو تو اس کے دوگنا باپ شریک بھائی کو ملے گا۔
	باپ شریک بھائی	محجوب	کچھ نہیں	کچھ نہیں	جبکہ میت کا باپ، لڑکا، سگا بھائی یا سگی بہن موجود ہو۔

نوٹ:۔

☆ اس نقشہ میں صرف ان ورثاء کے حصے بیان کئے گئے ہیں جن کا ذکر قرآن میں صراحت کے ساتھ آیا ہے۔

☆ اس بات پر اجماع ہے کہ بیٹوں کی عدم موجودگی میں پوتے اور باپ کی عدم موجودگی میں دادا وارث ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس۔

☆ مذکورہ ورثاء میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ذوی الارحام (Distant Kindred) حصہ پاتے ہیں۔

یہ مسائل حدیث نیز فقہاء کے قیاس اور اجتہاد پر مبنی ہیں۔

اللہ پرتوبہ قبول کرنے کا حق تو انہی لوگوں کے لئے ہے جو نادانی میں کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ایسے ہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے۔اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔اور ان لوگوں کی توبہ توبہ نہیں ہے جو بُرے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہوتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں نے توبہ کی۔اور نہ ان لوگوں کی توبہ حقیقت میں توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں۔ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔(القرآن)

إِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللَّهِ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السُّوءَ بِجَهَالَةٍ
ثُمَّ يَتُوبُونَ مِن قَرِيبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوبُ اللَّهُ
عَلَيْهِمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿١٧﴾

۱۷ اللہ پر توبہ قبول کرنے کا حق تو انہی لوگوں کیلئے ہے جو نادانی میں کسی برائی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں پھر جلد ہی توبہ کر لیتے ہیں ۴۵۔ ایسے ہی لوگوں کی توبہ اللہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ
إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ
وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۚ أُولَٰئِكَ
أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٨﴾

۱۸ اور ان لوگوں کی توبہ توبہ نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت آ کھڑی ہوتی ہے تو کہنے لگتا ہے اب میں نے توبہ کی۔ اور نہ ان لوگوں کی توبہ حقیقت میں توبہ ہے جو کفر کی حالت میں مرجاتے ہیں ۴۶۔ ایسے لوگوں کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَحِلُّ لَكُمْ أَن تَرِثُوا النِّسَاءَ كَرْهًا ۖ وَلَا
تَعْضُلُوهُنَّ لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ إِلَّا أَن يَأْتِينَ
بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ
فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا ﴿١٩﴾

۱۹ اے ایمان والو! تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم زبردستی عورتوں کے وارث بن جاؤ ۴۷۔ اور نہ یہ جائز ہے کہ جو کچھ تم انہیں دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لینے کی غرض سے انہیں تنگ کرنے لگو الا یہ کہ وہ کھلی بے حیائی کی مرتکب ہوئی ہوں ۴۸۔ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اگر تمہیں وہ ناپسند ہوں تو عجب نہیں کہ ایک چیز تمہیں پسند نہ ہو اور اللہ نے اس میں (تمہارے لئے) بہت کچھ بھلائی رکھ دی ہو۔ ۴۹

وَإِنْ أَرَدتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ
قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ۚ أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا
وَإِثْمًا مُّبِينًا ﴿٢٠﴾

۲۰ اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ دوسری بیوی کرنا چاہو اور تم نے ایک بیوی کو ڈھیروں مال بھی دے رکھا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو ۵۰۔ کیا اسے بہتان لگا کر اور صریح ظلم کر کے واپس لو گے؟

وَكَيْفَ تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ وَأَخَذْنَ مِنكُم
مِّيثَاقًا غَلِيظًا ﴿٢١﴾

۲۱ تم اسے کس طرح واپس لے سکتے ہو جب کہ تم ایک دوسرے سے زن و شوئی کا تعلق قائم کر چکے ہو اور وہ تم سے پختہ عہد لے چکی ہیں؟ ۵۱

وَلَا تَنكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُم مِّنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۚ
إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا ﴿٢٢﴾

۲۲ اور ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپ نکاح کر چکے ہوں ۵۲ مگر جو کچھ اس سے پہلے ہو چکا سو ہو چکا ۵۳۔ یہ بڑی بے حیائی اور نفرت کی بات ہے۔ اور نہایت برا چلن ہے۔

۴۵۔ اوپر جو توبہ کا ذکر ہوا اس کی مناسبت سے توبہ کی حقیقت یہاں واضح کردی گئی۔ توبہ کے معنیٰ گناہ سے باز آنے اور اللہ کی اطاعت کی طرف پلٹنے کے ہیں۔ جو شخص نادانی میں یا جذبات وخواہشات سے مغلوب ہوکر گناہ کر بیٹھتا ہے مگر اس پر اصرار نہیں کرتا بلکہ اس پر نادم ہوکر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے اور اس سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے ایسے شخص کی توبہ سچی توبہ ہے اور اُسے قبول کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔

۴۶۔ یعنی جو لوگ عمر بھر گناہ پر گناہ کئے چلے جاتے ہیں اور اس سے باز نہیں آتے مگر جب موت کا فرشتہ سامنے آ کھڑا ہوتا ہے تو اللہ سے معافی مانگنے لگتے ہیں ایسے لوگوں کی توبہ سچی توبہ نہیں ہے کیونکہ جب امتحان کی گھڑی ختم ہوگئی اور نتائج کے ظہور کا وقت آ گیا اس وقت توبہ کرنے کے کوئی معنیٰ نہیں۔ اس لئے ایسے لوگوں کی توبہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور نہ ان لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے جو مرتے دم تک کافر رہتے ہیں، لیکن جب موت آجاتی ہے اور آدمی حقائق کو بے نقاب ہوتا دیکھنے لگتا ہے اس وقت اللہ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے کیونکہ وہ وقت آزمائش کا نہیں بلکہ نتائج کے رونما ہونے کا ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر معاملہ گناہ کا ہو تو آدمی کو چاہئے کہ جلد اس سے باز آجائے اور اگر اب تک اس کی روش کفر وانکار کی رہی ہے تو بلا تاخیر اپنا رویہ بدل دے اور ایمان لے آئے۔ معلوم نہیں کس کی موت کا وقت کب آجائے اور توبہ کی مہلت ختم ہوجائے۔

۴۷۔ عرب جاہلیت میں یہ قبیح رواج چلا آ رہا تھا کہ مرنے والے کی بیویاں بھی میراث میں شامل سمجھی جاتیں، چنانچہ باپ کے مرنے پر بیٹا اپنی سوتیلی ماں کا وارث بن جاتا تھا اور اس سے زن وشوئی کے تعلقات قائم کر لیتا تھا۔ قرآن نے اس کو حرام قرار دیتے ہوئے واضح کیا کہ عورت متروکہ جائیداد نہیں ہے کہ اس پر میت کے ورثاء قبضہ کرلیں بلکہ وہ عدت گذارنے کے بعد آزاد ہے شرعی حدود میں رہ کر جس سے چاہے نکاح کرسکتی ہے۔ یہ بھی ایک انقلابی نوعیت کی اصلاح تھی جو اسلام نے عورتوں کے سلسلہ میں کی۔

۴۸۔ یعنی بدچلنی کی مرتکب ہونے کی صورت میں انہیں ایذا دینے کا حق تمہیں پہونچتا ہے۔

۴۹۔ یعنی محض اس لئے کہ بیوی خوبصورت نہیں ہے یا اس میں کوئی اور نقص ہے اسے تنگ کرنا جائز نہیں، اور نہ اسے چھوڑ دینا کوئی مناسب بات ہے۔ اگر وہ پاکدامن ہے تو اسے حتی الامکان نبھانے کی کوشش کرنا چاہئے کیونکہ ہوسکتا ہے اس میں دوسری خوبیاں موجود ہوں جو ازدواجی زندگی کے لئے اہمیت رکھتی ہوں اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ اس کے حسن سیرت کی بناء پر اس رشتہ کو باعث خیر بنادے لہٰذا رشتہ منقطع کرنے کے معاملے میں جلد بازی نہیں کرنا چاہئے۔

۵۰۔ بیوی کو جو مہر دیا گیا ہو نیز زوجیت کے تعلقات کی بناء پر اسے ہدیۃً جو کچھ دیا گیا ہو طلاق کی صورت میں شوہر کو حق نہیں پہنچتا کہ اس میں سے کسی چیز کی بھی واپسی کا مطالبہ کرے۔

۵۱۔ عقدنکاح کو پختہ عہد (میثاق غلیظ) سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ اس کے ساتھ حقوق اور ذمہ داریاں وابستہ ہیں۔ یہ کوئی معمولی رشتہ نہیں بلکہ نہایت محکم رشتہ، اور مضبوط پیمان وفا ہے لہٰذا اگر مرد اپنی خواہش سے اس عہد کو ختم کردینا چاہتا ہے تو اسے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ جو کچھ اس کو دے چکا ہے اسے واپس لے لے خواہ وہ مہر ہو یا دوسرے تحائف۔

۵۲۔ باپ کے انتقال پر اپنی سوتیلی ماں سے ازدواجی تعلق قائم کرنے کا جو رواج زمانہ جاہلیت سے چلا آ رہا تھا اس کو قرآن نے قطعاً ممنوع اور حرام قرار دیا۔

۵۳۔ یعنی قانوناً پچھلے رشتوں کی تحقیق نہیں کی جائے گی۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَأَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ
وَبَنٰتُ الْأَخِ وَبَنٰتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيٓ أَرْضَعْنَكُمْ
وَأَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ
الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآئِكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا
دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَآئِلُ أَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ
مِنْ أَصْلَابِكُمْ وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ
إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

۲۳ تم پر حرام کی گئیں ۵۴؎ تمہاری مائیں ۵۵؎، بیٹیاں ۵۶؎، بہنیں ۵۷؎، پھوپھیاں، خالائیں، بھتیجیاں، بھانجیاں، تمہاری وہ مائیں جنہوں نے تم کو دودھ پلایا ہو ۵۸؎، تمہاری رضاعی بہنیں، تمہاری بیویوں کی مائیں، تمہاری بیویوں کی بیٹیاں جنہوں نے تمہاری گودوں میں پرورش پائی ہے، ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم نے مباشرت کی ہو۔ لیکن جن بیویوں سے تم نے مباشرت نہ کی ہو۔ ان کی بیٹیوں سے نکاح کرنے میں تم پر کوئی حرج نہیں ۵۹؎ اور (حرام کی گئیں تم پر) تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں ۶۰؎، نیز یہ بھی حرام ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع کرو ۶۱؎ مگر جو پہلے ہو چکا۔ ۶۲؎ بے شک اللہ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۵۴۔ اس آیت میں قریب ترین رشتہ داروں سے نکاح کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہ حرمت انسانی فطرت کے اس تقاضے پر مبنی ہے کہ رشتہ داری کے یہ تعلقات محبت و شفقت کے اعلیٰ جذبات پر قائم ہونے چاہئیں۔ اس میں شہوانی جذبات کا کوئی دخل نہیں ہونا چاہئے ورنہ اس سے انسانی سوسائٹی میں فساد عظیم برپا ہوگا۔

۵۵۔ ماں خواہ سگی ہو یا سوتیلی حرام ہی ہے اسی طرح باپ کی ماں اور ماں کی ماں بھی۔

۵۶۔ بیٹی کے حکم میں پوتی اور نواسی بھی شامل ہیں۔

۵۷۔ بہن خواہ سگی ہو یا باپ شریک یا ماں شریک سب یکساں طور سے حرام ہیں۔

۵۸۔ بچہ کی پرورش جس عورت کے دودھ سے ہوئی ہے وہ اس کے لئے بمنزلہ ماں کے ہوتی ہے اس لئے اسلام نے اس رشتہ کا احترام ملحوظ رکھا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یحرم من الرضاعۃ ما یحرم من النسب۔

''جو رشتے نسب سے حرام ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر ص ۴۶۹ بحوالہ مسلم)

۵۹۔ بیوی کی وہ لڑکی جو اس کے پہلے شوہر سے ہو۔ اس کی حرمت اس صورت میں ہے جب کہ وہ مدخولہ بیوی سے ہو لیکن اگر وہ ایسی بیوی سے ہے جس سے محض نکاح ہوا تھا اور مباشرت سے پہلے اسے طلاق دی تھی تو اس کی لڑکی سے نکاح جائز ہے۔ رہا آغوش میں پلا ہوا ہونا تو یہ شرط کے طور پر نہیں ہے، بلکہ رشتہ کی نزاکت کا احساس دلانے کے لئے ہے اگر سوتیلی لڑکی مدخولہ بیوی سے ہے تو وہ آدمی پر بہر حال حرام ہے خواہ اس نے اس کی گود میں پرورش پائی ہو یا نہ پائی ہو۔

۶۰۔ اس قید نے متبنیٰ (منھ بولے بیٹے) کی بیوی سے نکاح کو حرمت کے حکم سے خارج کر دیا ہے نکاح حرام صرف اس بیٹے کی بیوی سے ہے جو آدمی کے اپنے نطفہ سے ہو۔

۶۱۔ دو بہنوں کو جمع کرنے کی صورت میں اس بات کا قوی امکان ہے کہ وہ باہم رقابت میں مبتلا ہو جائیں گی اور اس سے رحمی رشتہ متاثر ہوگا۔ اس لئے اس کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے۔ یہی مفسدہ خالہ اور بھانجی اور پھوپھی اور بھتیجی کے جمع کرنے میں ہے۔ اس لئے حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے۔

۶۲۔ یعنی اس حکم کے نزول سے پہلے جو ہو چکا سو ہو چکا اب اس سے باز آ جاؤ تو جو غلطیاں تم کرتے رہے ہو اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرمائے گا۔

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾

۲۴ اور وہ عورتیں بھی حرام ہیں جو دوسروں کے نکاح میں ہوں ٦٣؎ سوائے ان کے جو (جنگ میں) تمہارے ہاتھ آ گئی ہوں ٦٤؎ یہ اللہ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے ٦٥؎۔ ان عورتوں کے علاوہ اور عورتیں تمہارے لئے حلال ہیں بشرطیکہ اپنے مال کے ذریعہ انہیں قیدِ نکاح میں لانا مقصود ہو ٦٦؎ نہ کہ شہوت رانی کرنا۔ پھر جن عورتوں سے تم (ازدواجی زندگی کا) فائدہ اٹھاؤ ان کو ان کے مہر فریضہ کے طور پر ادا کرو، مہر مقرر کرنے کے بعد اگر آپس کی رضامندی سے (کمی بیشی کی) کوئی بات طے ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ٦٧؎ یقیناً اللہ علیم و حکیم ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

۲۵ اور جو شخص تم میں سے آزاد مؤمن عورتوں سے نکاح کرنے کے مقدرت نہ رکھتا ہو وہ ان لونڈیوں میں سے کسی کے ساتھ نکاح کر سکتا ہے جو تمہارے قبضہ میں آ گئی ہوں، اور مؤمنہ ہوں۔ اللہ تمہارے ایمان کا حال بخوبی جانتا ہے۔ ٦٨؎ تم سب ایک ہی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہو۔ لہٰذا ایسی عورتوں سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کر لو اور معروف کے مطابق ان کے مہر ان کو ادا کرو ٧٠؎۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ ان کو قیدِ نکاح میں رکھا جائے نہ تو وہ شہوت رانی کرنے والی ہوں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کرنے والی۔ اگر قیدِ نکاح میں آنے کے بعد وہ بدکاری کی مرتکب ہوں تو جو سزا آزاد عورتوں کیلئے ہے اس کی نصف سزا ان کیلئے ہوگی ٧١؎ (لونڈیوں سے نکاح کی) یہ رخصت اُن لوگوں کیلئے ہے جن کے گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے ٧٢؎ اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾

۲۶ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنے احکام واضح کرے اور تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت بخشے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں ٧٣؎ نیز وہ چاہتا ہے کہ تم پر اپنی رحمت کے ساتھ متوجہ ہو۔ اللہ علیم بھی ہے اور حکیم بھی۔

وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾

۲۷ اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ متوجہ ہونا چاہتا ہے لیکن جو لوگ نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے بھٹک کر دور جا پڑو۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿۲۸﴾

۲۸ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کر دے اور (واقعہ یہ ہے کہ) انسان کمزور پیدا کیا گیا ہے۔ ٧٤؎

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۫ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۲۹﴾

۲۹ اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقہ سے نہ کھاؤ ٧٥؎ البتہ باہمی رضامندی سے لین دین ہو سکتا ہے ٧٦؎ اور ایک دوسرے کو قتل نہ کرو ٧٧؎۔ اللہ تم پر بڑا مہربان ہے ٧٨؎۔

۶۳۔ جو عورت کسی دوسرے کے نکاح میں ہو وہ حرام ہے کیونکہ عورت بیک وقت ایک مرد ہی کے نکاح میں ہو سکتی ہے دو مردوں کے نکاح میں نہیں ہو سکتی چند شوہری(Polyandry)انسانی فطرت کے خلاف ہے اس لئے وحی الٰہی اسے ہمیشہ حرام قرار دیتی رہی ہے اس کا رواج اگر کہیں رہا تو وحشیانہ قبائل میں یا پھر موجودہ ملحدانہ تہذیب اس کو قبول کرنے پر آمادہ نظر آتی ہے۔

۶۴۔ یعنی جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہو کر آ گئی ہوں اور ان کے کافر شوہر دارالحرب میں موجود ہوں وہ حرام نہیں ہیں کیونکہ اس صورت میں ان کا سابقہ نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

غلاموں اور باندیوں سے متعلق اسلام کے احکام کو سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھا جائے جن میں یہ احکام دئے گئے تھے۔ اس زمانہ میں اسیران جنگ کو غلام اور باندی بنانے کا رواج بین الاقوامی سطح پر تھا۔جیل کا رواج بہت کم تھا اور اسیران جنگ (warprisoners) کے لئے بڑے پیمانے پر قید و بند اور خورد و نوش کا انتظام کرنا بہت مشکل تھا، اس لئے ان کو غلام بنا کر افراد کی تحویل میں دیا جاتا تھا۔ان حالات میں اسلام نے جو غلام بنانے کی نہیں بلکہ غلاموں کو رہا کرنے کی ترغیب دے رہا تھا اور اسے انسانیت کی بہت بڑی خدمت اور بہت بڑی نیکی قرار دے رہا تھا ایک بین الاقوامی مسئلہ ہونے کی وجہ سے اسیران جنگ کی حد تک گوارا کر لیا۔اگر چہ عام ہدایت یہی تھی جنگی قیدیوں کو یا تو احسان کے طور پر چھوڑ دیا جائے یا فدیہ لے کر رہا کیا جائے جیسا کہ سورہ محمدؐ آیت ۴ سے واضح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو جنگیں لڑی گئیں ان میں اسیران جنگ کے ساتھ بالعموم یہی معاملہ کیا جاتا رہا تاہم چونکہ یہ ایک بین الاقوامی مسئلہ تھا جسے فوری طور سے بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔اس لئے اسلام نے غلاموں اور لونڈیوں کے حقوق متعین کئے اور ان کے سلسلہ میں ضروری احکام دئے اس سلسلہ کا ایک حکم یہاں بیان کیا گیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جو عورتیں جنگ میں گرفتار ہو کر آئی ہوں اور ان کو حکومت نے باقاعدہ طور پر مسلمان افراد کے قبضہ میں دیا ہو ان کے سابقہ نکاح جو کافر شوہروں کے ساتھ ہو چکے ہوں باقی نہیں رہیں گے اور جس شخص کے قبضہ میں ایسی عورت دی گئی ہو اس پر جہاں اس کی کفالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہاں اسے اس کے ساتھ تمتع کا حق بھی ہوگا نیز اسے یہ حق بھی ہوگا کہ وہ خود تمتع کرنے کے بجائے کسی ضرورت مند مسلمان کی زوجیت میں اسے دیدے بشرطیکہ وہ مسلمان ہو گئی ہو لیکن جیسا کہ بعد والی آیت کے احکام سے ظاہر ہے کسی کو بھی اس بات کی ہرگز اجازت نہ ہو گی کہ وہ لونڈیوں کو قحبہ گری یا شہوت رانی کا ذریعہ بنائے۔

یہاں اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ اسلام نے اسیران جنگ کے معاملہ میں جو پالیسی اختیار کی، اس کے نتیجہ میں کتنے ہی لوگوں کو ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور کتنوں ہی نے اسلامی سوسائٹی میں نہایت اونچا مقام حاصل کر لیا۔

۶۵۔ یعنی عائلی زندگی سے متعلق یہ احکام قانون الٰہی (Divine Law) کی حیثیت رکھتے ہیں جس کی لازماً پابندی کی جانی چاہئے۔اس کا واضح تقاضا یہ ہے کہ مسلم سوسائٹی میں قرآن کے عائلی قانون(Family Law) کے ناقابل قبول ہونے کا سوال مسلمانوں کے لئے پیدا ہی نہیں ہوتا۔

۶۶۔ متن میں لفظ ''احصان'' استعمال ہوا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کو اپنی رفیقۂ حیات بنانے کے عزم کے ساتھ اپنی حفاظت میں لے لے اور عورت بھی اسی ارادہ کے ساتھ قید نکاح میں داخل ہو۔کسی عورت سے وقتی اور عارضی تعلق پیدا کرنے سے یہ مقصد پورا نہیں ہوتا۔اس لئے مذکورہ شرط لگا کر قرآن نے متعہ کے اس مکروہ رواج کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا جو زمانہ جاہلیت میں رائج تھا۔

۶۷۔ یعنی میاں بیوی آپس کی رضامندی سے مقررہ مہر میں کمی بیشی کر سکتے ہیں۔

اس ہدایت میں موجودہ غلو آمیز مہر کے مسئلہ کا حل موجود ہے۔بعض برادریوں میں بڑی مہر باندھنا ایک رسم کے طور پر چلا آ رہا ہے جس کا منشاء محض ''باندھنا'' ہوتا ہے تاکہ خاندان کی ناک اونچی رہے ورنہ شوہر کی مالی حیثیت بالعموم اس کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ چالیس تولہ سونا جیسی بھاری مقدار میں مہر ادا

کرے اس لئے بالعموم اس کی ادائیگی کی نوبت ہی نہیں آتی مہر کا اصل منشاء ادا کرنا ہے نہ کہ محض ''باندھنا'' اس لئے جن کے ایسے رسمی مہر مقرر کئے جا چکے ہیں اور ان کی ادائیگی ان کے شوہروں کے بس کی بات نہ ہو وہ اپنی بیویوں کو اس پر نظر ثانی کے لئے آمادہ کر سکتے ہیں اور باہمی رضامندی سے اس میں ترمیم ہو سکتی ہے۔

۶۸۔ یعنی عزت وشرف کی اصل بنیاد ایمان ہے اور ہو سکتا ہے کہ ایک لونڈی اپنے ایمان کی بنا پر آزاد عورت سے بہتر ہو۔

۶۹۔ یعنی نسل کے اعتبار سے سب ایک آدمؑ وحوّا کی اولاد ہیں خواہ آزاد ہوں خواہ غلام اس لئے لونڈی سے نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے۔

۷۰۔ لونڈی سے نکاح کی صورت میں مہر لونڈی کو ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ ان کے مالکوں کو۔ بالفاظ دیگر مہر عورت کا حق ہے خواہ وہ آزاد ہو یا لونڈی ،اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسلام نے لونڈیوں کو حق ملکیت عطا کر کے سوسائٹی میں ان کا مقام کتنا بلند کیا۔

۷۱۔ یعنی قید نکاح میں آجانے کے بعد اگر کوئی لونڈی زنا کی مرتکب ہو تو آزاد عورت کے لئے جو سزا مقرر کی گئی ہے یعنی سو کوڑے (سورہ نور آیت۔۲) اس کی نصف سزا لونڈی کو بھی دی جائے گی۔سزا میں یہ رعایت اس لئے رکھی گئی ہے کہ لونڈیوں کو وہ تحفظ حاصل نہیں تھا۔ جو آزاد عورتوں کو حاصل تھا۔

۷۲۔ لونڈیوں کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت ان لوگوں کے لئے ہے جو یہ اندیشہ محسوس کرتے ہوں کہ اگر انھوں نے نکاح نہیں کیا تو وہ معصیت میں مبتلا ہو جائیں گے۔ جو لوگ یہ اندیشہ محسوس نہ کرتے ہوں ان کے لئے صبر ہی بہتر ہے۔

دوسرے مالکوں کی لونڈیوں کے ساتھ نکاح کی صورت میں مالک کے حقوق اور شوہر کے حقوق کو نباہنا مشکل تھا اس لئے اس قسم کے نکاح کی حوصلہ افزائی نہیں کی گئی۔

۷۳۔ مراد انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے طریقے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ قرآن عائلی زندگی کے لئے اس طریقہ کی رہنمائی کرتا ہے جو ہمیشہ سے خدا کے نبیوں اور نیک لوگوں کا طریقہ رہا ہے اس سے یہ بات خود بخود واضح ہو جاتی ہے کہ خدا سے سرکشی کرنے والے لوگ باپ دادا کی پیروی کے نام پر فاسد کلچر یا جدید تہذیب کے نام پر گمراہ کن نظریہ یا جدید سول کوڈ (Modern Civil Code) کے نام پر باطل قوانین کی طرف تمہیں بھٹکا کر لیجانا چاہتے ہیں۔

۷۴۔ یعنی انسان فطرۃً غیر ضروری اور غیر فطری پابندیوں کا متحمل نہیں ہو سکتا، لہٰذا خود ساختہ شریعتوں اور من گھڑت رسموں کے بوجھ اتار پھینکنا ضروری ہے۔

اسلامی شریعت تکلفات سے پاک اور ایک سادہ شریعت ہے جس میں انسان پر اتنا ہی بوجھ ڈالا گیا ہے جس کا انسان فطری طور پر متحمل ہو سکتا ہے۔

۷۵۔ باطل طریقوں سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جن میں اخلاقی قباحت پائی جاتی ہو یا جنھیں شریعت نے ناجائز قرار دیا ہو۔

۷۶۔ یعنی لین دین حقیقی باہمی رضامندی سے ہونا چاہئے ،جس لین دین میں دھوکہ اور فریب جیسی چیزیں شامل ہوں وہ جائز نہیں۔

رشوت ستانی بھی باطل کی تعریف میں آتی ہے اس لئے کہ اس میں اخلاقی قباحت کا پایا جانا ایک حقیقت ہے اور اس میں دوسروں کی مجبوری سے غلط فائدہ اٹھایا جاتا ہے یا اس کے ذریعہ کسی کی حق تلفی کی جاتی ہے۔

۷۷۔ حصول مال کے لئے آدمی جب ناروا طریقے اختیار کرتا ہے تو اس غرض کے لئے قتل وخون سے بھی کام لینے لگتا ہے۔ گویا قتل وخون نتیجہ ہے حصول مال کے لئے ناجائز طریقے اختیار کرنے کا۔

۷۸۔ اور یہ اس کی مہربانی ہی ہے کہ وہ تم کو ایسی باتوں سے منع کر رہا ہے جن میں تمہاری اپنی ہلاکت ہے ۔

اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان افتراق کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے متعلقین میں سے اور ایک حکم عورت کے متعلقین میں سے مقرر کرو، اگر دونوں صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ دونوں (زوجین) کے درمیان موافقت پیدا کردے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔ اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو نیز قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار ہمسایہ، اجنبی ہمسایہ، ہمنشین، مسافر اور لونڈی غلاموں کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں ہوں حسن سلوک کرو۔ اللہ اِترانے والے اور فخر کرنے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔(القرآن)

وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ
ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۳۰﴾
اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَاۗىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا ﴿۳۱﴾

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ
مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ۭ وَلِلنِّسَاۗءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۭ وَسْــَٔـلُوا اللّٰهَ
مِنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ﴿۳۲﴾

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ
عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِيْبَھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ
عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾
اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَي النِّسَاۗءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَھُمْ عَلٰي
بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۭ
فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۭ وَالّٰتِيْ
تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاهْجُرُوْھُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ
وَاضْرِبُوْھُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ﴿۳۴﴾

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَھْلِهٖ
وَحَكَمًا مِّنْ اَھْلِھَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا ﴿۳۵﴾

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَـيْـــًٔـا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا
وَّبِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰي وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَــنْۢبِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا
مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ
مُخْتَالًا فَخُوْرَا ﴿۳۶﴾

[۳۰] جو شخص ظلم و زیادتی کے ساتھ ایسا کرے گا ہم اُسے ضرور آگ میں جھونک دیں گے۔ اور یہ اللہ کے لئے بہت آسان ہے۔

[۳۱] اگر تم بڑے بڑے گناہوں سے ۷۹ے جن سے تمہیں روکا جا رہا ہے بچتے رہے تو ہم تمہاری چھوٹی موٹی برائیوں کو دور کریں گے اور تمہیں باعزت جگہ داخل کریں گے۔

[۳۲] اللہ نے جس چیز میں ایک کو دوسرے پر فوقیت بخشی ہے اس کی تمنا نہ کرو ۸۰ے، مردوں کیلئے ان کی اپنی کمائی کے مطابق (نتائج میں) حصہ ہے۔ اور عورتوں کیلئے ان کی اپنی کمائی کے مطابق حصہ۔ البتہ اللہ سے اس کا فضل مانگو۔ یقیناً اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

[۳۳] ہم نے والدین اور اقرباء میں سے ہر ایک کے ترکہ میں وارث مقرر کئے ہیں ۸۱ے۔ رہے وہ لوگ جن سے تمہارے عہد و پیمان ہیں تو ان کو ان کا حصہ دو ۸۲ے۔ یقین جانو اللہ ہر چیز پر نگراں ہے۔ ۸۳ے

[۳۴] مرد عورتوں کے سربراہ ہیں ۸۴ے اس بنا پر کہ اللہ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت بخشی ہے نیز اس بنا پر کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ تو جو نیک عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہوتی ہیں ۸۵ے اور اللہ کی حفاظت میں راز کی باتوں کی حفاظت کرتی ہیں ۸۶ے۔ اور جن عورتوں سے تمہیں سرتابی کا اندیشہ ہو ان کو سمجھاؤ، خوابگاہ میں انہیں تنہا چھوڑ دو اور انہیں زدوکوب بھی کر سکتے ہو ۸۷ے، پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی بہانہ نہ ڈھونڈو۔ یقین جانو اللہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

[۳۵] اور اگر تمہیں میاں بیوی کے درمیان افتراق کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے متعلقین میں سے اور ایک حکم عورت کے متعلقین میں سے مقرر کرو ۸۸ے، اگر دونوں صلح کرا دینا چاہیں گے تو اللہ دونوں (زوجین) کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا۔ اللہ سب کچھ جاننے والا اور ہر بات کی خبر رکھنے والا ہے۔

[۳۶] اور اللہ ہی کی عبادت کرو ۸۹ے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو ۹۰ے نیز قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں، رشتہ دار ہمسایہ ۹۱ے، اجنبی ہمسایہ، ہمنشین ۹۲ے، مسافر اور لونڈی غلاموں ۹۳ے کے ساتھ جو تمہارے قبضہ میں ہوں حسن سلوک کرو۔ اللہ اترانے والے اور فخر کرنیوالے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔ ۹۴ے

۷۹۔ بڑے گناہوں (کبائر) سے مراد وہ گناہ ہیں جن کی ممانعت میں نص صریح وارد ہوئی ہے اور جن کے ارتکاب پر سخت وعید سنائی گئی ہے۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرک، قتل نفس، والدین کی نافرمانی، شہادت زور، سودخوری، یتیم کا مال ہڑپ کرجانا، جہاد میں مقابلہ کے وقت بھاگ جانا اور اسی قسم کی دوسری باتوں کے گناہ کبیرہ ہونے اوران میں سے بعض کے اکبرالکبائر ہونے کی صراحت کی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ کبائر ان چند گناہوں تک محدود ہیں بلکہ کبائر کی یہ چند مثالیں ہیں چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے جب پوچھا گیا کہ کیا کبیرہ گناہ سات ہیں تو انہوں نے فرمایا سات کے مقابلہ میں سات سو ہونا اقرب ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ج۱ ص ۴۸۶)

۸۰۔ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت میں خلقی لحاظ سے فرق رکھا ہے دونوں میں طبعی طور پر مکمل یکسانیت نہیں ہے اور اس بنا پر ان کے حقوق وفرائض میں بھی شریعت نے فرق کیا ہے۔ لہٰذا مردوں کا عورت بننے کی تمنا کرنا یا عورتوں کا مرد بننے کی خواہش کرنا اور اس تمنا اور خواہش کے زیر اثر ایک دوسرے سے مشابہت پیدا کرنے کی کوشش نظام فطرت میں خلل پیدا کرنے کی کوشش ہے۔ اور نتیجہ کے اعتبار سے بالکل بے سود ہے۔ اسی طرح شریعت کے مقرر کردہ حقوق وفرائض سے انحراف کرکے مکمل مساوات کے نظریہ پر دونوں کے حقوق وفرائض قائم کرنا شریعت اور فطرت دونوں سے ٹکر لینے کے ہم معنیٰ ہے اس لئے اس ذہنیت سے بچنے اور اللہ سے اس کا فضل طلب کرنے کی ہدایت اس آیت میں کی گئی ہے۔

۸۱۔ اشارہ تقسیم وراثت کے اس قانون کی طرف ہے جو آیت ۷ میں بیان ہوا۔ یہ آیت اس بات کو مزید مؤکد کررہی ہے کہ اصل وارث وہی ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں۔ ان میں اپنی خواہشات کی بنا پر کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی جانی چاہئے۔

۸۲۔ یعنی وارث تو وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کئے ہیں، رہے وہ لوگ جن کو تم نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے تو ان کو اتنا دو جو جائز وصیت کے دائرہ میں آتا ہے۔ واضح رہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگ ایک دوسرے کی میراث کے حقدار بننے کا عہد و پیمان کرتے تھے۔ اسلام نے اس طریقہ کو ختم کرکے اقرباء کو اصل وارث قرار دیا اور میراث میں صرف ایک تہائی کی حد تک وصیت کے لئے گنجائش رکھی۔

۸۳۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر وراثت کے اس قانون سے تم نے انحراف کیا تو یہ بات اللہ سے پوشیدہ نہیں رہے گی۔

۸۴۔ مرد کو اللہ تعالیٰ نے سربراہی کا مقام عطا کیا ہے جس کی ایک وجہ تو یہ بیان فرمائی ہے کہ مرد کو عورت پر اس کی فطرت اور قدرتی ساخت Constitution and Nature کے لحاظ سے نمایاں، فوقیت بخشی گئی ہے جس کی بنا پر وہ اس ذمہ داری کے اٹھانے کا اہل ہے چنانچہ مرد حفاظت ونگرانی کی بھی صلاحیت رکھتا ہے اور معاشی دوڑ دھوپ کی بھی اور دوسری وجہ یہ ہے کہ بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داری مرد پر عائد ہوتی ہے۔

مغربی تہذیب جس نے مساوات مرد وزن کے غلو آمیز نظریہ کو پیش کیا۔ خاندان کے لئے سربراہ کا تعین کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے نتیجہ یہ کہ خاندانی زندگی نظم (Discipline) سے محروم ہوگئی۔

جبکہ قوت، فعالیت اور حوصلہ کے لحاظ سے مرد کی عورتوں پر فوقیت ایک ناقابل انکار حقیقت ہے:

" A connected result of male superiority in strength, activity and courage is the element of protection in male love, and of trust on the side of the female." __ERE VIII P 156)

(مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۳۳۷)

۸۵۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خیر النساء امراۃ اذا نظرت الیھا سرتک و اذا امرتھا اطاعتک و اذا غبت عنھا حفظتک فی نفسھا و مالک۔

''بہترین عورت وہ ہے جسے تم دیکھو تو وہ تمہیں خوش کرے، جب اسے حکم دو تو وہ اطاعت کرے اور تمہاری غیر موجودگی میں اپنے نفس اور تمہارے مال کی

حفاظت کرے۔" (تفسیر ابن کثیر بحوالہ ابن جریر)

آیت سے اس وصف کا منفی پہلو بھی واضح ہوتا ہے یعنی اطاعت شعاری کے برخلاف جو عورتیں مردوں کی نافرمانی کرنے والی ہوں اور عورت کے بجائے مرد بن کر رہنا چاہتی ہوں وہ صالحات نہیں بلکہ فاسقات ہیں۔

۸۶۔ یعنی نیک عورت مرد کے رازوں کی امین، اس کے گھر، اس کے مال اور اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہے۔

۸۷۔ یہ تادیبی اختیارات ہیں جو مرد کو دئے گئے ہیں اور یہ اسی صورت میں استعمال کرنے کے لئے ہیں جب کہ عورت سرتابی کرنے لگے، عورت کی طرف سے ہر قسم کی کوتاہی اور غلطی پر سخت قدم اٹھانا صحیح نہیں ہے۔ زدوکوب کے سلسلہ میں حدیث میں ہدایت کی گئی ہے کہ اس طرح نہیں مارنا چاہئے کہ عورت کو تکلیف پہنچے یا اس کے جسم پر نشان پڑ جائے۔

عورت کو اخلاقی حدود میں رکھنے اور گھر کے نظام کو درست رکھنے کے لئے مرد کو ان اختیارات کا دیا جانا ضروری تھا لیکن اس کا یہ منشاء ہرگز نہیں ہے کہ مرد ان اختیارات کو من مانے طریقہ پر (Arbitrarily) استعمال کرے۔ آیت کے اخیر میں اللہ کی یہ صفت کہ وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے کا حوالہ مرد کو یہ احساس دلانے کے لئے ہے کہ وہ اپنی قوامیت کے زعم میں عورت پر زیادتی نہ کرے بلکہ یاد رکھے کہ ایک بلند و بالا ہستی اس کے اوپر موجود ہے۔

۸۸۔ زوجین کے درمیان نزاع کی صورت میں یہاں ایک آخری تدبیر اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ وہ تدبیر یہ ہے کہ زوجین کے رشتہ داروں اور قریبی لوگوں میں سے ایک ایک حکم مقرر کیا جائے اور یہ دونوں مل کر صلح صفائی کی کوشش کریں۔ عدالت کے مقابلہ میں یہ طریقہ زیادہ مناسب ہے، کیونکہ عدالت میں لے جانے کی صورت میں میاں بیوی کے مسائل منظر عام پر آجاتے ہیں جو کوئی مناسب بات نہیں ہے نیز اس سے مصالحت کے امکانات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

رہا حکم (پنچ) کے اختیارات کا مسئلہ تو حکم کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ دونوں کو مل کر فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا۔ یہ فیصلہ زوجین کو ملانے کا بھی ہوسکتا ہے اور ان کو جدا کرنے کا بھی اور جمہور علماء اسی کے قائل ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۳)

۸۹۔ معاشرتی احکام کے خاتمہ پر اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کی ہدایت اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ تمام شرعی احکام کی اصل توحید ہے اور آدمی اسلام کے معاشرتی احکام پر صحیح طور پر اسی صورت میں عمل پیرا ہوسکتا ہے جب کہ وہ اللہ کی عبادت ٹھیک طور سے کر رہا ہو کیونکہ اللہ کی عبادت بشرطیکہ وہ شعور کے ساتھ ہو انسان کو خواہشات کے پیچھے چلنے اور جذبات کی رو میں بہنے سے روکتی ہے۔

۹۰۔ خدا کے بعد سب سے بڑا حق والدین کا ہے اس لئے کہ وہی پرورش کا ذریعہ بنے، ان کا حق یہ ہے کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے۔

۹۱۔ پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی حدیث میں بھی بڑی تاکید آئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مازال جبرئیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ۔ (بخاری۔ مسلم)

"جبرئیل مجھے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی برابر تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ وہ اسے وارث قرار دیں گے۔"

۹۲۔ مراد دوست ہے اور ایسا شخص بھی جس کا وقتی طور سے ساتھ ہو جائے مثلاً رفیق سفر، شریک تجارت، ہم سبق، کسی مجلس میں ساتھ اٹھنے بیٹھنے والے وغیرہ۔ ایسے لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے کہ انھیں کوئی اذیت اور تکلیف نہ پہنچے اور ان کے ساتھ نیک برتاؤ کیا جائے۔

۹۳۔ حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح فرمایا ہے کہ غلاموں کے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے:-

ھم اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و لیلبسہ مما یلبس و لا تکلفوھم ممّا یغلبھم فان کلفتموھم فاعینوھم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۴۹۵) (بحوالہ بخاری و مسلم)

"یہ تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے تو جس کے ماتحت اس کا بھائی ہو اسے چاہئے کہ جو کھانا وہ کھاتا ہے وہ اسے بھی کھلائے

اور جو کپڑا وہ پہنتا ہے وہ اسے بھی پہنائے اور دیکھو ان پر اتنا بار نہ ڈالو جو ان کی برداشت سے باہر ہو اور اگر کوئی بھاری بوجھ ڈالو تو ان کی مدد کرو۔''

۹۴۔ اترانا اور فخر کرنا حسن سلوک کے منافی ہے جو لوگ اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھنے لگتے ہیں ان کے اندر گھمنڈ اور فخر پیدا ہو جاتا ہے اور یہ ذہنیت انہیں لوگوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے باز رکھتی ہے۔

الَّذِينَ يَبْخَلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُونَ
مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
عَذَابًا مُهِينًا ﴿۳۷﴾
وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ وَمَنْ يَكُنِ الشَّيْطَانُ
لَهُ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ﴿۳۸﴾
وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَنْفَقُوا مِمَّا
رَزَقَهُمُ اللَّهُ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِهِمْ عَلِيمًا ﴿۳۹﴾
إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۖ وَإِنْ تَكُ حَسَنَةً يُضَاعِفْهَا
وَيُؤْتِ مِنْ لَدُنْهُ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾
فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ
عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا ﴿۴۱﴾
يَوْمَئِذٍ يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَعَصَوُا الرَّسُولَ لَوْ تُسَوَّىٰ
بِهِمُ الْأَرْضُ وَلَا يَكْتُمُونَ اللَّهَ حَدِيثًا ﴿۴۲﴾
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ
حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ
حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ
أَحَدٌ مِنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَامَسْتُمُ النِّسَاءَ
فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا
بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُورًا ﴿۴۳﴾
أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِنَ الْكِتَابِ يَشْتَرُونَ
الضَّلَالَةَ وَيُرِيدُونَ أَنْ تَضِلُّوا السَّبِيلَ ﴿۴۴﴾
وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِأَعْدَائِكُمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَلِيًّا وَكَفَىٰ
بِاللَّهِ نَصِيرًا ﴿۴۵﴾

۳۷ جو خود بھی بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کرنے کیلئے کہتے ہیں اور اللہ نے اپنے فضل سے انہیں جو کچھ دے رکھا ہے اسے چھپاتے ہیں۔ ایسے ناشکری کرنے والوں کیلئے ہم نے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۳۸ جو اپنا مال لوگوں کو دکھانے کیلئے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر۔ اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو کیا ہی برا ساتھی ہے یہ!

۳۹ ان کا کیا بگڑتا اگر وہ اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے اور اللہ کے بخشے ہوئے مال میں سے خرچ کرتے؟ اللہ ان کو خوب جانتا ہے۔

۴۰ اللہ ذرہ برابر کسی کی حق تلفی نہیں کرے گا۔ اگر ایک نیکی ہوگی تو وہ اس کو کئی گنا کر دے گا اور خاص اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطاء فرمائے گا۔ ۹۵؎

۴۱ اس دن (ان کا) کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور تمہیں ان لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کریں گے۔ ۹۶؎

۴۲ اس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا تھا اور رسول کی نافرمانی کی تھی تمنا کریں گے کہ کاش ان کے سمیت زمین برابر کر دی جاتی۔ وہ اللہ سے کوئی بات چھپا نہ سکیں گے۔

۴۳ اے ایمان والو! نشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ ۹۷؎ جب تک کہ یہ نہ جانو ۹۸؎ کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور جنابت کی حالت میں بھی نماز کے قریب نہ جاؤ ۹۹؎ جب تک کہ غسل نہ کر لو الا یہ کہ رہ گذر میں ہو ۱۰۰؎۔ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی رفع حاجت کر کے آئے یا تم نے عورتوں کو چھوا ہو ۱۰۱؎ (مباشرت کی ہو) اور پانی میسر نہ آئے تو پاک زمین سے کام لو اس سے اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مسح کر لو ۱۰۲؎۔ بیشک اللہ درگذر کرنے والا بخشنے والا ہے۔ ۱۰۳؎

۴۴ تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا ۱۰۴؎ جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا ہے ۱۰۵؎ وہ گمراہی مول لے رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راہ سے بھٹک جاؤ۔

۴۵ اللہ تمہارے دشمنوں کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اور اللہ رفاقت کے لئے بھی کافی ہے اور اللہ مدد کے لئے بھی کافی ہے۔

۹۵۔ ہر نیک عمل کی جزا اس کی جنس سے دوگنا ملے گی، علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ خاص اپنی طرف سے بھی اجر عطاء فرمائے گا جس کی کوئی تحدید نہیں۔

۹۶۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو قرآن سناتے ہوئے اس آیت پر پہنچے تو نبی ﷺ شدت تاثر سے آبدیدہ ہوگئے کیونکہ یہ آیت جہاں آپ کیلئے شرف کا باعث ہے وہاں وہ آپ پر ایک عظیم ذمہ داری بھی عائد کرتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر پیغمبر کو یہ گواہی دینا ہوگی کہ اس نے اللہ کا دین بے کم وکاست ان لوگوں تک پہنچا دیا تھا جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے اور حضرت محمد ﷺ کو بھی یہ گواہی دینا ہوگی۔ اور قرآن صراحت کرتا ہے کہ آپ کی بعثت دنیا کے تمام اقوام کیلئے ہے اور آپ آخری نبی ہیں اس لئے آپ کی رسالت کا دور قیامت تک کے لئے ہے۔

۹۷۔ متن میں لفظ سکاریٰ استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ ہیں نشہ کی حالت میں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے خواہ وہ شراب ہو یا کوئی ٹھوس چیز شراب کی حرمت کا حکم سورہ بقرہ آیت ۲۱۹۔ میں گذر چکا، یہاں نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت کی گئی ہے۔

(مزید تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۳۱۶۔)

۹۸۔ معلوم ہوا نماز کے لئے ہوش اور بیداری ضروری ہے۔

۹۹۔ جنابت سے مراد وہ ناپاکی ہے جو قضائے شہوت یا احتلام کی صورت میں لاحق ہوتی ہے اس حالت میں نماز پڑھنا منع ہے اور اس کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ غسل کیا جائے اور غسل کا نہایت سادہ طریقہ اسلام نے تجویز کیا ہے۔ وہ طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے پورے جسم پر پانی بہاوے جس میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی شامل ہے۔

۱۰۰۔ یعنی سفر کی حالت میں غسل سے استثناء ہوسکتا ہے جیسا کہ اسی آیت میں آگے بیان کر دیا گیا ہے یہاں واضح کرنا یہ مقصود ہے کہ جنابت کی حالت میں شرعی عذر کی بناء پر جس کی مثال سفر میں پانی کا نہ ملنا ہے غسل کئے بغیر نماز پڑھ سکتے ہو بشرطیکہ تیمم کرلو، جیسا کہ اسی آیت میں آگے حکم دیا گیا ہے۔

۱۰۱۔ متن میں لفظ لٰمَسْتُمُ استعمال ہوا ہے جس کے معنیٰ چھونے کے ہیں۔ عربی زبان میں یہ جماع کے لئے کنایہ ہے (لسان العرب) اور حضرت ابن عباس سے یہی تفسیر مروی ہے۔

۱۰۲۔ اسے شرعی اصطلاح میں تیمُّم کہتے ہیں جو وضو اور غسل دونوں کا قائم مقام ہے۔ تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ پاک مٹی پر ہاتھ مار کر اسے چہرہ اور دونوں ہاتھوں پر پھیر لیا جائے۔ اس سے اصل طریقہ طہارت کی یاد بھی ذہن میں قائم رہتی ہے اور طہارت کا احساس بھی برقرار رہتا ہے۔

مرض میں چونکہ وضو یا غسل سے ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے یہ رعایت ہوئی کہ تیمم کیا جائے اسی طرح سفر میں ایسی حالت پیش ہوسکتی ہے کہ پانی نہ ملے، تیمم کی رعایت اس صورت کے لئے بھی ہے۔ ان دونوں صورتوں پر دوسری صورتوں کو قیاس کیا جاسکتا ہے مثلاً سخت سردی میں جب کہ جنابت لاحق ہو اور غسل کرنے سے ضرر کا اندیشہ ہو، یا کسی موقع پر پانی تو موجود ہو لیکن کمیابی کے باعث اسے پینے کے لئے محفوظ رکھنا پڑے، یا ریل اور ہوائی جہاز کا سفر جس میں غسل کرنا شدید زحمت کا باعث ہو ایسی تمام صورتوں میں تیمم کی رخصت سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔

نجاست کی یہاں دو حالتیں بیان کی گئی ہیں ایک رفع حاجت اور دوسرے قضائے شہوت، اس حکم میں دوسری چھوٹی موٹی نجاستیں بھی داخل ہیں اور ہر قسم کی نجاست کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کیا جاسکتا ہے۔

۱۰۳۔ یعنی اس کی یہ صفات اس بات کی متقاضی ہوئیں کہ تمہارے لئے شرعی احکام میں نرمی کی جائے اور تمہیں تیمم کی رعایت دیجائے۔

۱۰۴۔ اوپر جو شرعی احکام دئے گئے ان کے سلسلہ میں مسلمانوں کو جن لوگوں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا ان کا ذکر ان آیات میں ہو رہا ہے۔

۱۰۵۔ پچھلے آسمانی صحیفوں اور قرآن کریم کے درمیان نسبت جزء اور کل کی ہے اس لئے اہل کتاب کو جو کتاب دی گئی تھی اس کی حیثیت کتاب الٰہی کے ایک جزء کی تھی۔ جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کتاب دی گئی ہے وہ ہر لحاظ سے ایک مکمل کتاب ہے۔

مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ
وَ يَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا
لَيًّاۢ بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا
وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ
وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۴۶﴾

۴۶ یہود میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو بات کو اسکی اصل جگہ سے پھیر دیتے ہیں اور دین پر طعن کرنے کی غرض سے زبان کو توڑ مروڑ کر کہتے ہیں ۱۰۶؎ سمعنا وعصینا (ہم نے سنا اور خلاف ورزی کی) اسمع غیر مسمع (سنئے اور نہ سن سکو) اور راعنا (اے ہمارے چرواہے) ۱۰۷؎ ، اگر وہ سمعنا و اطعنا (ہم نے سنا اور اطاعت کی) اور اسمع (سنئے) اور انظرنا (ہماری طرف توجہ فرمایئے) کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا، اور بات بھی بالکل درست ہوتی لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کردی ہے ۱۰۸؎ اس لئے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا
مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓي اَدْبَارِهَآ
اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ۭ
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿۴۷﴾

۴۷ اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! ایمان لاؤ اس (کتاب) پر جو ہم نے نازل کی ہے اور جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو تمہارے پاس موجود ہے قبل اس کے کہ ہم چہروں کو مسخ کر کے پیچھے پھیر دیں ۱۰۹؎ یا ان پر بھی اسی طرح لعنت کریں جس طرح سبت والوں پر لعنت کی تھی ۱۱۰؎ اور اللہ کی بات تو پوری ہو کر رہتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ
يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿۴۸﴾

۴۸ اللہ شرک کو کبھی نہیں بخشے گا۔ ۱۱۱؎ اس کے سوا دوسرے گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا معاف کردے گا ۱۱۲؎ اور جو کوئی اللہ کا شریک ٹھہراتا ہے وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ ۱۱۳؎

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ
يَّشَاۗءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۴۹﴾

۴۹ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے کو پاکیزہ ٹھہراتے ہیں ۱۱۴؎۔ حالانکہ پاکیزگی اللہ ہی جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور ان کے ساتھ ذرہ برابر بھی ناانصافی نہیں کی جائیگی۔

اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَي اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ
اِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۵۰﴾

۵۰ دیکھو یہ لوگ کس طرح اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں اور ان کے صریح گناہ گار ہونے کیلئے یہ ایک گناہ ہی کافی ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ
بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ
اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا ﴿۵۱﴾

۵۱ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا۔ یہ جبت (اوہام وخرافات) اور طاغوت پر اعتقاد رکھتے ہیں ۱۱۵؎ اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ لوگ اہل ایمان کے مقابلہ میں زیادہ صحیح راستہ پر ہیں۔ ۱۱۷؎

اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يَّلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ
لَهٗ نَصِيْرًا ﴿۵۲﴾ۭ

۵۲ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جن پر اللہ لعنت کردے ان کا تم کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ
نَقِيْرًا ﴿۵۳﴾ۙ

۵۳ کیا ان کے قبضہ میں سلطنت کا کوئی حصہ آ گیا ہے؟ اگر ایسا ہوتا تو یہ دوسروں کو نہ دیتے ۱۱۸؎ رتی برابر بھی۔ ۱۱۹؎

۱۰۶۔ یہود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جو گستاخانہ کلمات کہتے تھے اسے یہاں دین پر طعنہ زنی سے تعبیر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ہر وہ طنز و تشنیع جو پیغمبر ﷺ پر کی جائے براہ راست دین پر حملہ ہے۔

۱۰۷۔ ملاحظہ ہو سورۂ بقرہ نوٹ ۱۲۲۔

۱۰۸۔ معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کی شان میں گستاخی کی جسارت وہی لوگ کرتے ہیں، جو کافر اور سرکش ہیں اور ان کے کفر اور سرکشی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ان پر پڑی ہے۔

۱۰۹۔ چہرہ جسم کا اشرف حصہ اور اللہ کی نعمت کا خصوصی مظہر ہے۔ اس نعمت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے خالق اور محسن کا قدر شناس اور سپاس گذار ہو لیکن جو لوگ کفر کی روش اختیار کرتے ہیں وہ اللہ کی اس عظیم نعمت کی ناقدری کرتے ہیں۔ وہ آنکھیں رکھتے ہوئے بھی حق کو دیکھنے کے لئے اندھے ہو جاتے ہیں اور منہ میں زبان رکھتے ہوئے بھی حق بولنے کیلئے گونگے ہو جاتے ہیں اور اپنی بینائی، گویائی اور سماعت کا غلط اور الٹا استعمال کرتے ہیں اس لئے وہ بجا طور پر اس بات کے مستحق ہوئے کہ ان کے چہرے مسخ کر کے پیچھے پھیر دئے جائیں چنانچہ قیامت کے دن انہیں اس دردناک سزا سے دوچار ہونا ہوگا۔ انسان اگر ہوش سے کام لے تو یہ سخت وعید اس کو جھنجھوڑنے کے لئے کافی ہے حضرت کعب احبار (مشہور یہودی) اسی آیت کو سن کر ایمان لائے تھے۔

۱۱۰۔ اصحاب سبت کا ذکر سورۂ بقرہ آیت ۶۵ میں گذر چکا۔

۱۱۱۔ شرک یہ ہے کہ اللہ کی ذات اور اس کی صفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے خواہ وہ سورج ہو یا تارے، ناگ ہو یا آگ، بت ہو یا انسان، فرشتے ہوں یا جن، ولی ہوں یا پیغمبر، مادی چیزیں ہوں یا روحانی اور مزعومہ دیوی ہو یا دیوتا۔

اللہ کی ذات میں شرک کی ایک مثال تو وہ ہے جو نصرانیت میں پائی جاتی ہے وہ ایک کی جگہ تین خداؤں کے قائل ہو گئے باپ، بیٹا اور روح القدس۔ اور دوسری مثال ہندوستان کے ایک بہت بڑے مذہبی گروہ کے عقیدے کی ہے جو خالق اور مخلوق میں فرق نہیں کرتا بلکہ ایک ہی وجود کا قائل ہے۔

یعنی اس کے نزدیک سب کچھ خدا ہے اور انسان بھی خدا ہی کا جزء ہے۔ اس نظریہ کو ہمہ اوست یا وحدۃ الوجود کہتے ہیں۔

اللہ کی صفات میں شرک کی مثال یہ عقیدہ ہے کہ خدائی انتظامات میں اور اس کے اقتدار (Sovereignty) میں دوسرے بھی دخیل اور شریک ہیں مثلا کوئی بارش کا دیوتا ہے اور کوئی ہوا کا، یا کوئی بیماری کی دیوی ہے اور کوئی دولت کی۔ اسی طرح اولیاء اور بزرگوں کے بارے میں یہ تصور کہ وہ غوث اور مشکل کشا ہیں اور انسان کی حاجت روائی کرتے ہیں ظاہر ہے کہ یہ اللہ کی اس صفت میں کہ وہی رب اور حاجت روا ہے دوسروں کو شریک ٹھہرانا ہے اللہ تعالیٰ کی ایک مہتم بالشان صفت یہ ہے کہ وہی پرستش کے لائق ہے اور اسی کا یہ حق ہے کہ بندے اسی کی عبادت کریں۔ اس میں شرک یہ ہے کہ آدمی غیر اللہ کو بھی عبادت کے لائق سمجھنے لگے یا کسی دیوی، دیوتا، بت اور سورج وغیرہ کی پوجا کرنے لگے یا اولیاء وانبیاء کی پرستش شروع کر دے۔ یہ سب شرک کی صورتیں ہیں ان کے علاوہ یہ بھی کھلا شرک ہے کہ اللہ کے سوا کسی کو مطلق طور پر اطاعت کا مستحق سمجھا جائے یا کسی کے لئے شرعی قوانین میں ترمیم کا حق تسلیم کیا جائے یا جمہور کے اس دعوے کو صحیح قرار دیا جائے کہ اللہ کے احکام وقوانین سے قطع نظر انہیں ہر طرح کی قانون سازی کا اختیار ہے۔

شرک چونکہ اس فطرت کے خلاف ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا ہے اور یہ سراسر اس کے خلاف سرکشی اور بغاوت ہے اس لئے اس کو سب سے بڑا جرم اور ناقابل معافی گناہ قرار دیا گیا ہے۔

یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ شرک کے حکم میں کفر اور الحاد بھی شامل ہے کیونکہ اس کے معنیٰ اللہ سے سرکشی اور بغاوت ہی کے ہیں اور اللہ کا انکار کر کے آدمی اپنے کو نیز دوسرے انسانوں کو خدائی کے مقام پر بٹھاتا ہے ظاہر ہے کہ اس طرح وہ لازماً شرک کا مرتکب ہوتا ہے فرق صرف یہ ہے کہ شرک مذہبی روپ میں آتا ہے اور الحاد لادینیت کے روپ میں۔ آیت کے پس منظر میں چونکہ یہود ہیں جو خدا کے قائل ہوتے ہوئے شرک کا ارتکاب کرتے تھے اس لئے یہاں واضح کیا

گیا کہ شرک ایک نا قابل معافی گناہ ہے۔

۱۱۲۔ یعنی شرک سے کمتر درجہ کے جو گناہ ہوں گے ان کے معافی کا امکان ہے لیکن شرک پر اگر آدمی قائم رہا اور اس نے توبہ نہیں کی اور اسی حال میں اس کی موت واقع ہوگئی تو اس گناہ کے بارے میں اللہ کا یہ فیصلہ ہے کہ وہ ہرگز معاف نہیں کیا جائے گا۔

۱۱۳۔ یعنی شرک اور بت پرستی کو معمولی گناہ خیال نہ کرو، واقعۃً یہ زبردست گناہ ہے اور قیامت کے دن مشرکوں اور بت پرستوں کے خلاف بغاوت کا مقدمہ چلایا جائے گا۔

۱۱۴۔ یعنی مذہب کا لبادہ اوڑھ کر اپنے کو بڑا پاکباز ظاہر کرتے ہیں جب کہ یہ شرک کی نجاست سے آلودہ ہیں اور گناہ پر اتنے ڈھیٹ ہو گئے ہیں کہ انھیں من گھڑت باتوں کو مذہب کے نام سے پیش کرنے اور خدا کی طرف منسوب کرنے میں کوئی عار محسوس نہیں ہوتی۔

واضح رہے کہ یہود اعتقاد و عمل کی ان تمام خرابیوں کے باوجود اس بات کے دعویدار تھے کہ ہم اللہ کے چہیتے ہیں۔

۱۱۵۔ متن میں لفظ ''جبت'' استعمال ہوا ہے جس کے اصل معنیٰ بے فائدہ چیز کے ہیں۔ یہاں اس سے مراد ہر قسم کے اوہام وخرافات اور سفلی اعمال ہیں جن کا سرا شرک سے جا ملتا ہے مثلاً جادو، ٹونے، ٹوٹکے، رمل جفر، نجوم، (جوتش)، فالگیری، بدشگونی وغیرہ نیز اس کا اطلاق ساحر، کاہن، بت اور معبودان باطل پر بھی ہوتا ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

العیافۃ والطرق والطیرۃ من الجبت، (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد)

''جانوروں کے ناموں، ان کی آوازوں اور ان کے گذرنے سے شگون لینا، کنکریاں مار کر یا خط کھینچ کر کہانت کرنا، نیز ہر قسم کی بدشگونی ''جبت'' کے قبیل سے ہے۔''

وہم پرستی اور شرک کا چولی دامن کا ساتھ ہے اور اہل مذاہب نے اپنے اپنے مذہب میں اوہام وخرافات کو بری طرح داخل کیا ہے لیکن اسلام کا دامن ان چیزوں سے بالکل پاک ہے اس کی بنیاد حقائق پر ہے اور اس نے وہم پرستی کی جڑ کاٹ دی ہے، موجودہ مسلم سماج میں جو اوہام وخرافات پائے جاتے ہیں ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اسلام ان کا سخت مخالف ہے۔

۱۱۶۔ ''طاغوت'' کی تشریح سورۂ بقرہ نوٹ ۴۱۸ میں گذر چکی۔

یہاں خاص طور سے وہ مذہبی پیشوا مراد ہیں جو فاسد عقائد کی طرف رہنمائی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے ساتھ عقیدت مندی کو ''ایمان بالطاغوت'' (طاغوت پر اعتقاد رکھنے) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

۱۱۷۔ یہود کو مسلمانوں سے ایسی کد پیدا ہوگئی تھی کہ وہ بت پرستوں کو اہل توحید کے مقابلہ میں برسرحق قرار دینے لگے تھے جب کہ ان کی مذہبی کتاب ''تورات'' بت پرستی کو صریح گمراہی قرار دیتی ہے۔

۱۱۸۔ مراد مسلمان ہیں۔

۱۱۹۔ یعنی اگر مدینہ میں ان کی سلطنت قائم ہوتی تو یہ اپنی تنگ نظری اور تعصب کی بنا پر مسلمانوں کو ہر فائدہ سے محروم رکھنے کی کوشش کرتے لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا موقع نہیں دیا اس لئے وہ مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی قوت دیکھ کر اندر ہی اندر جل رہے ہیں۔

واضح رہے کہ اطراف مدینہ میں یہودیوں کی جو آبادیاں تھیں ان کی حیثیت آزاد قبائل کی تھی، اس دائرہ سے باہر مدینہ کی عام آبادی پر ان کا کوئی تسلط نہ تھا۔

اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حقداروں کے حوالہ کرو۔ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو۔ اللہ تمہیں بہترین بات کی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر (صاحب اختیار) ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ باعث خیر بھی ہے اور بہتر نتیجہ کا موجب بھی۔ (القرآن)

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ ۖ
فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ
وَآتَيْنَاهُم مُّلْكًا عَظِيمًا ﴿٥٤﴾

فَمِنْهُم مَّنْ آمَنَ بِهِ وَمِنْهُم مَّن صَدَّ عَنْهُ ۚ وَكَفَىٰ بِجَهَنَّمَ
سَعِيرًا ﴿٥٥﴾

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ
جُلُودُهُم بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ ۗ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ﴿٥٦﴾

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ لَّهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۖ
وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا ﴿٥٧﴾

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُم
بَيْنَ النَّاسِ أَن تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ ۚ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُم بِهِ ۗ إِنَّ
اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿٥٨﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي
الْأَمْرِ مِنكُمْ ۖ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ
وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ
ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٥٩﴾

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ يُرِيدُونَ أَن يَتَحَاكَمُوا إِلَى الطَّاغُوتِ
وَقَدْ أُمِرُوا أَن يَكْفُرُوا بِهِ ۖ وَيُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَن
يُضِلَّهُمْ ضَلَالًا بَعِيدًا ﴿٦٠﴾

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ
رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾

۵۴ یا پھر یہ لوگوں سے اس بنا پر حسد کر رہے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے ۱۲۰ ۔ اگر یہ بات ہے تو (انہیں اس بات کو بھولنا نہیں چاہئے کہ) ہم نے آل ابراہیم کو کتاب وحکمت سے نوازا تھا اور عظیم سلطنت بھی عطاء فرمائی تھی۔ ۱۲۱

۵۵ مگر ان میں سے کوئی اس پر ایمان لایا اور کسی نے روگردانی کی۔ اور (روگردانی کرنے والوں کے لئے) جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ کافی ہے۔

۵۶ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا ان کو ہم آگ میں جھونک دیں گے۔ اور جب کبھی ایسا ہوگا کہ ان کے بدن کی کھال پک جائے گی ہم اسکی جگہ دوسری کھال پیدا کردیں گے تاکہ وہ (اچھی طرح) عذاب کا مزہ چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والا ہے اور حکیم بھی ہے۔ ۱۲۲

۵۷ اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کئے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کرینگے جسکے نیچے نہریں بہتی ہوں گی وہ اسمیں ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔ ان کیلئے وہاں پاکیزہ بیویاں ہونگی، نیز انھیں ہم گھنی چھاؤں میں داخل کرینگے۔

۵۸ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حقداروں کے حوالہ کرو۔ ۱۲۳ اور جب لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ فیصلہ کرو ۱۲۴۔ اللہ تمہیں بہترین بات کی نصیحت کرتا ہے۔ یقیناً اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۵۹ اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو اور ان لوگوں کی جو تم میں سے صاحب امر ۱۲۵ (صاحب اختیار) ہوں۔ پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملہ میں نزاع پیدا ہوجائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ ۱۲۶ اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو۔ یہ طریقہ باعث خیر بھی ہے اور بہتر نتیجہ کا موجب بھی۔ ۱۲۷

۶۰ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کا دعویٰ تو یہ ہے کہ جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے اس پر نیز جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھی اس پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں، لیکن چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات فیصلہ کیلئے طاغوت (سرکشوں) کے پاس لے جائیں ۱۲۸ ، حالانکہ انہیں اس سے انکار کا حکم دیا گیا تھا۔ اور شیطان چاہتا ہے کہ انھیں بھٹکا کر بہت دور لے جائے۔

۶۱ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس (حکم) کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور آؤ رسول کی طرف تو تم دیکھتے ہو کہ منافقین تم سے کترانے لگتے ہیں ۱۲۹۔

۱۲۰۔ یعنی انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے پیروؤں سے اس بنا پر حسد ہے کہ نبوت جو اُن کے خاندان (یعنی بنی اسرائیل) میں چلی آرہی تھی وہ دوسرے خاندان (یعنی بنی اسماعیل) میں کس طرح چلی گئی۔

۱۲۱۔ یہاں یہ بات بنی اسرائیل کے ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ ابراہیم کی اولاد تم بھی ہو اور بنی اسماعیل بھی ہیں۔ آج اگر ہم نے بنی اسماعیل کو کتاب وحکمت سے نوازا ہے۔ اور انہیں اقتدار بخش رہے ہیں تو اس میں حسد کرنے کی کیا بات ہے یہ اللہ کا فضل ہے اور وہ جسے چاہے بخشے، ویسے تمہیں اس بات کو نہیں بھولنا چاہئے کہ وہ اس سے پہلے تمہیں بھی کتاب وحکمت سے نوازا چکا ہے اور زبردست سلطنت بھی عطاء کرچکا ہے (مثلاً حضرت داوٗدؑ اور حضرت سلیمانؑ کی سلطنت) لیکن تم نے اللہ کی ان نعمتوں کی ناقدری کی اور اپنی نااہلی کا ثبوت دیا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فضل کے لئے خاندان ابراہیمؑ کی دوسری شاخ (بنی اسماعیل) کا انتخاب فرمایا ہے۔

۱۲۲۔ ان صفات کا حوالہ دینے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اتنی سخت سزا دینے پر اللہ قادر ہے اور اس کی حکمت کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ سرکشوں کو ایسی سخت سزا دی جائے ورنہ نظام کائنات حق وانصاف پر قائم نہیں رہ سکے گا۔

۱۲۳۔ امانتوں میں عام امانتیں بھی شامل ہیں مثلاً ڈپازٹ، واجب الاداقرضے وغیرہ۔ اور ذمہ داری کے منصب بھی خواہ، ان کا تعلق قیادت سے ہو یا حکومت سے۔ اس دوسرے مفہوم کی تائید سیاق کلام سے ہوتی ہے۔ نیز ذمہ داری کے منصب کے لئے امانت کا لفظ حدیث میں بھی استعمال ہوا ہے چنانچہ اس سوال کے جواب میں کہ قیامت کب آئیگی آپ نے فرمایا:

اذاضیعت الامانۃفانتظر الساعۃقال کیف اضاعتھاقال اذاوسدالامرُ الی غیر اھلہ فانتظر الساعۃ

''جب امانت ضائع کی جانے لگے تو قیامت کا انتظار کرو، پوچھا امانت کا ضائع کرنا کیا ہے؟ فرمایا ''جب معاملات (حکومت) نااہلوں کے حوالہ کردئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو'' (بخاری)

معلوم ہوا کہ قیادت ورہنمائی اور سیاست وحکومت کی ذمہ داریوں کے مناصب، نااہل، بداخلاق، ظالم، بددیانت اور فاسق وفاجر لوگوں کے سپرد کرنا عام بگاڑ اور زبردست تباہی کی دعوت دینے کے مترادف ہے (اصولی بات یہی ہے رہی حالات کی مجبوری تو اس کا تعلق اجتہاد سے)

امانت کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ ذمہ داریاں اللہ کی سپرد کردہ امانتیں ہیں جن کے بارے میں اس کے حضور جوابدہی کرنا ہوگی۔

۱۲۴۔ اشارہ اقتدار کی ذمہ داری کی طرف ہے اور ہدایت یہ کی جارہی ہے کہ اللہ کی طرف سے اقتدار پانے کے بعد تمہاری اولین ذمہ داری یہ قرار پاتی ہے کہ لوگوں کے درمیان عدل وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔

۱۲۵۔ اولی الامر، (اصحاب امر) سے مراد ارباب اقتدار (Men of Authority) ہیں خواہ ان کا تعلق حکومت کے کسی بھی شعبہ سے ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاد کے لئے جو فوجی دستے روانہ کرتے تھے ان پر کسی کو امیر مقرر فرماتے تھے۔ منکم کا لفظ صراحت کرتا ہے کہ یہاں وہ ارباب اقتدار مراد ہیں جو مسلمانوں میں سے ہوں۔ ان کی اطاعت اس لئے مطلوب ہے تا کہ اسلام کے اجتماعی احکام کی تعمیل ہو، اس کے قوانین کو نافذ کیا جاسکے سوسائٹی کو صالح بنانے میں مدد ملے اور ایک عادلانہ نظام کا قیام عمل میں آئے اور سب سے بڑی بات یہ کہ کلمۂ حق سربلند ہو، اصحاب امر کی اطاعت کے سلسلہ میں درج ذیل امور کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:۔

۱ اس آیت میں اللہ، رسول اور اولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔ اس حکم میں اطاعت کا لفظ دوجگہ بیان ہوا ہے ایک اللہ کے ساتھ اور دوسرے رسول کے ساتھ جب کہ اولی الامر کے ساتھ یہ لفظ استعمال نہیں ہوا ہے اس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ اصل اطاعت اور وفاداری اللہ کی ہے اور اس کے بعد اس کے رسول کی، رہی اولی الامر کی اطاعت تو وہ ان دو اطاعتوں کے تابع ہے اس سے آزاد ہرگز نہیں۔

۲ یہاں اولی الامر کی اطاعت کا جو حکم دیا گیا ہے اس کو ان حکمرانوں پر منطبق کرنا صحیح نہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا قلادہ اپنی گردن سے اتار پھینکا یا جن کا مشن ہی اللہ سے بغاوت پر لوگوں کو آمادہ کرنا ہو یا جو لادینی حکومت کی نمائندگی کرتے ہوں یا خود فرعون بن بیٹھے ہوں۔

۳ اولی الامر کی اطاعت کا حکم اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف کوئی حکم نہ دیں۔ اگر وہ کوئی ایسا حکم دیں جو اللہ اور اس کے رسول کے خلاف ہو تو اس صورت میں اطاعت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے:۔

لاطاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ ''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''

۴ اس آیت میں اولی الامر کی اطاعت کا جو مثبت حکم دیا گیا ہے اس کا مفہوم وہی ہے جو اوپر بیان کیا گیا ہے اس سے یہ منفی معنیٰ نکالنا صحیح نہیں کہ اگر مسلمان کسی غیر اسلامی حکومت کے ماتحت ہوں تو وہاں ان کے لئے بدنظمی (Anarchy) کی صورت پیدا کرنا روا ہے۔ موجودہ نظامِ حکومت میں قانون کی حکمرانی ہوتی ہے اس لئے قطع نظر اس سے کہ قانون بنانے والے لوگ کون ہیں، اور کیسے ہیں، قانون اگر بجائے خود اللہ اور اس کے رسول کے حکم سے نہیں ٹکراتا یا اسلام نے مباحات کا جو وسیع دائرہ رکھا ہے اس سے متعلق ہے تو اس کی پابندی اسلام کے منشاء کے خلاف ہرگز نہیں بصورت دیگر اسے اضطرار اور مجبوری کی حد تک ہی گوارا کیا جا سکتا ہے۔

۱۲۶ اللہ اور رسول کی طرف لوٹانے سے مراد کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنا ہے۔

اوپر حکم و اختیار رکھنے والوں کی اطاعت کا حکم دیا گیا تھا یہاں یہ ہدایت دی جا رہی ہے کہ اختلاف پیدا ہو جانے کی صورت میں کتاب و سنت کی طرف رجوع کرو۔ یہ ہدایت دونوں کے لئے ہے۔ ان کے لئے بھی جن کو اصحاب امر کی اطاعت کرنا ہے اور ان کے لئے بھی جو اصحاب امر ہیں۔ یہ ایک جامع ہدایت ہے جس سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:

۱ مسلمانوں کو ارباب اقتدار کے ساتھ اختلاف کا حق ہے اور اختلاف کی صورت میں فیصلہ کن چیز کتاب و سنت ہیں۔

۲ اس حق کا تقاضا یہ ہے کہ عام مسلمانوں کو ارباب اقتدار پر تنقید کی آزادی کا حق حاصل ہو۔

۳ اختلافات خواہ امت کے درمیان ہوں یا حکومت اور عوام کے درمیان یا خود اصحاب امر کے اندر، فیصلہ کے لئے قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور جو فیصلہ وہاں سے ملے اس کے سامنے سب کو سر تسلیم خم کرنا چاہئے۔

۴ حق کی کسوٹی اللہ کی کتاب اور اس کے رسول کی سنت ہے اس لئے علماء، بزرگ، ائمہ، فقہاء اور قائدین سب کے اقوال کو اسی کسوٹی پر پرکھنا چاہئے۔ ان میں سے کوئی بھی حق کی کسوٹی نہیں ہے کہ اس کا قول اور عمل لازماً صحیح ہو یا حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہو۔

۵ امام کے معصوم ہونے کا تصور جیسا کہ مسلمانوں کے بعض فرقوں کا عقیدہ ہے سراسر باطل ہے۔ اگر یہ صحیح ہوتا تو عام مسلمانوں کو ان سے اختلاف کا حق دیا نہیں جاتا اور عام مسلمانوں کے آپس کے اختلاف کی صورت میں امام کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا جاتا جب کہ اس آیت سے ان دونوں باتوں کی تردید ہوتی ہے۔ چرچ کی معصومیت جیسا کوئی تصور اسلام میں ہرگز نہیں ہے۔

۶ کتاب و سنت کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ جن مسائل میں کتاب و سنت کے نصی احکام موجود ہیں ان کی اسی طرح تعمیل کی جائے اور اگر حالات نے کوئی نیا مسئلہ کھڑا کر دیا ہو تو کتاب و سنت کی دلیل کو متعلقہ مسئلہ میں فیصلہ کن تسلیم کیا جائے۔ اور اشارات اور مقتضیات کو سامنے رکھ کر یہ معلوم کیا جائے کہ کون سی بات کتاب و سنت سے زیادہ مطابقت رکھتی ہے۔ قرآن و سنت سے رہنمائی حاصل کرنے کے اس طریقہ کو قیاس اور اجتہاد کہتے ہیں۔

۱۲۷ ہر قسم کے اختلافات میں خواہ ان کی نوعیت مذہبی ہو یا سیاسی ہو قرآن و سنت کی طرف رجوع کرنا ایمان کا صریح تقاضا ہے۔ اس سے دنیا میں بھی بھلائی حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی اس کا بہترین ثمرہ ملے گا۔

۱۲۸۔ متن میں لفظ طاغوت استعمال ہوا ہے جس کی تشریح اس سے پہلے گذر چکی۔(سورہ بقرہ نوٹ ۴۱۸۔ سورہ نساء نوٹ ۱۱۶۔)
یہاں طاغوت کا لفظ کتاب وسنت کے مقابل کی حیثیت سے استعمال ہوا ہے جیسا کہ بعد والی آیت سے واضح ہے اس لئے یہاں اس سے مراد وہ حاکم یا جج ہے جو اللہ اور رسول کا مخالف ہو اور کتاب وسنت کے خلاف فیصلہ کرتا ہو۔

۱۲۹۔ یہاں جس بات کو ایمان کے منافی قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ آدمی کتاب وسنت کے فیصلہ پر راضی نہ ہو اور ''طاغوت'' کی عدالت میں اپنا مقدمہ اس لئے لے جائے تا کہ وہاں اس کے حق میں فیصلہ ہو اگر چہ کہ وہ فیصلہ شریعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو واضح رہے کہ یہاں جن منافقین کا ذکر کیا گیا ہے وہ اہل کتاب سے تعلق رکھتے تھے۔وہ ایمان لانے کے بھی مدعی تھے اور ساتھ ہی اپنے مقدمات رسول کی عدالت میں پیش کرنے کے بجائے یہود کی عدالت میں پیش کرنا چاہتے۔روایات میں کعب ابن اشرف کا نام آتا ہے جو یہودیوں کا سردار تھا اور مقدمات کا فیصلہ کرتا تھا۔منافقین اس کی طرف رجوع کرتے،ظاہر ہے کہ ان کا طرز عمل ایمان کے منافی تھا۔لیکن وہ ایمان اور کفر دونوں کو جمع کرنا چاہتے تھے یہاں یہ بات بھی سمجھ لینا چاہئے کہ ان آیات کے نزول کے وقت تک مدینہ کی اسلامی ریاست کا دائرہ زیادہ وسیع نہیں ہوسکا تھا اور مدینہ کے اطراف میں یہودیوں کی قبائلی ریاستیں قائم تھیں اس طرح گویا اس علاقہ میں اسلام اور طاغوت کی متوازی عدالتیں (Parallel Courts) قائم تھیں۔

فَكَيْفَ إِذَآ أَصَٰبَتْهُم مُّصِيبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ
ثُمَّ جَآءُوكَ يَحْلِفُونَ بِٱللَّهِ إِنْ أَرَدْنَآ إِلَّآ إِحْسَٰنًا
وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾

أُو۟لَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَعْلَمُ ٱللَّهُ مَا فِى قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ
وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِىٓ أَنفُسِهِمْ قَوْلًۢا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾

وَمَآ أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ ٱللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ
إِذ ظَّلَمُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ جَآءُوكَ فَٱسْتَغْفَرُوا۟ ٱللَّهَ وَٱسْتَغْفَرَ
لَهُمُ ٱلرَّسُولُ لَوَجَدُوا۟ ٱللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ
بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا۟ فِىٓ أَنفُسِهِمْ
حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا۟ تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾

وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ أَنِ ٱقْتُلُوٓا۟ أَنفُسَكُمْ أَوِ ٱخْرُجُوا۟
مِن دِيَٰرِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ
فَعَلُوا۟ مَا يُوعَظُونَ بِهِۦ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾

وَإِذًا لَّءَاتَيْنَٰهُم مِّن لَّدُنَّآ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٦٧﴾

وَلَهَدَيْنَٰهُمْ صِرَٰطًا مُّسْتَقِيمًا ﴿٦٨﴾

وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَٱلرَّسُولَ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلَّذِينَ أَنْعَمَ
ٱللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ ٱلنَّبِيِّۦنَ وَٱلصِّدِّيقِينَ وَٱلشُّهَدَآءِ وَٱلصَّٰلِحِينَ ۚ
وَحَسُنَ أُو۟لَٰٓئِكَ رَفِيقًا ﴿٦٩﴾

ذَٰلِكَ ٱلْفَضْلُ مِنَ ٱللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِٱللَّهِ عَلِيمًا ﴿٧٠﴾

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ خُذُوا۟ حِذْرَكُمْ فَٱنفِرُوا۟
ثُبَاتٍ أَوِ ٱنفِرُوا۟ جَمِيعًا ﴿٧١﴾

وَإِنَّ مِنكُمْ لَمَن لَّيُبَطِّئَنَّ فَإِنْ أَصَٰبَتْكُم مُّصِيبَةٌ قَالَ
قَدْ أَنْعَمَ ٱللَّهُ عَلَىَّ إِذْ لَمْ أَكُن مَّعَهُمْ شَهِيدًا ﴿٧٢﴾

٦٢ تو اس وقت ان کا کیا حال ہوگا جب کہ ان کی ان حرکتوں کی وجہ سے ان پر مصیبت آپڑے گی؟ اس وقت وہ تمہارے پاس اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے آئینگے کہ ہم تو بھلائی چاہتے تھے اور ہمارا مقصد تو (دونوں کے درمیان) موافقت پیدا کرنا تھا۔ ١٣٠ ؎

٦٣ ان لوگوں کے دلوں میں جو کچھ ہے اسے اللہ جانتا ہے۔ تو ان سے صرف نظر کرو اور انہیں نصیحت کرو اور ان سے ایسی بات کہو جو ان کے دلوں میں اتر جانے والی ہو۔ ١٣١ ؎

٦٤ ہم نے جو رسول بھی بھیجا اسی لئے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اسکی اطاعت کی جائے۔ ١٣٢ ؎ اور یہ لوگ جب اپنے نفس پر ظلم کر بیٹھے تھے اگر تمہاری خدمت میں حاضر ہوتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول بھی ان کیلئے معافی کی دعا کرتا ١٣٣ ؎ تو یقیناً وہ اللہ کو توبہ قبول کرنیوالا اور رحم فرمانے والا پاتے۔

٦٥ مگر نہیں (اے پیغمبر!) تمہارے رب کی قسم، یہ لوگ مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک کہ یہ اپنے نزاعی معاملات میں تمہیں فیصلہ کرنے والا مان نہ لیں پھر جو فیصلہ تم کرو اس پر اپنے دلوں میں بھی کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ اُسے سر آنکھوں سے تسلیم کرلیں۔ ١٣٤ ؎

٦٦ اگر ہم نے انہیں حکم دیا ہوتا کہ اپنے آپ کو قتل کرو یا اپنے گھروں سے نکل کھڑے ہو تو ان میں سے چند کے سوا کوئی بھی اسکی تعمیل نہ کرتا ١٣٥ ؎ حالانکہ جس بات کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے اگر یہ اس پر عمل کرتے تو یہ بات انکے حق میں بہتری کا باعث اور زیادہ ثابت قدمی کا موجب ہوتی۔

٦٧ اور اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم عطا کرتے۔

٦٨ اور انہیں سیدھے راستہ پر چلاتے ١٣٦ ؎۔

٦٩ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے ١٣٧ ؎ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین۔ اور کیا ہی اچھے رفیق ہیں یہ! ١٣٨ ؎

٧٠ یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ کا علم کفایت کرتا ہے۔

٧١ اے ایمان والو! اپنے ہتھیار سنبھالو اور جہاد کیلئے نکلو الگ الگ دستوں کی شکل میں یا اکٹھے ہو کر۔ ١٣٩ ؎

٧٢ تم میں کوئی تو ایسا ہے جو ٹال مٹول کرتا ہے۔ اگر تم پر کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو کہتا ہے اللہ نے مجھ پر بڑی مہربانی کی کہ میں ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوا۔

۱۳۰ ۔ یعنی جس وقت اسلام دشمن طاقتوں کا زور ٹوٹے گا اور مسلمانوں کو غلبہ اور استحکام حاصل ہوگا اس وقت یہ منافقین اپنے کو بے یارومددگار پاکر تمہارے پاس معذرت کرتے ہوئے آئیں گے اور اپنے سابقہ رویہ کی یہ توجیہ کریں گے کہ ہمارا مقصد تو مسلمانوں اور یہودیوں میں میل ملاپ پیدا کرنا تھا چنانچہ اس آیت کے نزول کے چند سال بعد یہی صورت پیش آئی۔

۱۳۱ ۔ جو لوگ نفاق کی بیماری میں مبتلا تھے ان کے علاج کی صحیح تدبیر یہاں بتائی گئی جس سے دعوت و اصلاح کا کام کرنے والوں کو یہ رہنمائی ملتی ہے کہ وہ اپنے اس کام کے لئے مؤثر پیرایۂ بیان اختیار کریں اور ان کا طریقۂ دعوت (Approach) ایسا ہو کہ دلوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دے۔

۱۳۲ ۔ یعنی رسول اس لئے نہیں آتا کہ اس کے ساتھ صرف عقیدت کا اظہار کرو اور پھر اس کی اطاعت کرو یا نہ کرو بلکہ رسول اس لئے آتا ہے کہ اس کی اطاعت کی جائے کیونکہ رسول خدا کی طرف سے احکام اور قوانین لے کر آتا ہے۔

۱۳۳ ۔ رسول کی موجودگی میں طاغوت کی عدالت میں مقدمات لے جانا رسول کے لئے تکلیف دہ بات تھی اور اس سے عدالت رسول کی توہین ہوتی تھی اس لئے اس گناہ کی تلافی کے لئے ضروری قرار دیا کہ وہ رسول کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اللہ سے معافی کے خواہستگار ہونے کے ساتھ رسول کی بھی دعائے مغفرت کے طالب بنیں۔

۱۳۴ ۔ یہ آیت صراحت کرتی ہے کہ رسول کی اطاعت بغیر کسی تحفظ کے اور بے چون وچرا کرنا ایمان کا کھلا ہوا تقاضا ہے۔ نبی ﷺ کے کسی بھی فیصلہ پر ایک مسلمان کو خلش تک محسوس نہیں کرنا چاہئے، کجا یہ کہ وہ آپ کے کسی حکم اور کسی فیصلہ کو اپنی خواہش یا زمانہ کے رجحانات کے مطابق نہ پاکر اس پر ناک بھوں چڑھانے لگے۔

علامہ جصاص لکھتے ہیں: ''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو شخص اللہ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کو رد کردے وہ اسلام سے خارج ہے خواہ اس نے شک کی بنا پر اس حکم کو رد کیا ہو یا ماننے اور قبول کرنے ہی سے اسے انکار ہو۔'' (احکام القرآن ج ۲ ص ۲۶۰)

۱۳۵ ۔ اللہ کو اختیار ہے کہ وہ اپنے بندوں کو جس بات کا چاہے حکم دے اور جب دنیا کی زندگی آزمائش ہی کے لئے ہے تو اپنے آپ کو قتل کرنے یا گھر بار چھوڑ دینے کا حکم دے کر بھی آزمائش کی جاسکتی تھی لیکن خداوند رحمٰن نے انسان کو اتنی زبردست آزمائش میں نہیں ڈالا اور شریعت آسان بنادی۔ اس کے بعد بھی اگر لوگ شریعت پر نہ چلیں تو یہ ان کی بدقسمتی ہوگی۔ اس آیت سے یہ بات بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ اسلام کی اصل روح (Spirit) یہ ہے کہ اللہ کی وفاداری ہر چیز پر مقدم ہو حتیٰ کہ اپنی جان پر بھی اور اس کی خاطر ہر چیز قربان کی جاسکتی ہے یہاں تک کہ اپنے گھر بار اور اپنے وطن عزیز کو بھی خیرباد کہا جاسکتا ہے۔ جس موقع پر دین کا جو تقاضا ہو اس کا پورا کرنا ہی اصل دینداری ہے۔

۱۳۶ ۔ یعنی اگر وہ منافقانہ طرز عمل چھوڑ دیتے اور خلوص کے ساتھ رسول کی اطاعت کا طریقہ اختیار کرتے تو انہیں زندگی کے ہر معاملہ میں حق و صداقت کا راستہ نظر آتا اور صحیح طرز عمل کی توفیق نصیب ہوتی۔

۱۳۷ ۔ انعام سے مراد ایمان اور ہدایت کی نعمت سے نوازنا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ فاتحہ نوٹ ۱۰)

۱۳۸ ۔ انعام یافتہ گروہ چار ہیں:- **انبیاء، صدیقین، شہداء، صالحین۔**

انبیاء سے مراد وہ تمام پیغمبر ہیں جو مختلف زمانوں اور مختلف قوموں میں اللہ کی طرف سے دین حق لے کر آئے۔

صدیقین سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں صداقت شعاری کا وصف کمال درجہ پر ہو۔ یہ ایمان و عمل کے لحاظ سے انبیاء کے بعد صف اول کے لوگ ہیں۔

شہداء سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے حق کی شہادت دینے میں اپنی جان بھی قربان کردی۔

اور **صالحین** سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیکی کا رویہ اختیار کیا۔

جنت کی سوسائٹی ایسے ہی لوگوں پر مشتمل ہوگی۔ گویا انسانیت کا سارا جوہر وہاں موجود ہوگا ایسے بہترین لوگوں کی رفاقت کا میسر آنا اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہوگا۔ نیک آدمی دنیا میں بھی اپنی رفاقت کے لئے نیک آدمیوں ہی کا انتخاب کرتا ہے اور مرنے کے بعد بھی نیک لوگوں ہی کے زمرہ میں شامل ہونا چاہتا ہے۔

۱۳۹ ۔ اس وقت جنگ کی دو صورتیں تھیں ایک منظم فوج کشی دوسرے دستوں کی صورت میں دشمن پر چھاپہ مارنا جسے ''سَرِیۃ'' کہتے ہیں ان دونوں طریقوں کو اختیار کرنے کی ہدایت اس آیت میں دی گئی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دونوں طریقے اختیار کئے تھے۔

وَلَئِنْ أَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللَّهِ لَيَقُولَنَّ كَأَن لَّمْ
تَكُن بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُ مَوَدَّةٌ يَا لَيْتَنِي
كُنتُ مَعَهُمْ فَأَفُوزَ فَوْزًا عَظِيمًا ﴿٧٣﴾

۷۳ اور اگر تم پر اللہ کا فضل ہوتا ہے تو گویا تمہارے اور اس کے درمیان دوستی تھی ہی نہیں کہنے لگتا ہے کہ کاش میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ مجھے بڑی کامیابی حاصل ہوجاتی۔ ۱۴۰ء

فَلْيُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْرُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
بِالْآخِرَةِ ۚ وَمَن يُقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيُقْتَلْ
أَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٧٤﴾

۷۴ تو اللہ کی راہ میں ان لوگوں کو جنگ کرنی چاہئے جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے فروخت کردیں ۱۴۱ء۔اور جو شخص اللہ کی راہ میں جنگ کرے گا پھر وہ مارا جائے یا غالب ہو ہم اسے ضرور اجر عظیم عطا کریں گے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ
مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ
رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا
وَاجْعَل لَّنَا مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا وَاجْعَل لَّنَا
مِن لَّدُنكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

۷۵ اور تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ اللہ کی راہ میں جنگ نہیں کرتے ان بے بس مرد، عورتوں اور بچوں کی خاطر جو فریاد کررہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں ۱۴۲ء اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی بنا اور اپنے پاس سے ہمارا کوئی مددگار کھڑا کر۔

الَّذِينَ آمَنُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ
إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾

۷۶ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، اور جو کافر ہیں وہ طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں ۱۴۳ء تو تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو۔ یقین جانو شیطان کی چال بالکل بودی ہوتی ہے۔ ۱۴۴ء

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ
وَآتُوا الزَّكَاةَ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ
يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ
كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۗ قُلْ
مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ
فَتِيلًا ﴿٧٧﴾

۷۷ تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ اپنے ہاتھ روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو ۱۴۵ء، پھر جب ان پر جنگ فرض کردی گئی تو ان میں سے ایک گروہ لوگوں سے اس طرح ڈرنے لگا جیسے کوئی اللہ سے ڈر رہا ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ ۱۴۶ء ، وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے ہم پر جنگ کیوں فرض کی، ہمیں کچھ اور مہلت کیوں نہ دی۔ کہو دنیا کا فائدہ بہت تھوڑا ہے، اور تقویٰ اختیار کرنے والوں کے لئے آخرت کہیں بہتر ہے۔ اور تمہارے ساتھ ذرا بھی ناانصافی نہیں کی جائے گی۔ ۱۴۷ء

۱۴۰؎ یعنی یہ منافقین مسلمانوں کی کامیابی کو اپنی کامیابی نہیں سمجھتے اس لئے انھیں اس بات پر افسوس ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو کامیابی ہوئی اور وہ مال غنیمت میں حصہ دار بننے سے محروم رہے۔ گو یا یہ کامیابی غیروں کو ہوئی اپنوں کو نہیں ہوئی۔

۱۴۱؎ یعنی اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے ان لوگوں کو اٹھنا چاہئے جو آخرت کی خاطر اپنی دنیا تج دیں، ایسے ہی لوگ اپنے ایمان میں مخلص اور اللہ کی راہ کے مجاہد ہیں، رہے وہ لوگ جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کے مفاد کو عزیز رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دین کے لئے انہیں کوئی قربانی نہ دینا پڑے تو جہاد کی راہ ایسے لوگوں کے لئے نہیں ہے۔

۱۴۲؎ اس وقت مکہ اور اس کے اطراف میں مسلمان محض اس لئے کافروں کے ظلم وستم کا نشانہ بن گئے تھے کہ انھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ بالفاظ دیگر وہ مسلمانوں کو ضمیر اور مذہب کی آزادی کا حق دینے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کے ظلم سے عورتیں اور بچے بھی محفوظ نہ تھے۔ قرآن نے بتلایا کہ ایسے مظلوموں کو ظالموں سے نجات دلانے کے لئے جنگ کرنا جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

۱۴۳؎ یہاں طاغوت سے مراد شیطان ہے جیسا کہ بعد کے فقرہ سے واضح ہے۔ اور طاغوت کی راہ میں لڑنے سے مراد ان باطل مقاصد کے لئے لڑنا ہے۔ جن کے لئے شیطان انسان کو ابھارتا ہے۔ یعنی اللہ کے دین کی مخالفت کرنے، اس کے ماننے والوں کا زور توڑنے، حکم خداوندی کی جگہ انسان کا حکم چلانے، زمین پر اصلاح کے بجائے فساد برپا کرنے اور اسلام کے بجائے کفر کو غالب کرنے کی غرض سے لڑنا۔

۱۴۴؎ یعنی جو لوگ شیطان کے ورغلانے میں آکر اسلام اور اس کے علمبرداروں کے خلاف کارروائیاں کرتے ہیں ان کی یہ کارروائیاں کسی ٹھوس بنیاد پر نہیں ہوتیں اس لئے اگر اہلِ حق ان کے مقابلہ میں ڈٹ جائیں تو ان کے سارے منصوبے خاک میں مل کر رہ جائیں گے۔

۱۴۵؎ اس آیت سے امام رازی نے یہ استدلال کیا ہے کہ نماز اور زکوٰۃ جہاد پر مقدم ہیں ۔(ملاحظہ ہو تفسیر رازی ج ۳ ص ۲۷۲)

بلاشبہ دین میں ان دو چیزوں کو اولیت حاصل ہے اور یہ عبادتیں مقصود بالذات ہیں۔ رہا جہاد تو اس کی اہمیت وفضیلت اپنی جگہ، وہ واجب اسی وقت ہوتا ہے جب کہ حالات اس کے متقاضی ہوں ورنہ ایک مسلمان کے لئے اس کی نیت رکھنا کافی ہے یہی وجہ ہے کہ اسلام میں جہاد کا مقام نہایت بلند ہونے کے باوجود اس کا شمار ارکان خمسہ میں نہیں ہے البتہ یہ حقیقت ہے کہ جہاد جب فرض عین قرار پائے تو اس سے جی چرانا ایمان کو مشتبہ بنا دیتا ہے کیونکہ یہ ایمان کا کھلا تقاضا ہے کہ آدمی دین کے لئے غلبہ چاہے اور اللہ کی خاطر اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہو۔

۱۴۶؎ یعنی جب تک جنگ کا حکم نہیں دیا گیا تھا اس کے لئے بڑے جوش وخروش کا اظہار کیا جارہا تھا لیکن جب اس کا حکم دے دیا گیا تو ان پر شاق گذرنے لگا۔ اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جو اپنے ایمان میں مخلص نہیں تھے۔

۱۴۷؎ یعنی اللہ کی راہ میں جو قربانیاں بھی تم دو گے وہ رائیگاں جانے والی نہیں ہیں بلکہ تمہیں ان کا پورا پورا اجر ملے گا۔

أَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ
مُشَيَّدَةٍ ۗ وَإِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ
وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَقُولُوا هَٰذِهِ مِنْ عِنْدِكَ ۚ قُلْ كُلٌّ
مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ۖ فَمَالِ هَٰؤُلَاءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُونَ يَفْقَهُونَ
حَدِيثًا ﴿٧٨﴾

۷۸ تم جہاں کہیں ہو موت تم کو پالے گی خواہ تم مضبوط قلعوں ہی میں کیوں نہ ہو ۱۴۸۔ اگر انہیں کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر نقصان پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ تمہاری وجہ سے ہے۔ کہو سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ کوئی بات سمجھ نہیں پاتے۔ ۱۴۹۔

مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ
نَفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴿٧٩﴾

۷۹ (درحقیقت) تمہیں جو فائدہ بھی پہنچتا ہے اللہ ہی کی طرف سے پہنچتا ہے اور جو نقصان پہنچتا ہے وہ تمہارے اپنے نفس کے بہ سبب پہنچتا ہے۔ ۱۵۰۔ اور (اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور اس پر اللہ کی گواہی بس کرتی ہے۔ ۱۵۱۔

مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۖ وَمَنْ تَوَلَّىٰ فَمَا
أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا ﴿٨٠﴾

۸۰ جو رسول کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے ۱۵۲۔ اور جو روگردانی کرتا ہے تو ہم نے تم کو ایسے لوگوں پر پاسبان بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ ۱۵۳۔

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَائِفَةٌ
مِنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ۖ وَاللَّهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُونَ ۖ فَأَعْرِضْ
عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ وَكِيلًا ﴿٨١﴾

۸۱ یہ لوگ (زبان سے تو) کہتے ہیں ہم نے اطاعت قبول کی، لیکن جب تمہارے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ تمہاری باتوں کے خلاف رات کو مشورے کرنے لگتا ہے ۱۵۴۔ اللہ ان کی یہ سرگوشیاں لکھ رہا ہے، تو ان کی باتوں پر دھیان نہ دو اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ اور کارسازی کے لئے اللہ کافی ہے۔

أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ ۚ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ
لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴿٨٢﴾

۸۲ کیا یہ لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو یہ اس میں بہ کثرت اختلاف پاتے۔ ۱۵۵۔

وَإِذَا جَاءَهُمْ أَمْرٌ مِنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ ۖ
وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ
وَإِلَىٰ أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ وَلَوْلَا
فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَانَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٨٣﴾

۸۳ جب ان کے پاس امن یا خطرہ کی کوئی خبر پہنچ جاتی ہے تو یہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ اگر یہ اسے رسول کے سامنے اور اصحاب امر (حکم واختیار والے) کے سامنے پیش کرتے تو جو لوگ اُن میں سے بات کی تہہ تک پہنچنے والے ہیں وہ اس کی حقیقت معلوم کر لیتے ۱۵۶۔ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو چند افراد کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے چل پڑتے۔

فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلَّفُ إِلَّا نَفْسَكَ ۚ وَحَرِّضِ
الْمُؤْمِنِينَ ۖ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَكُفَّ بَأْسَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ وَاللَّهُ أَشَدُّ
بَأْسًا وَأَشَدُّ تَنْكِيلًا ﴿٨٤﴾

۸۴ تو (اے پیغمبر!) اللہ کی راہ میں جنگ کرو۔ تم پر اپنے نفس کے سوا کسی کی ذمہ داری نہیں اور مومنوں کو (جنگ کی) ترغیب دو، عجب نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے۔ اللہ بڑا زور آور ہے اور سزا دینے میں بھی بہت سخت ہے۔

۱۴۸۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی تدبیر اور احتیاط سے کام نہ لے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ اس گمان میں مبتلا نہ ہو کہ تدبیر اسے موت سے بچا سکتی ہے موت تو اپنے وقت پر آ کر رہے گی اس لئے آدمی کو چاہئے کہ اپنی ذمہ داریوں کو ادا کرنے سے گریز نہ کرے۔

۱۴۹۔ یعنی اگر کسی مشکل سے دوچار ہوتو اسے یہ منافق پیغمبر کی بے تدبیری پر محمول کرتے ہیں حالانکہ پیغمبر کوئی کام بغیر خدا کے حکم کے نہیں کرتا اور کائنات میں تصرف بھی اللہ ہی کا ہے اس کی مشیت کے بغیر نہ کوئی نفع پہنچ سکتا ہے اور نہ نقصان اس لئے کسی نقصان کے پہنچ جانے پر اس کی ذمہ داری پیغمبر پر ڈالنا خلاف واقعہ بھی ہے اور ایمان کے منافی بھی۔

۱۵۰۔ گو خیر اور شر دونوں چیزیں اللہ ہی کی مشیت سے ظہور میں آتی ہیں لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ خیر کی حالت اللہ کی رحمت کا فیضان ہے جب کہ شر کی حالت انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے اور اللہ کے بخشے ہوئے اختیارات کو غلط طریقہ پر استعمال کرنے سے ظہور میں آتی ہے اس لئے شر کو اپنے نفس کی طرف منسوب کرنا چاہئے۔

۱۵۱۔ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اگر منافقین رسول کی ہر بات کو خدا کی طرف سے نہیں سمجھتے ہیں تو نہ سمجھیں۔ محمد ﷺ کے رسول ہونے کیلئے اللہ کی گواہی کافی ہے اور یہ گواہی اللہ نے قرآن کے ذریعے دی ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ ہم نے تمہیں لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ صرف عربوں کی طرف نہیں بلکہ تمام اقوام کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

۱۵۲۔ یہ اور اس طرح کی دوسری آیات صراحت کرتی ہیں کہ رسول کی اطاعت درحقیقت اللہ ہی کی اطاعت ہے اسلئے کہ رسول جو حکم دیتا ہے خدا ہی کی طرف سے دیتا ہے نیز اس سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کی اطاعت بہ حیثیت رسول نہ صرف آپ کی زندگی بلکہ آپ کی وفات کے بعد بھی اسی طرح مطلوب ہے۔ ہمارے لئے آپکے "احکام" معلوم کرنے کا ذریعہ سنت ثابتہ اور احادیث صحیحہ ہیں، ان کی پیروی آپؐ کی اطاعت کے ہم معنیٰ ہے اور ان سے انکار آپؐ کی نافرمانی کے مترادف ہے۔

۱۵۳۔ یعنی پیغمبر کی یہ ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ لوگوں کو زبردستی راہ ہدایت پر چلائے بلکہ اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچائے۔

۱۵۴۔ منافقین میں بعض ایسے بھی تھے جو مدینہ میں رات کو مجلسیں جما کر اسلام اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خفیہ مشورے کرتے تا کہ اسلام کی راہ میں رکاوٹیں کھڑی کی جاسکیں اور آپ کو زک پہنچائی جاسکے۔

۱۵۵۔ اس آیت میں قرآن پر تدبر کی دعوت دی گئی ہے جس سے درج ذیل باتوں پر روشنی پڑتی ہے:۔

(۱) تدبر کی یہ دعوت عام ہے چنانچہ ان لوگوں کو بھی قرآن پر غور کرنے کی دعوت دی گئی ہے جو مومن نہیں ہیں تا کہ ان پر واضح ہوجائے کہ اس کے مضامین باہم مربوط اور اس کی تعلیمات ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں جب کہ اس کا موضوع نہایت وسیع ہے یعنی انسانی زندگی کیلئے مکمل ہدایت، یہ اس بات کا مکمل ثبوت ہے کہ قرآن کلام الٰہی ہے۔ اگر یہ انسانی کلام ہوتا تو ایسے وسیع موضوع پر جس کا تعلق مشاہدات ہی سے نہیں مابعد الطبیعی حقائق سے بھی ہو اور جو انسان کی فطرت، اس کی نفسیات، اس کے مبدأ و معاد اور اس کی زندگی کے جملہ گوشوں سے بحث کرتا ہو ممکن نہیں کہ اس میں تضاد نہ پایا جائے۔ کیونکہ انسان کا علم محدود ہے اسلئے وہ نہ کائنات کے اسرار پر سے پردہ اٹھا سکتا ہے اور نہ ایسی تعلیمات پیش کرسکتا ہے جو انسان کو صحیح طور سے زندگی گذارنے اور اس کے خالق سے صحیح تعلق پیدا کرنے کیلئے ضروری ہیں۔

(۲) قرآن پر غور کرتے رہنے سے حکمت کے دروازے کھلتے ہیں اور ایمان وایقان میں اضافہ ہوجاتا ہے۔

(۳) یہ بات صحیح نہیں کہ قرآن صرف عالموں کے سمجھنے کی چیز ہے بلکہ ہر انسان کے سمجھنے کی چیز ہے۔ اگر یہ عالموں کیلئے مخصوص ہوتا تو اس پر تدبر کی عام دعوت نہ دی جاتی۔

(۴) قرآن کی تمام باتیں باہم مربوط اور ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہیں اسلئے کسی آیت کا ایسا مطلب لینا صحیح نہیں ہوسکتا جو دوسری آیتوں سے متناقض ہو۔

(۵) قرآن کو اللہ کی کتاب ماننا اور اس کی تعلیمات پر معترض ہونا سراسر تضاد فکری ہے اور یہ نتیجہ ہے قرآن پر تدبر نہ کرنے کا۔

۱۵۶۔ اس وقت مدینہ میں جنگ کے حالات تھے۔ ایسے حالات میں افواہیں بڑی خطرناک ثابت ہوتی ہیں لیکن منافقین مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی غرض سے افواہیں پھیلانے میں سرگرم ہوگئے تھے اسلئے ان کی اس حرکت پر گرفت کی گئی اور اس قسم کی خبروں کو رسول اور ذمہ دار لوگوں کی طرف لوٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے اصولی طور پر یہ ہدایت ملتی ہے کہ ملت کی سیاسی زندگی پر اثر انداز ہونے والی خبروں کو عوام میں پھیلانے سے پہلے ذمہ دار افراد کے علم میں لانا چاہئے تا کہ وہ ان کی حقیقت معلوم کرسکیں۔ ضمناً اس سے یہ بات بھی نکلتی ہے کہ اصحاب امر کے منصب کیلئے موزوں وہ لوگ ہوسکتے ہیں جن کے اندر سوجھ بوجھ معاملہ فہمی اور تدبر کے اوصاف پائے جاتے ہوں۔

مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ
شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ
مُّقِيْتًا ﴿۸۵﴾

۸۵ جو اچھی بات کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا، اور جو بُری بات کی سفارش کرے گا وہ اس میں سے حصہ پائے گا ۱۵۷؎۔ اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ
كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا ﴿۸۶﴾

۸۶ اور جب کوئی تمہیں دعائیہ کلمات کے ساتھ سلام کرے تو تم بھی اس کے جواب میں بہتر کلمات کہو یا کم از کم ان ہی کلمات کو لوٹاؤ ۱۵۸؎۔ اللہ ہر چیز کا حساب لینے والا ہے۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ
وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿۸۷﴾

۸۷ اللہ جس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ قیامت کے دن جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں ضرور تمہیں جمع کرے گا۔ اور کون ہے جس کی بات اللہ سے زیادہ سچی ہو؟

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ۭ
اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۸۸﴾

۸۸ یہ کیا بات ہے کہ تم منافقین کے بارے میں دو گروہ بن گئے ہو ۱۵۹؎ حالانکہ اللہ نے انہیں ان کے کرتوتوں کی وجہ سے الٹا پھیر دیا ہے۔ ۱۶۰؎ کیا تم ایسے لوگوں کو ہدایت دینا چاہتے ہو، جن کو اللہ نے گمراہ کر دیا ہے۔ (یاد رکھو) جس کو اللہ گمراہ کردے اس کے لئے تم کوئی راہ نہیں پا سکتے۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَاۗءً فَلَا
تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ حَتّٰي يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ
تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۠
وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾

۸۹ وہ تو چاہتے ہیں کہ جس طرح وہ کافر ہوئے ہیں اسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ ۱۶۱؎ تاکہ تم سب یکساں ہو جاؤ لہٰذا ان میں سے کسی کو تم اپنا دوست نہ بناؤ جب تک کہ وہ اللہ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔ ۱۶۲؎ اور اگر وہ اس سے اعراض کریں تو انہیں جہاں کہیں پاؤ پکڑو اور قتل کرو ۱۶۳؎، اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست اور مددگار نہ بناؤ۔

اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ
اَوْ جَاۗءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا
قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَاۗءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ
اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا
جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا ﴿۹۰﴾

۹۰ سوائے ان کے جو کسی ایسی قوم سے جا ملیں جسکے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے اسی طرح وہ لوگ بھی اس سے مستثنیٰ ہیں جو تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ لڑائی سے دل برداشتہ ہوں نہ تم سے لڑنا چاہیں اور نہ اپنی قوم سے ۱۶۴؎۔ اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا کہ تم سے لڑے بغیر نہ رہتے ۱۶۵؎، لہٰذا اگر وہ تم سے کنارہ کش رہیں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح و آشتی کیلئے بڑھیں تو اللہ نے تمہارے لئے ان کے خلاف اقدام کرنے کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔

سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا
قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ
وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ
وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ
سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۹۱﴾

۹۱ دوسرے کچھ ایسے لوگ بھی تمہیں ملیں گے جو چاہتے ہیں کہ تم سے بھی بچکر رہیں اور اپنی قوم سے بھی۔ (لیکن ان کا حال یہ ہے کہ) جب کبھی فتنہ کی طرف پھیر دئے جائیں ۱۶۶؎ اس میں گر پڑیں، اگر یہ تم سے کنارہ کش نہ رہیں اور تمہاری طرف صلح کے لئے ہاتھ نہ بڑھائیں اور جنگ سے اپنے ہاتھ نہ روکیں تو انہیں جہاں کہیں پاؤ گرفتار کرو اور قتل کرو۔ ان لوگوں کے خلاف ہم نے تمہیں کھلا اختیار دے دیا ہے۔ ۱۶۷؎

۱۵۷۔ یعنی جو حق کی تائید و حمایت کریں گے وہ اس کا اجر پائیں گے اور جو اس کی مخالفت کریں گے وہ اس کی سزا بھگتیں گے۔

۱۵۸۔ منافقین سے اعراض کی جو ہدایت آیت ۸۱ میں دی گئی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مسلمان ان کے ساتھ اخلاق سے پیش نہ آئیں اور ان کی اصلاح کی کوشش نہ کریں۔ یہاں اسی سلسلہ میں ہدایت دی جا رہی ہے کہ جو شخص بھی اپنے کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اور تمہیں سلام کرتا ہے تم اس سے بے رخی نہ برتو بلکہ اس کے سلام کا جواب اس سے بہتر طریقہ پر دو یا کم از کم ان الفاظ ہی کو لوٹاؤ۔

اسلامی تہذیب کا ایک اہم عنصر یہ ہے کہ جب مسلمان آپس میں ملیں تو ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو السلامُ علیکم (تم پر سلام ہو) کے دعائیہ کلمات کے ساتھ سلام کرے اور اس کے جواب میں دوسرا مسلمان وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ (تم پر بھی سلام ہو) کہے، سلام کے یہ کم سے کم کلمات ہیں۔ اور اگر اس پر وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهُ (اور تم پر اللہ کی رحمت اور برکت بھی ہو) کا اضافہ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ حدیث میں یہ کلمات آئے ہیں۔

۱۵۹۔ مراد دارالحرب کے منافقین ہیں جو بظاہر اسلام قبول کر چکے تھے لیکن اصلاً انہیں دلچسپی کفر سے تھی چنانچہ وہ کافروں کے ساتھ مل کر ان کارروائیوں میں حصہ لیتے تھے جو اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کی جاتیں اور انہیں اپنا گھر اتنا عزیز تھا کہ ہجرت کر کے نبی اور اس کے ساتھیوں سے ملنے کیلئے تیار نہ تھے۔ ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے بارے میں مسلمانوں میں دو رائیں پائی جاتی تھیں۔ ایک گروہ کہتا تھا کہ ان کے ساتھ بھی کافروں جیسا معاملہ کیا جانا چاہئے لیکن دوسرا گروہ اس امید پر کہ وہ اچھے مسلمان بن جائیں گے ان کے ساتھ نرم رویہ اختیار کرنا چاہتا تھا۔ اس موقع پر قرآن نے انہیں متنبہ کیا کہ وہ خود کیا مسلمان بنیں گے الٹے وہ تمہیں کافر بنانے کی فکر میں ہیں اگر وہ اپنے ایمان میں مخلص ہیں تو ہجرت کر کے نبی اور اسکے ساتھیوں سے آملیں بصورت دیگر ان سے بھی جنگ کرنا چاہیئے۔

۱۶۰۔ یعنی اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے مصلحت پرستی اختیار کی اور کفر کی طرف قدم بڑھایا اس لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ان کو الٹے پاؤں کفر ہی کی طرف ڈھکیل دیا۔

۱۶۱۔ معلوم ہوا کہ یہاں ان لوگوں کا حکم بیان کیا گیا ہے جنھوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا تھا لیکن تھے وہ درحقیقت کافر اور اس بات کے خواہشمند تھے کہ مسلمان بھی کافر بن جائیں ان کا یہ کفر ہی تھا جو انہیں ہجرت سے روک رہا تھا کیونکہ ہجرت کے لئے زبردست قربانی کی ضرورت تھی۔

۱۶۲۔ یعنی اگر وہ ہجرت کرتے ہیں تو توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ مخلص مسلمان بنیں گے اور کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ان کی اس قربانی کو دیکھتے ہوئے انہیں مخلص مؤمن بننے کی توفیق عطا کرے واضح رہے کہ یہاں ہجرت کے ساتھ فی سبیل اللہ کی بھی قید ہے یعنی اللہ کی راہ میں ہجرت جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی ہجرت ایمان کے تحفظ اور اس کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے ہو۔ اسی صورت میں انہیں دوست بنایا جاسکتا ہے۔

۱۶۳۔ یعنی ایسی صورت میں تم انہیں دشمنوں کا ساتھی سمجھو اور جہاں پاؤ پکڑو اور قتل کرو۔ یہ حکم ان منافقین کا ہے جو کافر قوم کے ساتھ مل کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کریں۔ اوپر نوٹ ۱۵۹ میں اس کی تشریح گذر چکی ہے۔

۱۶۴۔ یہاں ان لوگوں کا حکم بیان کیا گیا ہے جو قتل کے حکم سے مستثنٰی ہیں یعنی جو منافق کسی ایسی قوم سے جاملیں جس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ ہے۔ تو معاہدہ کے احترام کی بنا پر ان منافقین سے بھی تعرض نہیں کیا جائے گا اسی طرح ان منافقین سے بھی تعرض نہیں کیا جائے گا جو غیر جانب دار رہیں یعنی نہ اپنی قوم کے ساتھ مل کر مسلمانوں سے جنگ کریں اور نہ مسلمانوں کی حمایت میں اپنی قوم سے لڑیں۔

۱۶۵۔ یعنی اگر اللہ ان کو حوصلہ دیتا تو وہ تم سے جنگ کرنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ لہٰذا ان کے موجودہ رویہ کو غنیمت سمجھو اور جب تک وہ تم سے نہ لڑیں اور تمہارے ساتھ صلح و آشتی کا رویہ اختیار کئے رہیں تم بھی ان کے خلاف اقدام نہ کرو۔

۱۶۶۔ یہاں فتنہ سے مراد جنگی کارروائیاں ہیں جو کفار مسلمانوں کے خلاف کرتے تھے۔

۱۶۷۔ یہ حکم ان لوگوں کے بارے میں ہے جو مسلمانوں کے خطرے سے بھی محفوظ رہنا چاہتے تھے اور اپنی قوم کے خطرے سے بھی لیکن جب ان کی قوم کا دباؤ پڑ جاتا یہ مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنی قوم کے ساتھ شریک ہو جاتے۔ چنانچہ قبیلہ اسد و غطفان کے لوگوں نے مدینہ آکر اسلام قبول کیا اور نبی ﷺ سے معاہدہ بھی کیا لیکن اپنی قوم میں واپس لوٹ کر قوم کے اصرار پر مسلمانوں کے خلاف جنگی اقدامات میں شریک ہو گئے ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ وہ کسی رعایت کے مستحق نہیں ہیں۔ اللہ نے تمہیں اختیار دیا ہے کہ ان کو جہاں پاؤ گرفتار کرو اور قتل کرو۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَأً ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ يَصَّدَّقُوا ۚ فَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ ۖ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٩٢﴾

۹۲ اور کسی مؤمن کا یہ کام نہیں کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے الا یہ کہ غلطی سے ایسا ہوجائے ، اور جس شخص نے کسی مؤمن کو غلطی سے قتل کردیا ہوتو اسے چاہئے کہ ایک مؤمن کو غلامی سے آزاد کرے ۱۶۸؎ اور مقتول کے وارثوں کو خون بہا دے ۱۶۹؎ الا یہ کہ وہ (خون بہا) معاف کردیں ۔لیکن اگر مقتول کسی ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مؤمن ہوتو ایک مؤمن کو غلامی سے آزاد کرنا ہوگا۔ اور اگر وہ کسی ایسی قوم سے ہو جس کے ساتھ تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو خون بہا بھی دینا ہوگا اور ایک مؤمن کو بھی غلامی سے آزاد کرنا ہوگا۔ ۱۷۰؎ جسے یہ میسر نہ ہو وہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے ۱۷۱؎ ، توبہ کا یہ طریقہ اللہ کا مقرر کیا ہوا ہے ۱۷۲؎ ، اور اللہ علیم و حکیم ہے۔

وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا ﴿٩٣﴾

۹۳ اور جس شخص نے کسی مؤمن کو قصداً قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ کا غضب ہوا اور اس کی لعنت ہوئی اور ایسے شخص کیلئے اس نے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۱۷۳؎

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَىٰ إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ ۚ كَذَٰلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿٩٤﴾

۹۴ اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں نکلو تو اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو اور جو شخص تمہیں سلام کرے اس سے محض اس بنا پر کہ دنیوی زندگی کا فائدہ مطلوب ہے یہ نہ کہو کہ تو مؤمن نہیں ہے۔ ۱۷۴؎ (تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ کے پاس بہ کثرت اموال غنیمت ہیں۔ تمہارا حال بھی تو پہلے ایسا ہی تھا لیکن اللہ نے تم پر فضل فرمایا ۱۷۵؎ لہٰذا تحقیق کرلیا کرو۔ تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ باخبر ہے۔

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ ۚ فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً ۚ وَكُلًّا وَعَدَ اللَّهُ الْحُسْنَىٰ ۚ وَفَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ عَلَى الْقَاعِدِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿٩٥﴾

۹۵ مؤمنوں میں بلا عذر بیٹھ رہنے والے اور اپنی جان و مال سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں۔ اللہ نے جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو بیٹھ رہنے والوں پر درجہ کے اعتبار سے فضیلت بخشی ہے۔ اور دونوں ہی سے اللہ نے بھلائی کا وعدہ کیا ہے ۱۷۶؎ ۔مگر مجاہدین کو بیٹھ رہنے والوں کے مقابلہ میں اجر عظیم کی فضیلت بخشی ہے۔

دَرَجَاتٍ مِنْهُ وَمَغْفِرَةً وَرَحْمَةً ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٩٦﴾

۹۶ اس کی طرف سے درجے ہیں اور مغفرت و رحمت اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

۱۶۸۔ یہ قتل خطا کا کفارہ ہے چونکہ مقتول مؤمن تھا اس لئے اس کا کفارہ یہ مقرر کیا گیا کہ ایک مؤمن غلام کو آزاد کیا جائے۔

موجودہ زمانہ میں غلامی کا رواج باقی نہیں رہا اس لئے کفارہ کی ادائیگی کی دوسری صورت اختیار کرنا ہوگی یعنی دو ماہ کے مسلسل روزے جیسا کہ اسی آیت میں آگے بیان ہوا ہے۔

۱۶۹۔ دیت (خون بہا) کی مقدار نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سو (۱۰۰) اونٹ مقرر فرمائی تھی۔

(احکام القرآن للجصاص ج ۲ ص ۲۸۳)

لہٰذا اگر نقدی کی صورت میں ادا کرنا ہو تو اس کے مساوی قیمت ادا کرنا ہوگی۔

۱۷۰۔ اس آیت میں کسی مسلمان کے غلطی سے قتل کئے جانے کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ مقتول دار الاسلام کا باشندہ ہو۔ اس صورت میں کفارہ بھی ادا کرنا ہوگا۔ اور خون بہا بھی دینا ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ مقتول دار الحرب کا باشندہ ہو اس صورت میں صرف کفارہ دینا ہوگا۔ اور تیسری صورت یہ ہے کہ مقتول معاہد قوم سے تعلق رکھتا ہو یعنی کسی ایسے دار الکفر کا باشندہ ہو جس سے مسلمانوں نے معاہدہ کر رکھا ہے اس صورت میں کفارہ بھی دینا ہوگا اور دیت بھی ادا کرنا ہوگی۔

حدیث میں آتا ہے کہ نبی ﷺ نے خالد بن ولید کو بنی خزیمہ کی طرف بھیجا انہوں نے بنی خزیمہ کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ انہوں نے اپنے قبول اسلام کا اعلان ایک ایسے لفظ سے کیا جو مبہم تھا یعنی (اسلمنا) کے بجائے (صبانا) کہا حضرت خالد نے غلط فہمی میں ان کے کچھ لوگوں کو قتل کیا۔ جب نبی ﷺ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور کہا خدایا خالد نے جو کچھ کیا اس سے میں بری ہوں۔ اس کے بعد آپؐ نے حضرت علی کو بھیج کر ان کے مقتولوں کی دیت ادا کر دی اور ان کے نقصان کی تلافی کی حتیٰ کہ ان کے کتے کی بھی قیمت ادا کر دی۔ یہ حدیث بخاری کی ہے اور اسے نقل کر کے ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے یہ حکم نکلتا ہے کہ امام یا اس کے نائب (سپہ سالار وغیرہ) سے غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا معاوضہ بیت المال سے ادا کیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۳۵)

۱۷۱۔ موجودہ زمانہ میں جب کہ غلامی کا رواج ختم ہو گیا ہے غلام کو آزاد کرنے کا بدل یہ ہوگا کہ دو ماہ کے متواتر روزے رکھے جائیں۔ متواتر کا مطلب یہ ہے کہ بلا عذر شرعی ایک روزہ بھی بیچ میں چھوڑ نہ دیا جائے۔ اور جو شخص روزے بھی نہ رکھ سکتا ہو اس کے مسئلہ کا حل علماء کا ایک گروہ یہ بتاتا ہے کہ اسے ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔ یہ بات ظہار کے کفارہ پر قیاس کر کے کہی گئی ہے۔

۱۷۲۔ یعنی یہ کفارہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ توبہ ہے تاکہ قتل کرنے والے کو اپنی غلطی کی سنگینی کا احساس ہو اور وہ ندامت اور شرمساری کے ساتھ اللہ کی طرف رجوع ہو۔

۱۷۳۔ اس آیت میں کسی مسلمان کو ناحق اور دانستہ قتل کرنے والے کے لئے پانچ وعیدیں آئیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کی سزا جہنم ہوگی دوسری یہ کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ تیسری یہ کہ اس پر اللہ کا غضب ہوگا۔ چوتھی یہ کہ اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔ اور پانچویں یہ کہ اسے بہت بڑا عذاب بھگتنا ہوگا جو اس کے لئے خاص طور سے تیار رکھا گیا ہے۔ اس سے اس گناہ کی سنگینی کا اندازہ ہوتا ہے۔ اسلام میں شرک کے بعد یہ سب سے بڑا گناہ ہے اور حدیث میں اسے کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

سباب المسلم فسوق و قتاله کفر مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ (مسلم کتاب الایمان)

لا ترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض۔

''میرے بعد کافر نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو۔ (مسلم کتاب الایمان)

۱۷۴۔ مطلب یہ ہے کہ جب کسی علاقہ پر حملہ کے لئے نکلو تو پوری تحقیق کر لو کہ مسلمان کہاں کہاں ہیں تا کہ ان پر غلطی سے حملہ نہ کر بیٹھو۔ اور اگر کوئی شخص اپنے ایمان کے اظہار کے لئے تمہیں سلام کرے تو اس کے اسلام کا انکار نہ کرو، اگر مال غنیمت کی لالچ میں اس پر حملہ کرنا چاہتے ہو تو تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے پاس مال کے بڑے ذخیرے ہیں۔ لہٰذا اجر آخرت کو مقصود بناؤ۔

اسلام میں جنگ کا مقصد محض ملک فتح کرنا نہیں ہے بلکہ حق اور عدل کا قیام ہے اس لئے اگر عین حالت جنگ میں دشمن قوم کا کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے یا السلام علیکم کہہ کر اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کرتا ہے تو باوجود اس احتمال کے کہ ممکن ہے جان بچانے کی خاطر جھوٹ بول رہا ہو اس کو قتل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ واقعی مسلمان ہو گیا ہو لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہی ہے کہ اسے قتل نہ کیا جائے۔

اس سے یہ اصولی ہدایت ملتی ہے کہ کسی کلمہ گو کی تکفیر نہیں کرنا چاہئے اور جو شخص بھی اپنے آپ کو مسلمان کہلائے اسے مسلمان تسلیم کرنا چاہئے۔ الّا یہ کہ تحقیق سے ثابت ہو جائے کہ وہ اپنے دعوے میں بالکل جھوٹا ہے۔

۱۷۵۔ یعنی اس سے پہلے تم نے بھی محض کلمہ پڑھ کر اسلام میں شمولیت اختیار کی تھی۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان میں پختگی عطا فرمائی اور تم پکے مسلمان بن گئے، اسی طرح یہ لوگ بھی اگر اپنے مسلمان ہونے کا زبانی اقرار کریں تو اسے تسلیم کرو۔

۱۷۶۔ یہ اس صورت کا ذکر ہے جب کہ جہاد کے لئے نفیر عام نہ ہوئی ہو اور کچھ لوگوں کا جہاد کرنا کفایت کرتا ہو چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چھوٹی مہم پر فوجی دستے روانہ کرتے تھے جس کو "سریہ" کہا جاتا ہے ایسے حالات میں جہاد کی حیثیت ایک درجۂ فضیلت ہی کی ہے لیکن اگر جہاد فرض عین یا نفیر عام ہو جائے تو اس صورت میں بھلائی کا وعدہ بلا عذر بیٹھ رہنے والوں کے لئے نہیں ہے۔

واضح رہے کہ جن غزوات میں خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نکل گئے تھے ان میں بلا عذر بیٹھ رہنے والوں پر قرآن میں سخت گرفت کی گئی ہے کیونکہ یہ بات ایمان کے منافی ہے کہ اللہ کا رسول اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ایک مہم پر روانہ ہو جائے اور اس کے پیرو اپنی جان بچانے کے لئے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں جب کہ ایمان کا صریح تقاضا یہ ہے کہ نبی کی جان اپنی جان سے بھی عزیز تر ہو اور واقعہ یہ ہے کہ اس موقع پر جہاد سے وہی لوگ کتراتے تھے جو منافق تھے ورنہ ہر مسلمان جانثار رسول تھا۔

جن لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم ڈھایا ہے ان کی جان جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس ملک میں بالکل بے بس تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور وہ بہت بُری جگہ ہے۔ البتہ وہ بے بس مرد، عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ (ہجرت کی کوئی) راہ پاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔ (القرآن)

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي
أَنْفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ ۖ
قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ
أَرْضُ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا ۚ فَأُولَٰئِكَ مَأْوَاهُمْ
جَهَنَّمُ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا ﴿٩٧﴾
إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ
لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا ﴿٩٨﴾
فَأُولَٰئِكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ يَعْفُوَ عَنْهُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ
عَفُوًّا غَفُورًا ﴿٩٩﴾
وَمَنْ يُهَاجِرْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يَجِدْ فِي الْأَرْضِ
مُرَاغَمًا كَثِيرًا وَسَعَةً ۚ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ
مُهَاجِرًا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ
فَقَدْ وَقَعَ أَجْرُهُ عَلَى اللَّهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٠٠﴾ ع

وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ
تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ
كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكَافِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا ﴿١٠١﴾

وَإِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَأَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلَاةَ فَلْتَقُمْ طَائِفَةٌ
مِنْهُمْ مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا أَسْلِحَتَهُمْ فَإِذَا سَجَدُوا فَلْيَكُونُوا
مِنْ وَرَائِكُمْ وَلْتَأْتِ طَائِفَةٌ أُخْرَىٰ لَمْ يُصَلُّوا فَلْيُصَلُّوا
مَعَكَ وَلْيَأْخُذُوا حِذْرَهُمْ وَأَسْلِحَتَهُمْ ۗ وَدَّ الَّذِينَ
كَفَرُوا لَوْ تَغْفُلُونَ عَنْ أَسْلِحَتِكُمْ وَأَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيلُونَ
عَلَيْكُمْ مَيْلَةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِنْ كَانَ بِكُمْ
أَذًى مِنْ مَطَرٍ أَوْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَنْ تَضَعُوا أَسْلِحَتَكُمْ ۖ وَ
خُذُوا حِذْرَكُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٠٢﴾

۹۷ جن لوگوں نے اپنے نفس پر ظلم ڈھایا ہے ان کی جان جب فرشتے قبض کرتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس ملک میں بالکل بے بس تھے۔ وہ کہتے ہیں کیا اللہ کی سرزمین وسیع نہ تھی کہ اس میں ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور وہ بہت بری جگہ ہے۔ ۱۷۷؎

۹۸ البتہ وہ بے بس مرد، عورتیں اور بچے جو نہ تو کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ (ہجرت کی کوئی) راہ پاتے ہیں۔

۹۹ ایسے لوگوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کر دے گا۔ اللہ بڑا معاف کرنے والا اور بڑا بخشنے والا ہے۔

۱۰۰ اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کرے گا وہ زمین میں بہت سے ٹھکانے اور بڑی وسعت پائے گا ۱۷۸؎ ۔اور جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسے موت آجائے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ثابت ہو گیا ۱۷۹؎۔ اللہ بہت بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

۱۰۱ اور جب تم سفر میں نکلو تو نماز میں قصر کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں، اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ کافر تمہیں تکلیف دیں گے ۱۸۰؎۔ کافر تو ہیں ہی تمہارے کھلے دشمن۔

۱۰۲ اور جب تم (اے پیغمبر!) ان (مسلمانوں) کے درمیان موجود ہو اور نماز میں ان کی امامت کر رہے ہو تو چاہئے کہ ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو جائے اور اپنے ہتھیار لئے رہے، جب وہ سجدہ کر چکے تو وہ تمہارے پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے تمہارے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے اور چاہئے کہ وہ اپنی حفاظت کا سامان اور اپنے اسلحہ لئے ہوئے ہو ۱۸۱؎ ،کافر چاہتے ہیں کہ تم اپنے اسلحہ اور سامان (جنگ) سے ذرا بھی غافل ہو تو وہ یکبارگی تم پر ٹوٹ پڑیں۔ البتہ اگر بارش کی وجہ سے تکلیف ہو یا تم بیمار ہو تو کوئی مضائقہ نہیں اگر تم اپنے ہتھیار اتار کر رکھ دو۔ پھر بھی اپنی حفاظت کا سامان لئے رہو ۱۸۲؎ یقین جانو اللہ نے کافروں کیلئے رسوا کن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۱۷۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت کر جانے کے بعد جو مسلمان مکہ اور اس کے اطراف میں رہ گئے تھے ان پر ہجرت فرض ہوگئی تھی۔ ہجرت کا یہ حکم درج ذیل وجوہ سے دیا گیا تھا:۔

(۱) مکّہ اور اس کے اطراف کے علاقہ میں جہاں مشرکین کو اقتدار حاصل تھا عقیدہ وضمیر کی آزادی حاصل نہیں تھی اس لئے جو لوگ مشرکانہ مذہب کو ترک کر کے اسلام میں داخل ہوئے تھے ان پر انسانیت سوز مظالم ڈھائے جا رہے تھے اور انہیں اس بات کے لئے مجبور کیا جا رہا تھا کہ وہ دین اسلام چھوڑ کر مشرکانہ مذہب میں واپس آجائیں۔ ان حالات میں ایمان پر قائم رہنا جان جوکھوں میں ڈالنے کے مترادف تھا۔ نتیجہ یہ کہ جن لوگوں کا ایمان ابھی پختہ نہیں ہوا تھا وہ یا تو اپنے ایمان کو چھپاتے یا مشرکانہ مذہب کے ساتھ سازگاری پیدا کرتے۔ اس طرح اسلام اور شرک اور ایمان اور کفر دونوں کو جمع کیا جاتا، ظاہر ہے کہ جس زمین میں ایمان پر قائم رہنے کی آزادی نصیب نہ ہو اس زمین کو خیر باد کہنا ایمان کا صریح تقاضہ ہے خواہ وہ مکہ کی مقدس زمین ہی کیوں نہ ہو کیونکہ ایمان اور خدا سے وفاداری خاک وخون کی وفاداریوں پر مقدم ہے۔

(۲) اللہ کے رسول کے ہجرت کر جانے کے بعد مسلمانوں کے ہجرت سے گریز کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ رسول کی محبت پر اپنے گھر بار کی محبت کو ترجیح دیتے ہیں جب رسول سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ جس چیز کو رسول نے چھوڑا اسے اہل ایمان بھی چھوڑ دیں اور رسول کی معیت، اس کی خدمت میں حاضری اور اس کی مدد کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھیں اور اپنا سب کچھ اس پر نچھاور کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

(۳) اسلام اور کفر کے درمیان جنگ برپا تھی اور اللہ کا رسول اپنے مٹھی بھر رفقاء کے ساتھ مشرکین مکہ کے چیلنج کا جواب دینے کیلئے خود میدان جہاد میں موجود ہوتا تھا۔ اسلئے اس وقت اس بات کی ضرورت تھی کہ اسلام کی طاقت ایک مرکز پر جمع ہو اور رسول کی قیادت میں دشمنان اسلام کا مقابلہ کیا جائے لیکن جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان کا وزن اسلام کے پلڑے میں پڑنے کے بجائے دشمنان اسلام کے پلڑے میں پڑ رہا تھا یہاں تک کہ بعض لوگ مشرکین کے دباؤ کی وجہ سے ان کے لشکر میں شریک ہونے کیلئے اپنے کو مجبور پاتے اور اس طرح رسول اور اس کے ساتھیوں کے مقابلہ کے لئے میدان جنگ میں آموجود ہوتے۔

یہ تھے اس وقت کے حالات جن میں مکّہ اور اس کے اطراف میں رہنے والے مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ مدینہ کو ہجرت کر جائیں اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کا مطلب یہ تھا کہ وہ اپنے ایمان کو فتنہ میں ڈالنا گوارا کرلیں لیکن اپنا گھر چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں اسی لئے اس آیت میں کسی حقیقی عذر کے بغیر ہجرت نہ کرنے کو اپنے نفس پر ظلم ڈھانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور انہیں سخت عذاب کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس سے جو اصولی ہدایت ملتی ہے وہ یہ ہے کہ جس ملک میں بھی اظہار اسلام کی آزادی نہ ہو اور جبر واستبداد کی وجہ سے ایمان ہی خطرہ میں پڑ جائے وہاں سے کسی ایسے خطۂ زمین کی طرف ہجرت کرنا ضروری ہے جہاں ایمان کی حفاظت کی جاسکتی ہو اور اسلام کے کم از کم بنیادی تقاضوں کو پورا کیا جاسکتا ہو الاّ یہ کہ ایسے حالات میں بھی آدمی ہجرت کرنے پر قادر نہ ہو۔

۱۷۸۔ قرآن کا یہ وعدہ حرف بہ حرف پورا ہوا اور مہاجرین کو مدینہ میں بڑا عمدہ ٹھکانا میسر آیا اور رفتہ رفتہ انہیں معاشی فراوانی بھی حاصل ہوگئی۔

۱۷۹۔ اس سے اس بات پر روشنی پڑتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بھی حکم کی بجا آوری کے سلسلہ میں آدمی کی نیت اور عملی قدم اٹھانے کا اعتبار ہے۔ اگر اس کام کی تکمیل سے پہلے اس کی موت واقع ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر مارا نہیں جائے گا اور وہ اس کی بخششوں اور رحمتوں کا مستحق قرار پائے گا۔

۱۸۰۔ یہ ''صلوٰۃ خوف'' کا بیان ہے یعنی حالت جنگ میں نماز ادا کرنے کا طریقہ، جس ''قصر'' سے تعبیر کیا گیا ہے اور ''قصر'' کی جو شکل نبی ﷺ کی سنت سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ ظہر، عصر اور عشاء کی فرض نمازوں کی رکعتیں چار چار کے بجائے دو دو پڑھی جاتیں رہیں مغرب اور فجر کی نمازیں تو ان میں قصر نہیں ہے، لہٰذا سفر اور حضر دونوں میں مغرب کی تین رکعتیں اور فجر کی دو رکعتیں ادا کی جائیں گی۔

قصر کا حکم اصلاً جہاد کی وجہ سے دیا گیا تھا پھر ہر طرح کے سفر کے لئے عام کر دیا گیا لیکن سفر میں بالعموم بے اطمینانی کی کیفیت ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے

حالت امن کے سفر میں قصر کی اجازت سے فائدہ اٹھانے کو جائز ٹھہراتے ہوئے فرمایا:

صدقه تصدق الله بها عليكم فَاقْبلُو اصدقته۔

''قصر کی اجازت اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے لہٰذا اس بخشش کو قبول کرو۔'' (مسلم کتاب صلوۃ المسافرین)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنت بھی ثابت ہے کہ آپؐ خوف اور امن دونوں حالتوں میں قصر فرمایا کرتے تھے۔

۱۸۱۔ یہاں حالت جنگ میں نماز با جماعت کی ادائیگی کا ایک مخصوص طریقہ بتایا گیا ہے جو نبی ﷺ کی موجودگی میں اختیار کرنا ضروری تھا کیونکہ آپؐ کی موجودگی میں جب کہ آپؐ نماز کی امامت فرما رہے ہوں مناسب یہی تھا کہ پوری فوج آپ ہی کی اقتداء میں نماز ادا کرے۔ الگ الگ امام اور الگ الگ جماعتیں نہ ہوں۔ اور صحابۂ کرام پر بھی یہ بات شاق تھی کہ آپؐ امامت فرمائیں اور ان میں سے کوئی شخص اس میں شرکت سے محروم رہے اس لئے آپ کی موجودگی میں صلوٰۃ خوف ادا کرنے کا مخصوص طریقہ بتایا گیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک گروہ اسلحہ کے ساتھ آپ کے پیچھے نماز کے لئے کھڑا ہو اور دوسرا گروہ حفاظت کا کام انجام دے۔ جب پہلا گروہ آپ کی اقتداء میں ایک رکعت ادا کر چکے تو دوسری رکعت بطور خود ادا کرے اور اس کے بعد پیچھے چلا جائے اور حفاظت کا کام سنبھال لے اور دوسرا گروہ اسلحہ کے ساتھ آئے اور آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہو جائے جب آپ کے ساتھ ایک رکعت ادا کر چکے تو دوسری رکعت بطور خود ادا کرے۔

اس سے نماز کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ عین میدان جنگ میں بھی اس کی ادائیگی ضروری ہے اور حقیقت یہ ہے کہ جہاد کی اصل روح نماز ہی ہے نیز اس سے نماز با جماعت کی اہمیت بھی واضح ہوتی ہے۔ حالت جنگ میں اگر جماعت سے نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو پھر فرداً فرداً ادا کرنا چاہئے۔ اگر قبلہ کی طرف رخ نہ کیا جاسکتا ہو تو جس طرف بھی رخ کیا جاسکے اور اگر رکوع اور سجدہ نہ کیا جاسکتا ہو تو اشارہ سے نماز پڑھنا چاہئے۔

اور اگر ایسی حالت ہو کہ کسی طرح بھی نماز ادا نہ کی جاسکتی ہو تو پھر قضا کرنی چاہئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقعہ پر جب کہ معرکۂ قتال گرم تھا نماز مؤخر کی اور بعد میں قضاء پڑھی۔

۱۸۲۔ یعنی اگر بارش کی وجہ سے ہتھیار اتارنا پڑے تو حفاظتی نوعیت کی چیزیں ضرور لئے رہو۔ اس زمانہ میں حفاظتی نوعیت کی چیزیں زرہ، خود، ڈھال وغیرہ تھیں اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ قرآن نے دفاع کا اہتمام کرنے پر کس قدر زور دیا ہے۔

پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے،
بیٹھے اور لیٹے ، اور جب اطمینان کی حالت میسر آئے تو پوری نماز
قائم کرو، بے شک نماز اہل ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کر دی گئی
ہے۔اور دشمنوں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ بھی
تمہاری ہی طرح تکلیف اٹھا رہے ہیں ،اور تم اللہ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو جس چیز
کی امید وہ نہیں رکھتے ۔ اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔ ہم نے یہ کتاب تم پر حق
کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ جو حق اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے
درمیان فیصلہ کرو۔ اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو۔ اور اللہ سے
مغفرت مانگو۔ بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ (القرآن)

فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَإِذَا اطْمَأْنَنْتُمْ فَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾

۱۰۳ پھر جب تم نماز ادا کر چکو تو اللہ کو یاد کرو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ۱۸۳؎، اور جب اطمینان کی حالت میسر آئے تو پوری نماز قائم کرو ۱۸۴؎، بے شک نماز اہل ایمان پر وقت کی پابندی کے ساتھ فرض کر دی گئی ہے۔ ۱۸۵؎

وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۖ إِنْ تَكُوْنُوْا تَأْلَمُوْنَ فَإِنَّهُمْ يَأْلَمُوْنَ كَمَا تَأْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾

۱۰۴ اور دشمنوں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ بھی تمہاری ہی طرح تکلیف اٹھا رہے ہیں، اور تم اللہ سے اس چیز کی امید رکھتے ہو ۱۸۶؎ جس چیز کی امید وہ نہیں رکھتے۔ اللہ علم والا بھی ہے اور حکمت والا بھی۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا أَرٰىكَ اللّٰهُ ۚ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾

۱۰۵ ہم نے یہ کتاب تم پر حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ جو حق اللہ نے تمہیں دکھایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو۔ اور خیانت کرنے والوں کے حمایتی نہ بنو ۱۸۷؎۔

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۖ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾

۱۰۶ اور اللہ سے مغفرت مانگو۔ بلاشبہ اللہ بخشنے والا رحم فرمانیوالا ہے۔

وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ أَنْفُسَهُمْ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا أَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾

۱۰۷ ان لوگوں کی وکالت نہ کرو جو اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں۔ اللہ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا جو بددیانت اور معصیت کیش ہوں۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ إِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿۱۰۸﴾

۱۰۸ یہ لوگوں سے چھپتے ہیں لیکن اللہ سے نہیں چھپ سکتے۔ وہ اس وقت بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ وہ رات کو اس کی مرضی کے خلاف مشورے کر رہے ہوتے ہیں ۱۸۸؎۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اس کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

هٰأَنْتُمْ هٰؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ أَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿۱۰۹﴾

۱۰۹ دیکھو یہ تم ہو کہ دنیا کی زندگی میں تم نے ان کی طرف سے جھگڑا کر لیا، لیکن قیامت کے دن کون ہوگا جو ان کی طرف سے اللہ سے جھگڑا کرے گا یا کون ان کا ذمہ دار بنے گا؟ ۱۸۹؎

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۱۰﴾

۱۱۰ جو شخص کسی برائی کا مرتکب ہو یا اپنے نفس پر ظلم کرے اور پھر اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بخشنے والا رحم کرنے والا پائے گا۔ ۱۹۰؎

وَمَنْ يَّكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱۱﴾

۱۱۱ اور جو شخص بھی برائی کماتا ہے اس کی کمائی کا وبال اسی پر ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور حکمت رکھنے والا ہے۔

وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً أَوْ إِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّإِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۲﴾

۱۱۲ اور جس شخص نے کسی گناہ یا جرم کا ارتکاب کر کے اس کا الزام کسی بے گناہ کے سر تھوپ دیا تو اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر لے لیا۔ ۱۹۱؎

۱۸۳۔ یعنی اللہ کو ہر حال میں یاد کرو، اللہ کو یاد کرنے سے حوصلے بلند ہوتے ہیں لہٰذا میدان جنگ میں بھی ذکر الٰہی سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔

۱۸۴۔ یعنی جب خوف کی حالت دور ہو اور اطمینان کی صورت پیدا ہو جائے تو معمول کے مطابق پوری نماز ادا کرو۔

۱۸۵۔ اس سے واضح ہوا کہ نماز کے اوقات مقرر ہیں جن کی پابندی اہل ایمان پر فرض ہے رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء ان نمازوں کے اوقات کی تفصیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔

۱۸۶۔ یعنی تم اللہ سے اس کی نصرت اور آخرت کی کامیابی کی امید رکھتے ہو اس لئے تمہارے حوصلے بلند ہونے چاہئیں اور تمہیں صبر سے کام لینا چاہئے۔

۱۸۷۔ اس آیت میں خیانت سے مراد اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بے وفائی ہے، جو لوگ اپنے ایمان میں مخلص نہیں تھے وہ ایک نہ ایک حرکت ایسی کرتے جس سے دین کو نقصان پہنچتا اور خدا اور رسول کے تعلق سے ان کی غلط ذہنیت کا اظہار ہوتا۔ لیکن چونکہ یہ لوگ مسلمان کہلانے کی بنا پر مسلم معاشرے کا جزء بن گئے تھے اور مسلمانوں کی ان سے رشتہ داریاں بھی تھیں، اس لئے جب ان کی غلط حرکتوں پر گرفت کی جاتی تو بعض مسلمان ان کی حمایت کرنے لگتے یہاں اسی بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ بدعہدی کرنے والوں کی حمایت کرنا صحیح نہیں۔

کسی کے برسر حق ہونے یا برسر باطل ہونے کا فیصلہ کتاب الٰہی کی روشنی ہی میں ہونا چاہئے اور بے لاگ ہونا چاہئے۔

آیت میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن دراصل تنبیہ آپ کے واسطہ سے ان مسلمانوں کو ہے جو منافقین کی حمایت کرتے تھے۔

۱۸۸۔ اشارہ ہے منافقین کی خفیہ مجلسوں اور سازشوں کی طرف۔

۱۸۹۔ یعنی قیامت کے دن ہر شخص صرف اپنے کئے کا ذمہ دار ہوگا اور دوسروں کے گناہوں کا بوجھ قبول کرنے والا نہیں پھر تم دنیا میں نام نہاد مسلمانوں کی بیجا حمایت کر کے کیا حاصل کرو گے؟

۱۹۰۔ جو لوگ اپنے ایمان میں مخلص نہیں تھے اور اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت کے خلاف درپردہ سازشیں کر رہے تھے، انھیں توجہ دلائی گئی ہے کہ اگر اب بھی وہ اپنی گذشتہ حرکتوں پر نادم ہو کر اللہ سے معافی مانگیں اور اللہ سے وفاداری کا تعلق جوڑیں تو اللہ کی بخشش و رحمت کے مستحق ہو سکتے ہیں۔

۱۹۱۔ اشارہ ہے منافقین کی اس حرکت کی طرف کہ جب ان کی کوئی سازش پکڑی جاتی یا ان کا کوئی گناہ ظاہر ہو جاتا تو وہ بہانے بنا کر دوسروں کو اس کا قصوروار ٹھہرانے کی کوشش کرتے، قرآن نے اصولی طور پر واضح کیا کہ کسی بھی جرم یا گناہ کا ارتکاب بجائے خود بری بات ہے لیکن اس کا الزام کسی بے گناہ پر تھوپنا، گناہ کا بہت بڑا بوجھ اپنے سر لینا ہے کیونکہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ
اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ
شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ
مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا ﴿۱۱۳﴾

۱۱۳ اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو ان میں سے ایک گروہ نے تمہیں غلط راستہ پر ڈال دینے کا قصد کر ہی لیا تھا۔ حالانکہ یہ اپنے ہی کو غلط راستہ پر ڈال رہے ہیں یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اللہ نے تم پر کتاب و حکمت نازل فرمائی ہے اور تمہیں وہ کچھ سکھایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا۔ اللہ کا تم پر بہت بڑا فضل ہے ۱۹۲؎ ۔

لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ
مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ
ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۱۴﴾

۱۱۴ ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہوتی ۱۹۳؎ ہاں جو شخص پوشیدگی میں صدقہ یا بھلی بات یا لوگوں کے درمیان صلح صفائی کے لئے کہے تو اس میں ضرور بھلائی ہے ۱۹۴؎ ۔ اور جو کوئی اللہ کی رضا جوئی کے لئے ایسے کام کرے گا اُسے ہم اجر عظیم سے نوازیں گے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ
الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ
مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ ع

۱۱۵ اور جو شخص ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مؤمنین کی راہ کو چھوڑ کر کسی اور راہ کو اختیار کرے گا ۱۹۵؎ ۔ ہم اسے اسی راہ پر ڈال دیں گے جس کی طرف وہ پھرا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے جو بہت بری جگہ ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ
لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾

۱۱۶ اللہ اس بات کو ہرگز نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے ۱۹۶؎ ۔ اس کے سوا جو گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہے گا بخش دے گا ۱۹۷؎ ۔ اور جس نے اللہ کا شریک ٹھہرایا وہ بھٹک کر بہت دور جا پڑا۔

اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ
اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ ۙ

۱۱۷ یہ لوگ اس کو چھوڑ کر دیویوں کو پکارتے ہیں ۱۹۸؎ ، اور (حقیقت یہ ہے کہ) یہ شیطان سرکش ہی کو پکارتے ہیں۔ ۱۹۹؎

لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا
مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾ ۙ

۱۱۸ اللہ نے اس پر لعنت فرمائی ہے ۲۰۰؎ ۔ اس نے (اللہ سے) کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ لے کر رہوں گا۔ ۲۰۱؎

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ
الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ
يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ
خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ ؕ

۱۱۹ اور میں ضرور انہیں بہکاؤں گا، ان کو امیدیں دلاؤں گا ۲۰۲؎ ، انہیں حکم دوں گا تو وہ جانوروں کے کان چیریں گے ۲۰۳؎ اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی کریں گے ۲۰۴؎ اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا رفیق بنا لیا وہ صریح تباہی میں پڑ گیا۔

۱۹۲؎ یہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو منافقین کے فتنوں سے تم بچ نہیں سکتے تھے وہ تمہارے خلاف برابر سازشیں کر رہے ہیں اور تمہیں غلط راستے پر ڈالنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ان کے فتنوں سے بچنے کی صورت یہ ہے کہ جس کتاب وحکمت سے اللہ تعالیٰ نے تمہیں نوازا ہے اس کی قدر کرو۔

۱۹۳؎ یعنی ان منافقین کی اکثر سرگوشیاں فتنہ وفساد کے لئے ہوتی ہیں۔

۱۹۴؎ یہ ترغیب ہے اس بات کی کہ پوشیدگی میں بھی بھلائی کی باتیں کی جائیں اور بھلائی ہی کے منصوبے بنائے جائیں۔

۱۹۵؎ مؤمنین کی راہ سے مراد سچے اہل ایمان کا طریقہ ہے۔ اس آیت کے نزول کے وقت اس کے مصداق صحابۂ کرام تھے جنہوں نے دین کی مخلصانہ پیروی کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ وہ رسول کے سچے وفادار تھے۔ اس کی مکمل اتباع کرتے اور انہیں رسول کی طرف سے جو حکم بھی ملتا اس کی تعمیل میں وہ کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے اگر چہ کہ اس کے لئے انہیں شدید خطرات مول لینا پڑتے۔ دوسری طرف منافقین کا گروہ تھا جو اپنے کو مسلمان کہلاتا تھا لیکن جس پر دین کی مخلصانہ پیروی کرنا اور رسول کی سچی وفاداری کا ثبوت دینا شاق گزر رہا تھا اس لئے وہ دین کے معاملہ میں ایسا طریقہ اختیار کرنا چاہتا تھا جو ''مطابق مصلحت'' ہو اور اسے اپنی خواہشات اپنے رجحانات، اپنے مال اور اپنی جان کی قربانی نہ دینا پڑے وہ رسمی اور بے روح دینداری کو اختیار کر کے مطمئن تھا کہ جنت میں جانے کے لئے یہ ''شارٹ کٹ'' کافی ہے۔

اس ذہنیت کے لوگ آج بھی مسلمانوں کے اندر دیکھے جا سکتے ہیں۔ زمانہ کی ''مصلحتوں'' نے انہیں اسلام میں ایک نئی راہ نکالنے پر مجبور کیا ہے اس لئے ان کی ''دینداری'' میں اور مخلص مسلمانوں کی ''دینداری'' میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ ایک کا رخ قبلہ کی طرف ہوتا ہے تو دوسرے کا اس کی مخالف سمت کو، ایک اسلام کے احکام پر خلوص کے ساتھ عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے تو دوسرا بہانے تلاش کر کے اس سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے۔ ایک دین کی روح اجاگر کرتا ہے تو دوسرا اس پر مادیت کے پردے ڈال دیتا ہے۔ ایک گروہ چاہتا ہے کہ اسلام کے معاشرتی قوانین برقرار رہیں مگر دوسرا گروہ اس کا خاتمہ چاہتا ہے۔ ایک گروہ شرعی احکام کی تطبیق پر زور دیتا ہے لیکن دوسرا گروہ اصرار کرتا ہے کہ انسان کے خود ساختہ قوانین ہی رائج ہونے چاہئیں اس طرح دونوں کے زاویۂ نگاہ، طرز عمل، اور طریقۂ جدوجہد میں مشرق اور مغرب کا فرق ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ مسلم معاشرہ میں شامل سمجھے جاتے ہیں لیکن حقیقۃً یہ دوسرا گروہ مسلمان نہیں ہوتا۔ اس قسم کے لوگ مسلمان کہلانے کے باوجود آخرت میں جہنم کے مستحق قرار پا سکتے ہیں۔

۱۹۶؎ شرک، کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورہ نساء نوٹ ۱۱۱؎۔

۱۹۷؎ یعنی شرک اللہ تعالیٰ کے ہاں ناقابل معافی گناہ ہے لہٰذا اس سے ہر حال میں لازماً بچنا چاہئے۔

۱۹۸؎ پکارنے سے مراد حاجت روائی، مشکل کشائی اور فریاد رسی کے لئے پکارنا ہے۔ مشرکین حاجت روائی کے لئے دیویوں کو پکارتے ہیں کیونکہ وہ اس خام خیالی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ خدا نے اپنے اختیارات ان میں تقسیم کر دئے ہیں اس لئے کوئی دیوی دھن دولت سے نواز سکتی ہے، تو کوئی بیمار کو اچھا کر سکتی ہے، کوئی اولاد عطاء کر سکتی ہے تو کوئی بگڑی ہوئی قسمت بنا سکتی ہے۔ قرآن بتاتا ہے اور عقل اور فطرت اس کی تائید کرتی ہے کہ اول تو دیوی دیوتاؤں کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ سارے اختیارات اور کامل اقتدار اللہ ہی کے پاس ہے اور خدائی ایک ناقابل تقسیم چیز ہے۔ اور پھر حاجت روائی کے لئے کسی کو پکارنا درحقیقت اس کو معبود بنانا ہے جب کہ واقعہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی بھی عبادت کا مستحق نہیں ہے۔

''یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مشرکین کی دیو مالا میں خواہ وہ کسی قوم وملک کے مشرکین ہوں، دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ چین، ہندوستان، عرب، مصر اور بابل نینوا وغیرہ کے مشرکانہ مذاہب کی جو تاریخ موجود ہے اس پر ایک سرسری نظر ڈال کر اس کی تصدیق کی جا سکتی ہے یہ بات بھی خاص طور پر ملحوظ رکھنے کی ہے کہ زندگی کی جو اصل ضرورتیں ہیں وہ بیشتر انھیں دیویوں سے متعلق سمجھی جاتی رہی ہیں۔ عرب جاہلیت میں بھی خدائی کے نظام پر بیشتر دیویوں

ہی کا قبضہ تھا۔ لات، منات، عُزّیٰ وغیرہ دیویوں ہی کے نام ہیں۔ یہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ فرشتوں کے بت تھے جن کے متعلق مشرکین کا عقیدہ تھا کہ یہ خدا کی لاڈلی اور چہیتی بیٹیاں ہیں جن کی بات خدا کبھی نہیں ٹالتا۔ اس وجہ سے ان کے واسطہ سے جو کچھ مانگا جائے اگر یہ راضی ہوں تو وہ مل کے رہتا ہے۔''

(تدبر قرآن ج ۲ ص ۱۶۰)

واضح رہے کی شرک صرف مشرکین (بت پرستوں) ہی میں نہیں تھا بلکہ اہل کتاب نے بھی مشرک قوموں سے متاثر ہو کر مشرکانہ طریقے اختیار کر لئے تھے۔

۱۹۹۔ دیوی دیوتاؤں کا تصور دراصل شیطان کا فریب ہے اور ان کی پرستش کرنے کا حکم بھی شیطان ہی دیتا ہے اس لئے جو لوگ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے شرک میں مبتلا ہوتے ہیں وہ درحقیقت شیطان ہی کے پرستار ہیں۔

۲۰۰۔ شیطان پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے اس لئے وہ خیر سے یکسر محروم اور سرتاپا شر ہے لہٰذا جو خیالات بھی وہ انسان کے ذہن میں ڈالے گا وہ گمراہ کن ہی ہونگے۔ اس حقیقت کے پیش نظر انسان کو چاہئے کہ وہ شیطان سے چوکنا رہے اور ذہن میں پیدا ہونے والے فاسد خیالات کا کوئی اثر قبول نہ کرے۔

۲۰۱۔ یہ ابلیس کا قول ہے جو شیطانوں کا سردار ہے۔ اس نے یہ بات اللہ تعالیٰ سے اس وقت کہی تھی جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے زمین کی خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھا تھا۔ ابلیس کو انسان سے حسد تھا اور اس نے قیامت تک کے لئے زندہ رہنے کی مہلت اللہ تعالیٰ سے حاصل کر لی تھی اس لئے اس نے اپنے منصوبے کا اعلان کر دیا کہ وہ بندگان خدا کی ایک بڑی تعداد پر اپنا تسلط جمائے گا۔

شیطان بجائے خود ایک بے بس مخلوق ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس دنیا میں جسے اس نے آزمائش ہی کی غرض سے بنایا ہے گمراہ کرنے کی صلاحیت بخشی ہے اس لئے اس نے دعویٰ کے ساتھ کہا کہ میں خدا کے بندوں کی ایک تعداد کو گمراہ کر کے رہوں گا اس سے یہ غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ شیطان نے یہ چیلنج خدا کی خدائی کے مقابلہ میں کیا تھا بلکہ جب اس پر خدا نے اپنا منصوبہ ظاہر کر دیا اور اسے معلوم ہو گیا کہ انسان کو بہکانے کا سامان کرنے کا اختیار اسے مل گیا ہے تو اس نے اپنا منصوبہ پیش کر دیا کہ وہ ایک بڑی تعداد کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگا۔

واضح رہے کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار نہیں دیا ہے کہ وہ انسان کو زبردستی غلط راستہ پر ڈال دے بلکہ اسے غلط راستہ کی طرف بلانے، گناہ کی ترغیب دینے اور برائی کو خوشنما بنا کر پیش کرنے کا اختیار دیا ہے تاکہ خیر و شر کے معاملہ میں انسان کی آزمائش ہو۔

۲۰۲۔ شیطان کی یہ پوری کوشش ہوتی ہے کہ انسان دین کے معاملہ میں حقیقت پسند نہ بنے اس لئے وہ دین کی بنیادی باتوں کے سلسلہ میں غلط توجیہات میں الجھا کر اسے کامیابی کے سبز باغ دکھانے لگتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ صریح شرک میں مبتلا ہونے کے باوجود خدا سے انعام کی امید رکھتے ہیں اور مسلمانوں میں بھی ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو دین میں بدعات و خرافات پیدا کر کے اس کی جڑ پر کلہاڑا چلاتے ہیں اور اپنی ان ''خدمات'' پر اللہ سے ثواب کی امید رکھتے ہیں۔

۲۰۳۔ مشرکین جانوروں کے کان نذر کی علامت کے طور پر چیرتے تھے اور انھیں اپنے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔

۲۰۴۔ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت میں تبدیلی کی ایک شکل تو وہ ہے جو اوپر بیان ہوئی یعنی جانوروں کے کان چیرنا۔ اس کے علاوہ اس کی دوسری بھی بہت سی شکلیں ہوسکتی ہیں مثلاً تحدید نسل کیلئے نسبندی، نزاکت پیدا کرنے کیلئے پنڈلیوں وغیرہ کو کاٹنا، خصی کرنا، جنس تبدیل کرنا، مرد کا عورت نما اور عورت کا مرد نما بننا وغیرہ۔

اصل میں اللہ تعالیٰ نے جس ساخت پر انسان کو پیدا فرمایا ہے اس میں وہ کسی قسم کے رد و بدل کا مجاز نہیں ہے الا یہ کہ شارع نے خود اس کی اجازت دی ہو مثلاً ختنہ کرنا، ناخن ترشوانا، بغل کے بال مونڈنا وغیرہ جو درحقیقت فطرت ہی کے تقاضے ہیں یا پھر انسانی عضو میں کسی قسم کی کاٹ چھانٹ کرنے کے لئے شدید مجبوری لاحق ہو جیسا کہ بعض حالات میں آپریشن کر کے ہاتھ پاؤں بھی کاٹ ڈالنا پڑتے ہیں ان استثنائی صورتوں کو چھوڑ کر مشرکانہ مقاصد کے لئے یا تہذیب جدید کے نام پر یا باطل نظریات کے زیر اثر خدا کی بنائی ہوئی ساخت میں کسی قسم کی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ ہم اپنا وہ ماڈل (Model) پسند نہیں کرتے جو ہمارے خالق نے بنایا ہے بلکہ چاہتے ہیں کہ اپنی پسند کے موڈل میں ڈھل جائیں ظاہر ہے یہ فطرت سے جنگ کرنے کے ہم معنیٰ اور شیطان کی تحریک کا نتیجہ ہے۔

وہ ان سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے۔اور شیطان کے وعدے تو
سراسر فریب ہیں۔ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ اس سے نکل بھاگنے کی
کوئی صورت نہ پائیں گے۔اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کو ہم
ایسے باغوں میں داخل کریں گے جس کے نیچے نہریں رواں ہونگی وہ وہاں
ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔اللہ کا وعدہ حق ہے۔اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات
میں سچا ہوسکتا ہے۔(القرآن)

يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۖ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَٰنُ إِلَّا غُرُورًا ﴿١٢٠﴾

۱۲۰ وہ ان سے وعدے کرتا اور امیدیں دلاتا ہے۔اور شیطان کے وعدے تو سراسر فریب ہیں۔

أُولَٰٓئِكَ مَأْوَىٰهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا ﴿١٢١﴾

۱۲۱ ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ اس سے نکل بھاگنے کی کوئی صورت نہ پائیں گے۔

وَالَّذِينَ ءَامَنُوا وَعَمِلُوا الصَّٰلِحَٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ وَعْدَ اللَّهِ حَقًّا ۚ وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا ﴿١٢٢﴾

۱۲۲ اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کو ہم ایسے باغوں میں داخل کریں گے جس کے نیچے نہریں رواں ہونگی وہ وہاں ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ حق ہے۔اور اللہ سے بڑھ کر کون اپنی بات میں سچا ہوسکتا ہے۔

لَّيْسَ بِأَمَانِيِّكُمْ وَلَا أَمَانِيِّ أَهْلِ الْكِتَٰبِ ۗ مَن يَعْمَلْ سُوٓءًا يُجْزَ بِهِۦ وَلَا يَجِدْ لَهُۥ مِن دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ﴿١٢٣﴾

۱۲۳ (نجات) نہ تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہل کتاب کی آرزوؤں پر۔ جو کوئی برائی کرے گا اس کا بدلہ پائے گا ۲۰۵؎ اور پھر اللہ کے مقابلہ میں نہ اسے کوئی حامی ملے گا اور نہ مددگار۔

وَمَن يَعْمَلْ مِنَ الصَّٰلِحَٰتِ مِن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰٓئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُونَ نَقِيرًا ﴿١٢٤﴾

۱۲۴ اور جو نیک عمل کرے گا خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ ہو وہ مؤمن تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرا بھی حق تلفی نہ ہوگی۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُۥ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَٰهِيمَ حَنِيفًا ۗ وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَٰهِيمَ خَلِيلًا ﴿١٢٥﴾

۱۲۵ اور دین کے معاملہ میں اس سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے جس نے اپنے کو اللہ کے حوالہ کر دیا اور وہ نیکو کار بھی ہے اور اس نے ابراہیم کے طریقے کی پیروی کی جو راست رو تھا۔ اور اللہ نے ابراہیم کو اپنا مخلص دوست بنایا تھا۔۲۰۶؎

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيطًا ﴿١٢٦﴾

۱۲۶ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔۲۰۷؎

وَيَسْتَفْتُونَكَ فِي النِّسَآءِ ۖ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ وَمَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَٰبِ فِي يَتَٰمَى النِّسَآءِ الَّٰتِي لَا تُؤْتُونَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُونَ أَن تَنكِحُوهُنَّ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الْوِلْدَٰنِ وَأَن تَقُومُوا لِلْيَتَٰمَىٰ بِالْقِسْطِ ۚ وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِهِۦ عَلِيمًا ﴿١٢٧﴾

۱۲۷ لوگ تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں ۲۰۸؎ کہو اللہ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے نیز (ان احکام کی یاد دہانی کراتا ہے) جو تمہیں کتاب میں یتیم لڑکیوں کے بارے میں سنائے جارہے ہیں ۲۰۹؎ وہ یتیم لڑکیاں جنہیں تم ان کا مقررہ حق نہیں دیتے اور چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کرلو ۲۱۰؎ اسی طرح بے سہارا بچوں کے بارے میں جو احکام دئے گئے ہیں ۲۱۱؎ (ان کی بھی یاد دہانی کراتا ہے) نیز اس حکم کی بھی کہ یتیموں کے ساتھ انصاف کرو ۲۱۲؎ ۔اور جو بھلائی بھی تم کرو گے اللہ اس کو جانتا ہے۔

۲۰۵؎ یعنی آخرت میں جہنم سے نجات باطل آرزوؤں اور جھوٹی امیدوں میں مگن رہنے سے نہیں ملے گی بلکہ وہاں جزائے عمل کا قانون حرکت میں آئے گا۔ دنیا میں ہر مذہب کے لوگ اپنے اپنے مذہب سے رسمی وابستگی کو اپنی نجات (مکتی) کے لئے کافی خیال کرتے ہیں اور خوش گمانی میں مبتلا رہتے ہیں کہ ہم فلاں اور فلاں مذہبی پیشواؤں کے نام لیوا ہیں اس لئے ہمارا بیڑا پار ہے۔ مسلمان بھی اسی طرح کی خوش اعتقادی میں مبتلا ہو گئے ہیں لیکن قرآن متنبہ کرتا ہے کہ آرزوؤں اور تمناؤں سے کچھ بننے والا نہیں۔ آخرت میں جس بنیاد پر فیصلہ ہوگا وہ انسان کا اپنا ایمان اور عمل صالح ہے۔ لہٰذا جس کسی کا عمل برا ہوگا وہ اس کی سزا ضرور پائے گا خواہ وہ اپنے کو کسی مذہب کی طرف منسوب کرتا رہا ہو۔

۲۰۶؎ اللہ کا مخلص دوست۔ یہ بہت بڑا اعزاز ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو عطا فرمایا۔ بائبل سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

''اے یعقوب جس کو میں نے پسند کیا جو میرے دوست ابرہام کی نسل سے ہے'' (یسعیاہ ۴۱: ۸)

۲۰۷؎ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ اللہ کا اقتدار بھی ہمہ گیر ہے اور علم بھی ہمہ گیر۔

۲۰۸؎ سورہ کے آغاز میں عدل کی شرط کے ساتھ تعدد ازواج کی جو اجازت دی گئی ہے اس کے سلسلہ میں بعض سوالات پیدا ہو گئے تھے جن کا جواب یہاں دیا گیا ہے۔ یہ جواب آگے آیت ۱۲۸؎ میں درج ہے اور اس جواب سے سوال کی نوعیت خود واضح ہو جاتی ہے۔

۲۰۹؎ لوگوں کے اصل سوال کا جواب دینے سے قبل ان احکام کی یاد دہانی کرائی گئی ہے جن میں یتیموں کے حقوق اور خاص طور سے یتیم لڑکیوں کے ساتھ انصاف کرنے کی ہدایت کی گئی ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کے نزدیک یتیموں کے حقوق کی کیا اہمیت ہے اور ان کی ادائیگی کی کتنی سخت تاکید کی گئی ہے۔

۲۱۰؎ اشارہ ہے آیت ۳؎ کی طرف جس میں فرمایا گیا تھا کہ ''اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم یتیموں کے ساتھ انصاف نہ کرسکو گے تو جو عورتیں تمہارے لئے جائز ہیں ان میں سے دو دو تین تین اور چار چار سے نکاح کرلو۔''

یہاں واضح فرمایا کہ ''وہ یتیم لڑکیاں جنہیں تم ان کا مقررہ حق نہیں دیتے اور چاہتے ہو کہ ان سے نکاح کرلو۔'' اس سے معلوم ہوا کہ آیت ۳؎ میں یتیموں سے مراد یتیم لڑکیاں ہیں اور ان کے ساتھ انصاف نہ کرنے سے مراد ان کا حق ادا نہ کرنا ہے۔ اس مقررہ حق میں ان کا حق وراثت (ان کے باپ کی چھوڑی ہوئی دولت) بھی شامل ہے اور یہ بات بھی شامل ہے کہ اگر کسی نے ایک بیوی کے ہوتے ہوئے یتیم لڑکی سے شادی کرلی تو اسے اس کے ساتھ بھی برابری کا سلوک کرنا ہوگا۔

آیت کا خطاب گو عام ہے لیکن یہاں خاص طور سے یتیم بچیوں کے سرپرست مراد ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو یتیم بچیاں مالدار ہونے کے ساتھ خوبصورت بھی ہوتیں، ان سے ان کے سرپرست خود نکاح کرلیتے اور ان کے مال پر قابض ہو جاتے ان کا نکاح دوسری جگہ کرنے سے اس لئے کتراتے کہ ان کا حق وراثت ادا نہ کرنا پڑے۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۵۶۱)

اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ قرآن یتیم لڑکیوں کے ساتھ نکاح کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ یتیم لڑکی کو رفیقہ حیات بنالینا بجائے خود نیکی کا کام ہے لیکن جب یہ کام کسی کا مال ہڑپ کرنے کی غرض سے کیا جائے یا ایک بیوی کی موجودگی میں کسی یتیم لڑکی سے اسے بے وقعت سمجھ کر شادی کرلی جائے اور عدل و قسط کے تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر تعدد ازواج کے قانون سے فائدہ اٹھایا جائے تو پھر یہ کام نیکی کا نہیں رہتا۔

اس سے اس بات پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ اسلام میں اصل اہمیت فرد کے اخلاقی رویہ کی ہے اس لئے اسی پہلو سے سوچنا چاہئے نہ کہ محض ''مسائل کو حل کرنے'' کے پہلو سے۔

۲۱۱؎ اشارہ ہے ان احکام کی طرف جو سورہ کے آغاز میں نادانوں کو ان کا مال حوالہ کرنے نیز بچوں کے حق وراثت کے سلسلہ میں دئے گئے ہیں۔

۲۱۲؎ اشارہ ہے ان احکام کی طرف جو اس سورہ کی ابتدائی آیات میں یتیموں سے متعلق دئے گئے ہیں۔

وَإِنِ امْرَأَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوزًا أَوْ إِعْرَاضًا فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يُصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۚ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۗ
وَأُحْضِرَتِ الْأَنْفُسُ الشُّحَّ ۚ وَإِنْ تُحْسِنُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ
كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٢٨﴾

وَلَنْ تَسْتَطِيعُوا أَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ النِّسَاءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ ۖ
فَلَا تَمِيلُوا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۚ وَإِنْ تُصْلِحُوا
وَتَتَّقُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٢٩﴾

وَإِنْ يَتَفَرَّقَا يُغْنِ اللَّهُ كُلًّا مِنْ سَعَتِهِ ۚ وَكَانَ
اللَّهُ وَاسِعًا حَكِيمًا ﴿١٣٠﴾

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَإِيَّاكُمْ أَنِ اتَّقُوا اللَّهَ ۚ وَإِنْ تَكْفُرُوا
فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ
غَنِيًّا حَمِيدًا ﴿١٣١﴾

وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ
وَكِيلًا ﴿١٣٢﴾

إِنْ يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ۚ وَكَانَ
اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾

مَنْ كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا
وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ
وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ ۚ إِنْ يَكُنْ غَنِيًّا
أَوْ فَقِيرًا فَاللَّهُ أَوْلَىٰ بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوَىٰ أَنْ تَعْدِلُوا ۚ
وَإِنْ تَلْوُوا أَوْ تُعْرِضُوا فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ﴿١٣٥﴾

١٢٨ اگر کسی عورت کو اپنے شوہر کی طرف سے زیادتی یا بے رخی کا اندیشہ ہو تو اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ دونوں باہم صلح کر لیں۔ اور صلح کرنا ہی بہتر ہے ٢١٣۔ طبیعتیں تنگ دلی کی طرف مائل ہو جاتی ہیں ٢١٤۔ لیکن اگر تم اچھا سلوک کرو ٢١٥ اور تقویٰ اختیار کرو تو یقین جانو تم جو کچھ کرو گے اللہ اس کی خبر رکھنے والا ہے۔

١٢٩ تم عورتوں کے درمیان عدل کرنا چاہو بھی تو پورا پورا عدل نہیں کر سکتے۔ مگر ایسا بھی نہیں ہونا چاہئے کہ ایک ہی کی طرف جھک پڑو اور دوسری کو اس طرح چھوڑ دو کہ گویا وہ معلق ہے۔ اور اگر تم معاملہ درست رکھو اور اللہ سے ڈرتے رہو تو اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔ ٢١٦۔

١٣٠ اور اگر دونوں ایک دوسرے سے الگ ہو ہی جائیں تو اللہ اپنی وسعت سے ہر ایک کو (دوسرے سے) بے نیاز کر دے گا ٢١٧۔ اللہ بڑی وسعت والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

١٣١ آسمانوں اور زمین کی ساری موجودات اللہ ہی کی ملک ہیں۔ تم سے پہلے جن کو کتاب دی گئی تھی انہیں بھی ہم نے یہ ہدایت کی تھی اور تمہیں بھی یہ ہدایت کرتے ہیں کہ اللہ سے ڈرتے رہو۔ اور اگر تم کفر کرو گے تو (یاد رکھو) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کے لئے ہے۔ اللہ بے نیاز اور کمالات سے متصف ہے۔

١٣٢ آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے ٢١٨۔ اور کارسازی کیلئے اللہ کافی ہے۔

١٣٣ اگر وہ چاہے تو اے لوگو تم کو ہٹا دے اور (تمہاری جگہ) دوسروں کو لے آئے۔ اللہ اس کی پوری قدرت رکھتا ہے۔

١٣٤ جو شخص دنیا کے اجر کا طالب ہو تو (اسے معلوم ہونا چاہئے کہ) اللہ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا اجر ہے ٢١٩۔ اور اللہ سب کچھ سننے والا اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

١٣٥ اے ایمان والو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ کی خاطر گواہی دینے والے بنو اگرچہ یہ گواہی خود تمہاری اپنی ذات، تمہارے والدین اور تمہارے قرابت داروں کے خلاف ہی کیوں نہ پڑتی ہو ٢٢٠، اگر کوئی امیر ہے یا غریب ہے تو اللہ کا حق ان پر سب سے زیادہ ہے ٢٢١۔ لہٰذا خواہشات کی پیروی میں عدل سے گریز نہ کرو۔ اور اگر تم نے گول مول کہا یا پہلو تہی کی تو یاد رکھو اللہ تمہاری کارروائیوں سے باخبر ہے۔ ٢٢٢۔

۲۱۳؁ یہ ہے اصل استفتاء کا جواب۔ قرآن نے تعدد ازواج کی اجازت کو عدل کی شرط کے ساتھ جو مشروط کیا ہے اس کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر کوئی شخص اپنی پہلی بیوی سے عدل کا معاملہ نہ کرے اور اس بیوی کو یہ اندیشہ محسوس ہو کہ اگر وہ اس پر زور دیتی ہے تو وہ اسے طلاق دے دیگا اور وہ نہیں چاہتی کہ وہ اسے طلاق دے تو کیا ایسی صورت میں بیوی اپنے کچھ حقوق سے دست بردار ہو کر شوہر کو اس بات پر آمادہ کرسکتی ہے کہ وہ طلاق نہ دے؟ اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب اثبات میں دیا یعنی اگر کوئی عورت یہ محسوس کرے کہ شوہر اس کے حقوق ادا کرنے کیلئے تیار نہیں ہے یا اس معاملہ میں بے پرواہ ہے اور اس پر زور دینے کی صورت میں طلاق کا اندیشہ ہے تو باہم سمجھوتہ کرلینا بہتر ہے۔ ایسی صورت میں عورت اپنے بعض حقوق سے دستبردار ہوسکتی ہے کیونکہ طلاق کے معاملہ میں مصالحت بہر حال بہتر ہے۔

۲۱۴؁ یعنی معاشرتی تعلقات کی خرابی میں تنگ دلی کو بڑا دخل ہوتا ہے اور یہ تنگ دلی مرد کی طرف سے بھی ہوسکتی ہے اور عورت کی طرف سے بھی۔ اگر دونوں وسیع القلبی کے ساتھ ایک دوسرے سے معاملہ کریں تو ایک دوسرے کے حقوق بھی ادا ہوسکتے ہیں اور گھر کی فضا بھی خوشگوار رہ سکتی ہے۔

۲۱۵؁ یہاں مرد کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ اپنی رفیق زندگی کے معاملہ میں احسان وتقویٰ کا رویہ اختیار کرے۔

۲۱۶؁ تعدد ازواج کی صورت میں عدل کو جو لازم قرار دیا گیا ہے اس کے تعلق سے یہ سوال پیدا ہوا کہ محبت ورغبت سب بیویوں کے ساتھ یکساں نہیں ہوسکتی اور نہ جسمانی تعلق سب کے ساتھ بالکل یکساں رکھا جاسکتا ہے ایسی صورت میں عدل کی شرط کو کیونکر پورا کیا جاسکتا ہے؟ اس سوال کا جواب یہاں یہ دیا گیا کہ اس حد تک یکسانیت تو یقیناً انسان کے بس کی بات نہیں کیونکہ عورتوں کے درمیان مختلف حیثیتوں سے فرق بھی ہوتا ہے مثلاً خوبصورتی، مزاج، عمر، صحت اور قابلیت وغیرہ کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فوقیت ہوتی ہے اور اس بنا پر مرد کا میلان کسی کی طرف زیادہ ہوسکتا ہے اس لئے شریعت بیویوں کے درمیان ایسی مساوات قائم کرنے کا مطالبہ نہیں کرتی جو انسان کے بس میں نہیں ہے بلکہ اس کا مطالبہ یہ ہے کہ بیویوں کے درمیان امکان بھر عدل کرو اور ایک بیوی کی طرف اس طرح جھک نہ پڑو کہ دوسری کو معلق چھوڑ دو تمہیں دونوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اگر کوئی کوتاہی ہوجائے تو اس کی اصلاح کرنا چاہئے اصلاح اور تقویٰ کی روش اختیار کرنے کے باوجود اس معاملہ میں اگر کچھ غلطیاں سرزد ہوگئیں تو اللہ سے امید رکھو کہ وہ معاف فرمائے گا۔

۲۱۷؁ یعنی اگر کوشش کے باوجود نباہ نہ ہوسکا اور زوجین کو ایک دوسرے سے علیٰحدگی ہی اختیار کرنا پڑی تو انہیں چاہئے کہ اللہ پر بھروسہ رکھیں وہ دونوں کو اپنے فضل سے مستغنی کرے گا۔

۲۱۸؁ ''آسمانوں اور زمین کی ساری چیزوں کا مالک اللہ ہی ہے'' اس کو یہاں تین مرتبہ دہرایا گیا ہے (آیت ۱۳۱؁) میں دو مرتبہ اور (آیت ۱۳۲؁ میں ایک مرتبہ) یہ محض تکرار نہیں ہے بلکہ مختلف پہلوؤں سے یہ بات ذہن نشین کرانی مقصود ہے کہ مالکِ کل تنہا وہی ہستی ہے اس لئے اسی سے امیدیں وابستہ کی جانی چاہئیں، اسی سے ڈرنا چاہئے اور اسی کو مرجع بنانا چاہئے۔ پہلی مرتبہ اس فقرہ کا ذکر اس پہلو سے ہے کہ جو ہستی آسمان وزمین کی موجودات کی مالک ہے وہ تنگ نظر اور تنگ دست نہیں ہوسکتی وہ یقیناً بڑی فراخ دست اور بڑی فیاض ہے اس لئے تم (زوجین۔ علیٰحدگی کی صورت میں) اس سے بجا طور پر یہ امید کرسکتے ہو کہ وہ تم میں سے ہر ایک کو اپنے فضل سے مستغنی کردے گا۔ دوسری مرتبہ اس کو دہرانے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ یہ جو معاشرتی ہدایات دی گئی ہیں وہ تمہاری اپنی بھلائی کے لئے ہیں۔ اس سے اللہ کا کوئی مفاد وابستہ نہیں ہے۔ اگر تم کفر بھی کرو تو اس سے اللہ تعالیٰ کا کچھ بگڑنے والا نہیں کیونکہ ساری کائنات اسی کے لئے ہے اور وہ ہر چیز سے بے نیاز اور ہر طرح کے کمالات سے متصف ہے اور تیسری مرتبہ اس کے اعادہ کا منشاء یہ ہے کہ بندے اسی پر توکل کریں۔

۲۱۹؁ یعنی اللہ کے نزدیک دنیا کے فائدے بھی ہیں اور آخرت کے بھی، اب یہ تمہارے اپنے ظرف اور حوصلہ کی بات ہے کہ تم صرف دنیا کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہو یا دنیا اور آخرت دونوں کے۔ اگر دنیا اور آخرت دونوں کے فائدے حاصل کرنا چاہتے ہو تو اللہ کی اطاعت وبندگی کی راہ اختیار کرو۔

۲۲۰؁ اس آیت میں انصاف پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے، بے لاگ انصاف کرنے اور غیر جانبدارانہ طریقہ پر بے لوث ہو کر صرف خدا کی خاطر گواہی دینے کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ عدل وقسط اور شہادتِ حق کا وہ اعلیٰ معیار ہے جس پر اللہ تعالیٰ اہل ایمان کو دیکھنا چاہتا ہے۔

بقیہ صفحہ ۲۶۷ پر

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ ءَامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِى نَزَّلَ
عَلَىٰ رَسُولِهِۦ وَٱلْكِتَٰبِ ٱلَّذِىٓ أَنزَلَ مِن قَبْلُ ۚ وَمَن يَكْفُرْ بِٱللَّهِ
وَمَلَٰٓئِكَتِهِۦ وَكُتُبِهِۦ وَرُسُلِهِۦ وَٱلْيَوْمِ ٱلْءَاخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَٰلًۢا
بَعِيدًا ﴿١٣٦﴾

إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ثُمَّ كَفَرُوا۟ ثُمَّ ءَامَنُوا۟ ثُمَّ كَفَرُوا۟ ثُمَّ ٱزْدَادُوا۟
كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ ٱللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيلًۢا ﴿١٣٧﴾

بَشِّرِ ٱلْمُنَٰفِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣٨﴾

ٱلَّذِينَ يَتَّخِذُونَ ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ
أَيَبْتَغُونَ عِندَهُمُ ٱلْعِزَّةَ فَإِنَّ ٱلْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿١٣٩﴾

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِى ٱلْكِتَٰبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ ءَايَٰتِ ٱللَّهِ يُكْفَرُ
بِهَا وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا۟ مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا۟ فِى
حَدِيثٍ غَيْرِهِۦٓ ۚ إِنَّكُمْ إِذًا مِّثْلُهُمْ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ جَامِعُ
ٱلْمُنَٰفِقِينَ وَٱلْكَٰفِرِينَ فِى جَهَنَّمَ جَمِيعًا ﴿١٤٠﴾

ٱلَّذِينَ يَتَرَبَّصُونَ بِكُمْ فَإِن كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ ٱللَّهِ قَالُوٓا۟
أَلَمْ نَكُن مَّعَكُمْ وَإِن كَانَ لِلْكَٰفِرِينَ نَصِيبٌ قَالُوٓا۟ أَلَمْ
نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُم مِّنَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ فَٱللَّهُ يَحْكُمُ
بَيْنَكُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ ۗ وَلَن يَجْعَلَ ٱللَّهُ لِلْكَٰفِرِينَ عَلَى
ٱلْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿١٤١﴾

إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ يُخَٰدِعُونَ ٱللَّهَ وَهُوَ خَٰدِعُهُمْ وَإِذَا قَامُوٓا۟
إِلَى ٱلصَّلَوٰةِ قَامُوا۟ كُسَالَىٰ يُرَآءُونَ ٱلنَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ
ٱللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٤٢﴾

۱۳۶ اے ایمان والو! ایمان ۲۲۳؎ لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے اور اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے وہ نازل کر چکا ہے۔ اور جس نے اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور روز آخر سے کفر (انکار) کیا ۲۲۴؎ وہ بھٹک کر گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔

۱۳۷ جو لوگ ایمان لائے پھر کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے اللہ ان کو ہرگز معاف نہ کرے گا اور نہ ان کو راہ دکھائے گا۔

۱۳۸ منافقوں کو خوشخبری دے دو کہ ان کیلئے دردناک عذاب ہے۔

۱۳۹ جو مومنوں کے بجائے کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا، وہ ان کے پاس عزت کے خواہاں ہیں؟ عزت تو ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے ۲۲۵؎۔

۱۴۰ وہ اپنی کتاب میں تم پر یہ ہدایت نازل کر چکا ہے ۲۲۶؎ کہ جب تم سنو (یا دیکھو) کہ اللہ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جا رہا ہے اور ان کا مذاق اڑایا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ نہ جائیں ورنہ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ گے ۲۲۷؎۔ اللہ سب منافقوں اور کافروں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔

۱۴۱ یہ لوگ تمہارے معاملہ میں نتیجہ کے منتظر ہیں، اگر تمہیں اللہ کی طرف سے فتح نصیب ہو جائے تو کہیں گے کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟ اور اگر کافروں کا پلہ بھاری ہو جائے تو کہیں گے کیا ہم تم پر غالب نہ آ گئے تھے پھر بھی ہم نے تم کو مسلمانوں سے بچا لیا؟ تو اللہ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کر دے گا۔ اور اللہ کافروں کے لئے مومنوں پر غالب آنے کی ہرگز کوئی سبیل نہ رکھے گا۔

۱۴۲ منافقین اللہ کے ساتھ دھوکہ بازی کر رہے ہیں ۲۲۸؎ حالانکہ اللہ ہی نے انہیں دھوکے میں ڈال رکھا ہے، جب یہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو کاہلی کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں، محض لوگوں کو دکھانے کے لئے ۲۲۹؎ اور اللہ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔ ۲۳۰؎

۲۲۳۔ یہاں ایمان لانے والوں سے مراد عام مسلمان ہیں جو اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کا دین اسلام ہے خواہ وہ اپنے دین میں مخلص ہوں یا نہ ہوں۔ان سے ایمان لانے کا مطالبہ یہ معنی رکھتا ہے کہ وہ دل سے ایمان لائیں اور سچے اور پکے مؤمن بن جائیں۔

۲۲۴۔ کفر کی ایک شکل یہ ہے کہ آدمی صاف صاف انکار کردے اور دوسری شکل یہ ہے کہ زبان سے تو اقرار کرے لیکن دل سے نہ مانے۔

۲۲۵۔ معلوم ہوا کہ مؤمنوں کے مفاد کے خلاف کافروں سے دوستی گانٹھنا تاکہ کرسی اور عہدے ملیں اور لوگ عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگیں منافقانہ حرکت ہے۔کسی سچے مسلمان کا یہ کام ہو ہی نہیں سکتا کہ وہ اپنی ملّت کے ساتھ غدّاری کرے۔

قرآن کی اس واضح ہدایت کے باوجود آج مسلمانوں میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جو ملت اسلامیہ سے غداری کرکے کافروں کی طرف پینگیں بڑھاتے ہیں اور انہیں ہر قیمت پر خوش کرنے کا سامان کرتے ہیں تاکہ انہیں عزت کا مقام حاصل ہو۔کاش انہیں خبر ہوتی کہ یہ جھوٹی عزت ہے جس پر وہ ریجھ گئے ہیں۔سچی عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے اور اس کی رضامندی کے کام کرکے ہی اسے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

۲۲٦۔ اشارہ ہے سورۂ انعام آیت ٦۸ کی طرف۔

۲۲۷۔ جن مجلسوں میں اللہ کے دین اور اس کے احکام وہدایات کے خلاف کافرانہ خیالات کا اظہار کیا جاتا ہو یا ان کا مذاق اڑایا جاتا ہو ان میں شرکت غیرت ایمانی کے خلاف ہے۔

۲۲۸۔ سورہ بقرہ آیت ۹۔ میں یہ مضمون گذر چکا۔

۲۲۹۔ یعنی ان کی نماز محض دکھاوے کی ہوتی ہے۔

اس زمانہ میں اپنا شمار مسلمانوں میں کرانے کے لئے نماز باجماعت میں شرکت ضروری تھی لیکن اب انحطاط کا یہ عالم ہے کہ جو شخص سرے سے نماز ہی نہ پڑھتا ہو وہ نہ صرف مسلمان ہوسکتا ہے بلکہ مسلمانوں کا قائد اور ہیرو بھی اور مسجد میں حاضر نہ ہونے والا مسجد کا متولی بن سکتا ہے۔

۲۳۰۔ یہاں منافقین کے نماز کی تین بڑی خرابیاں بیان کی گئی ہیں۔ایک یہ کہ کاہلی کے ساتھ کھڑے ہونا۔دوسرے یہ کہ دکھاوے کی نماز پڑھنا،تیسرے یہ کہ اللہ کو برائے نام یاد کرنا،اس سے مخلص مؤمنین کی نماز کی خصوصیات آپ سے آپ واضح ہوجاتی ہے۔یعنی نماز کے لئے چستی کے ساتھ کھڑے ہونا، ریا اور نمائش سے احتراز کرتے ہوئے محض اللہ کے لئے نماز پڑھنا اور اللہ سے دل لگا کر اس کو بہ کثرت یاد کرنا۔

بقیہ صفحہ ۲٦۵ سے آگے

حقوق العباد میں سب سے بڑا حق والدین کا ہے لیکن قرآن کے نزدیک حق پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ بے لاگ انصاف کیا جائے اور گواہی کے معاملہ میں ان کی بھی رعایت نہ کی جائے اور جب والدین کی رعایت کرنا درست نہیں تو ان کے بعد جن کا درجہ ہے ان کی رعایت کیلئے کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟ بالفاظ دیگر یہ اصولی ہدایت ہر قسم کی بے جا عصبیت اور جانبداری کی جڑ کاٹ دیتی ہے اور یہ واضح کرتی ہے کہ آدمی کا مقام خواہ کتنا ہی بلند کیوں نہ ہو انصاف کے معاملہ میں سب یکساں ہیں۔

۲۲۱۔ یعنی اللہ کا حق سب سے بڑا ہے لہٰذا اللہ کے قانونِ عدل کے سامنے سب برابر ہیں۔

۲۲۲۔ یعنی مقدمہ میں گواہی صاف صاف دینا چاہیئے اور گواہی دینے سے گریز نہیں کرنا چاہیئے ورنہ اس پر خدا کے یہاں گرفت ہوگی۔

مُّذَبْذَبِينَ بَيْنَ ذَٰلِكَ لَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ وَلَآ إِلَىٰ هَٰٓؤُلَآءِ ۚ وَمَن يُضْلِلِ ٱللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُۥ سَبِيلًا ﴿۱۴۳﴾

۱۴۳ دونوں کے درمیان ڈانواں ڈول ہیں، نہ ان کی طرف ہیں اور نہ ان کی طرف۔اور جسے اللہ بھٹکائے اس کیلئے تم کوئی راہ نہیں پا سکتے۔۲۳۱؎

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ لَا تَتَّخِذُوا۟ ٱلْكَٰفِرِينَ أَوْلِيَآءَ مِن دُونِ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۚ أَتُرِيدُونَ أَن تَجْعَلُوا۟ لِلَّهِ عَلَيْكُمْ سُلْطَٰنًا مُّبِينًا ﴿۱۴۴﴾

۱۴۴ اے ایمان والو! اہل ایمان کے بجائے کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ ۲۳۲؎ کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے اوپر اللہ کی صریح حجت قائم کرلو؟

إِنَّ ٱلْمُنَٰفِقِينَ فِى ٱلدَّرْكِ ٱلْأَسْفَلِ مِنَ ٱلنَّارِ وَلَن تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿۱۴۵﴾

۱۴۵ منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے ۲۳۳؎ اور تم ان کا کوئی مددگار نہ پاؤ گے۔

إِلَّا ٱلَّذِينَ تَابُوا۟ وَأَصْلَحُوا۟ وَٱعْتَصَمُوا۟ بِٱللَّهِ وَأَخْلَصُوا۟ دِينَهُمْ لِلَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ مَعَ ٱلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَسَوْفَ يُؤْتِ ٱللَّهُ ٱلْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۴۶﴾

۱۴۶ البتہ جو لوگ توبہ کریں اور اپنی اصلاح کرلیں اور اللہ سے اپنا تعلق استوار کریں اور اپنے دین کو اللہ کے لئے خالص کردیں ۲۳۴؎ ایسے لوگ ضرور مؤمنین کے ساتھ ہونگے۔اور اللہ مؤمنوں کو ضرور اجر عظیم عطاء فرمائے گا۔

مَّا يَفْعَلُ ٱللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِن شَكَرْتُمْ وَءَامَنتُمْ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ شَاكِرًا عَلِيمًا ﴿۱۴۷﴾

۱۴۷ اگر تم شکر کرو ۲۳۵؎ اور ایمان لاؤ تو اللہ کو تمہیں عذاب دے کر کیا کرنا ہے؟ اللہ بڑا قدرداں ہے ۲۳۶؎ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

لَّا يُحِبُّ ٱللَّهُ ٱلْجَهْرَ بِٱلسُّوٓءِ مِنَ ٱلْقَوْلِ إِلَّا مَن ظُلِمَ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا ﴿۱۴۸﴾

۱۴۸ اللہ کو یہ بات پسند نہیں کہ (تم کسی) بُرائی کے لئے زبان کھولو الّا یہ کہ کسی پر ظلم ہوا ہو ۲۳۷؎ (اور وہ اس کی مذمت کرے)۔اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔۲۳۸؎

إِن تُبْدُوا۟ خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا۟ عَن سُوٓءٍ فَإِنَّ ٱللَّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا ﴿۱۴۹﴾

۱۴۹ اگر تم بھلائی کی کوئی بات ظاہر طور پر کرو یا چھپا کر کرو یا کسی برائی سے درگذر کرو تو (دیکھو) اللہ معاف کرنے والا ہے (جب کہ وہ سزا دینے پر) پوری قدرت رکھتا ہے۔۲۳۹؎

۲۳۱۔ یعنی جس نے غلط راستہ پر چلنے کا فیصلہ کیا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت کے دروازے بند ہو جاتے ہیں ایسے شخص کو راہ راست پر لگانا پھر کسی کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

۲۳۲۔ تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورۂ آل عمران نوٹ ۱۴۱۔

۲۳۳۔ تنبیہ ہے منافقین کو کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ رہیں کہ وہ چونکہ اپنے مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اس لئے وہ کافروں کے مقابلہ میں بہتر ہیں اور خدا کے ہاں ان کی کوئی قدر ہوگی۔ نہیں بلکہ وہ کافروں سے بدتر ہیں اور ان سے زیادہ سخت سزا کے مستحق ہیں اس لئے کہ دل سے یہ بھی کافر ہیں مزید برآں اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے خدا اور خلق کے ساتھ دھوکہ بازی کرتے ہیں۔

۲۳۴۔ یعنی منافقین عذاب سے اسی صورت میں بچ سکتے ہیں جب کہ وہ اپنی یہ ذہنی، فکری اور عملی اصلاح کر لیں۔

۲۳۵۔ معلوم ہوا کہ کفر اور نفاق سراسر ناشکری ہے جب کہ ایمان کی حقیقت شکر ہے۔

۲۳۶۔ لہٰذا اگر تم شکر گذار بندے بنو تو وہ تمہارے اعمال اور خدمات کی قدر کرے گا اور اس کا بھرپور صلہ دے گا۔

۲۳۷۔ یعنی مظلوم کو ظالم کے خلاف بولنے کا حق ہے۔

۲۳۸۔ یہاں ان صفات کے ذکر سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ مظلوموں کی فریاد سنتا ہے اور ان کے ساتھ جو زیادتیاں ہو رہی ہیں۔ ان کا اسے اچھی طرح علم ہے۔

جس سیاق میں یہ بات ارشاد ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ اسلام کے مخالفین اور منافقین مسلمانوں کو مشتعل کرنے اور انہیں زک پہنچانے کے درپے تھے۔

۲۳۹۔ یعنی مخالفین کی زیادتی کے باوجود اگر تم نے کھلے اور چھپے بھلائی ہی کی روش اختیار کی اور درگذر سے کام لیتے رہے تو تمہارا یہ طرز عمل اللہ کی نگاہ میں نہایت پسندیدہ ہوگا۔ کیونکہ وہ سزا دینے پر پوری طرح قادر ہونے کے باوجود اپنے بندوں سے درگذر فرماتا ہے اس لئے وہ چاہتا ہے کہ اس کی ان صفات کا اثر اس کے بندے قبول کریں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا
بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ
وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا ﴿١٥٠﴾

۱۵۰ جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں سے کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفریق کریں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم کسی کو مانتے ہیں اور کسی کو نہیں مانتے، اور چاہتے ہیں کہ اس کے بین بین کوئی راہ اختیار کریں۔

أُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا ۚ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ
عَذَابًا مُهِينًا ﴿١٥١﴾

۱۵۱ ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں ۲۴۰؎ ، اور کافروں کیلئے ہم نے رسوا کُن عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ
أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمْ أُجُورَهُمْ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١٥٢﴾

۱۵۲ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے اور اُن میں سے کسی کے درمیان تفریق نہیں کی ان کو وہ ضرور ان کا اجر دے گا۔ ۲۴۱؎ اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے ۲۴۲؎۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ ۚ
فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَىٰ أَكْبَرَ مِنْ ذَٰلِكَ
فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّاعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ
اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمُ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ
ذَٰلِكَ ۚ وَآتَيْنَا مُوسَىٰ سُلْطَانًا مُبِينًا ﴿١٥٣﴾

۱۵۳ (اے پیغمبر!) اہل کتاب تم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم ان پر آسمان سے کوئی کتاب نازل کرادو، وہ اس سے بھی بڑا مطالبہ موسیٰ سے کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ اللہ کو کھلم کھلا دکھلا دو اور ان کی ظالمانہ حرکت کی وجہ سے کڑک (بجلی) نے انہیں پکڑ لیا تھا ۲۴۳؎ پھر باوجودیکہ واضح نشانیاں ان کے پاس آچکی تھیں انہوں نے بچھڑے کو معبود بنالیا ۲۴۴؎ پھر بھی ہم نے (انکی) اس حرکت سے درگذر کیا، اور موسیٰ کو صریح حجت عطا کی۔ ۲۴۵؎

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِمِيثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا
الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا
مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ﴿١٥٤﴾

۱۵۴ اور ہم نے ان سے عہد لینے کے لئے (کوہ) طور ان پر اٹھا کھڑا کیا تھا ۲۴۶؎، اور حکم دیا تھا کہ دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے داخل ہو ۲۴۷؎ اور ہدایت کی تھی کہ سبت کے حکم کی خلاف ورزی نہ کرو ۲۴۸؎ اور ہم نے ان سے شریعت کی پابندی کا پختہ عہد لیا تھا۔

فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِيثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلِهِمُ الْأَنْبِيَاءَ
بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِهِمْ قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۚ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ
فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿١٥٥﴾

۱۵۵ لیکن ان کی عہد شکنی کی وجہ سے (ہم نے ان پر لعنت کی) ۲۴۹؎ اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اللہ کی آیات کا انکار کیا ۲۵۰؎ اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے رہے نیز کہا کہ ہمارے دل بند ہیں ۲۵۱؎ حالانکہ اللہ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر لگادی ہے جس کی وجہ سے وہ کم ہی ایمان لاتے ہیں۔

۲۴۰؎ یہ آیت صراحت کے ساتھ ان لوگوں کو کافر قرار دیتی ہے جو اللہ اور اس کے رسولوں کو مانتے ہوئے کسی ایک رسول کو نہ مانیں، کیونکہ ایمان وہی معتبر ہے جو خدا کی ہدایت کے مطابق ہو، نہ کہ اپنے من مانے طریقہ پر، لہٰذا جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان نہیں لاتا۔ اس کے کٹر کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے خواہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کو ماننے کا کتنا ہی بلند بانگ دعویٰ کرے۔

۲۴۱؎ ''ان کا اجر'' کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے ایمان و عمل کے لحاظ سے جس درجہ کے ہونگے اس درجہ کے اجر کے وہ مستحق قرار پائیں گے۔

۲۴۲؎ اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جو لوگ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائیں گے ان کے ساتھ وہ درگذر کا معاملہ کرے گا۔ اور ان پر رحم فرمائے گا۔

۲۴۳؎ جو لوگ اس قسم کے مطالبے کرتے ہیں۔ وہ دراصل اس بات کے خواہشمند ہوتے ہیں کہ حقیقت اس طرح آشکارا ہو کر ان کے سامنے آجائے کہ وہ اپنے سر کی آنکھوں سے اسے دیکھ لیں اور غیب پر ایمان لانے کا سوال باقی نہ رہے۔ ظاہر ہے ان کی یہ خواہش اور یہ مطالبہ اس حکمت کے سراسر خلاف ہے جو انسان کی تخلیق کے پیچھے کارفرما ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کا امتحان لیا جائے اور وہ اپنی عقل سے کام لے کر اور حقیقت کی طرف رہنمائی کرنے والی نشانیوں کو دیکھ کر آسمانی ہدایت کی روشنی میں غیبی حقائق پر ایمان لائے، اگر انسان حقیقت پسندی سے کام لے تو وہ اس قسم کے مطالبات کبھی نہیں کرے گا بلکہ اللہ کی اس اسکیم کو جو اس دنیا میں نافذ العمل ہے سنجیدگی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کرے گا۔

''کڑک نے پکڑ لیا تھا'' اس واقعہ کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۷۵؎۔

۲۴۴؎ بنی اسرائیل نے مصر سے نکلنے کے بعد بچھڑے کی پوجا کی تھی ان کے اسی قومی جرم کی طرف یہاں اشارہ کیا گیا ہے اور اس کی تفصیل سورہ اعراف آیت ۱۴۸۔ ۱۵۲ اور سورہ طٰہٰ آیت ۸۷۔ ۹۸ میں بیان ہوئی ہے۔

۲۴۵؎ اللہ تعالیٰ نے موسیٰؑ کو حجت قاطع عطا کی تھی۔ تاکہ وہ جو باتیں اللہ کی طرف سے پیش کریں ان کو صحیح تسلیم کرنے میں لوگوں کیلئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

فحوائے کلام سے واضح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کی شکل میں حجت قاطع عطا کی گئی ہے لہٰذا اس کو من جانب اللہ تسلیم کرنے میں خواہ وہ اہل کتاب ہوں یا غیر اہل کتاب کوئی عذر باقی نہیں رہا۔

۲۴۶؎ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۸۸؎۔

۲۴۷؎ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۸۹؎۔

۲۴۸؎ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ نوٹ ۸۹؎۔

۲۴۹؎ یہود کے جرائم بیان کرنے میں اس قدر جوش غضب کا اظہار ہوا ہے اور کلام میں ایسا زور اور شدت پیدا ہوگئی ہے کہ ان جرائم کی بنا پر جو سزا انہیں دی گئی اس کو الفاظ میں بیان کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ اسی لئے جواب یہاں محذوف ہے اسے ہم نے قوسین میں بیان کر دیا ہے۔ یعنی ان جرائم کی بنا پر اللہ کا یہود پر لعنت کرنا، گویا جوش غضب کے اظہار سے آپ سے آپ غضب ٹوٹ پڑا ہے۔

۲۵۰؎ یہاں بنی اسرائیل کے ان جرائم کی طرف اشارہ کرنے سے مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ جس قوم کی تاریخ اس قسم کے جرائم سے بھری پڑی ہو، اور جن کا قومی مزاج ہی باغیانہ بن چکا ہو وہ اگر آج تم سے یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ قرآن کو آسمان سے اترتا ہوا دکھا دو تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ ان کو نہ کوئی بات سمجھنا ہے اور نہ ایمان لانا بلکہ وہ محض بات ٹالنے کی غرض سے شرائط اور مطالبات پیش کر رہے ہیں۔

۲۵۱؎ یہود فخر کے ساتھ کہتے کہ ہمارا عقیدہ اتنا پختہ ہے کہ تمہاری بات کا کوئی اثر ہمارے دلوں پر نہ ہوگا حالانکہ حق آجانے کے بعد غلط عقائد پر جمے رہنا ہٹ دھرمی کے سوا کچھ نہیں۔

وَّبِكُفْرِهِمْ وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿۱۵۶﴾

۱۵۶ اور (وہ ملعون ہوئے) اس وجہ سے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بہت بڑا بہتان لگایا ۲۵۲؎۔

وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ
اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۭ
وَاِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ
عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿۱۵۷﴾

۱۵۷ اور ان کے اس دعوے کی وجہ سے کہ ہم نے مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول کو قتل کر دیا ۲۵۳؎۔ حالانکہ نہ تو وہ قتل کر سکے اور نہ صلیب پر چڑھا سکے ۲۵۴؎ بلکہ (صورت واقعہ) ان پر مشتبہ ہوگئی ۲۵۵؎۔ اور جن لوگوں نے اس بارے میں اختلاف کیا ۲۵۶؎ وہ شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کو اس (حقیقت حال) کا کوئی علم نہیں ہے۔ بلکہ گمان کی پیروی کر رہے ہیں ۲۵۷؎ یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا ۲۵۸؎۔

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۵۸﴾

۱۵۸ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ ۲۵۹؎ اللہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ ۲۶۰؎

وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ
وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿۱۵۹﴾

۱۵۹ اور اہل کتاب میں سے ایسا کوئی نہ ہوگا جو اس کی موت سے پہلے اس پر ایمان نہ لے آئے ۲۶۱؎۔ اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہی دے گا۔ ۲۶۲؎

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ
وَبِصَدِّهِمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَثِيْرًا ﴿۱۶۰﴾

۱۶۰ الغرض ۲۶۳؎ یہود کی ان ظالمانہ حرکتوں کی وجہ سے ہم نے کتنی ہی پاک چیزیں ان پر حرام کر دیں جو (پہلے) ان کے لئے حلال تھیں۔ اس وجہ سے بھی کہ وہ اللہ کی راہ سے بہت روکنے لگے تھے۔

وَّاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ مِنْهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۶۱﴾

۱۶۱ نیز ان کے سود لینے کی وجہ سے، حالانکہ انہیں اس سے منع کیا گیا تھا۔ ۲۶۴؎ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ لوگوں کا مال ناجائز طریقہ سے کھانے لگے۔ اور جو لوگ ان میں سے کافر ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔ ۲۶۵؎

لٰكِنِ الرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ
بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيْمِيْنَ الصَّلٰوةَ
وَالْمُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ
سَنُؤْتِيْهِمْ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۶۲﴾

۱۶۲ البتہ ان میں سے وہ لوگ جو علم میں پختہ ہیں ۲۶۶؎ اور جو مؤمن ہیں ۲۶۷؎ وہ اس (ہدایت) پر ایمان لاتے ہیں جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور اس پر جو تم سے پہلے نازل کی گئی تھی، یہ لوگ نماز قائم کرنے والے، زکوٰۃ ادا کرنے والے ۲۶۸؎ اور اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ہم ضرور اجر عظیم عطا کریں گے۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ
وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ
وَالْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَيُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ
وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۱۶۳﴾

۱۶۳ ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ۲۶۹؎ جس طرح نوح اور اس کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی، اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولاد یعقوب ۲۷۰؎، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی بھیجی تھی ۲۷۱؎۔ نیز ہم نے داؤد کو زبور عطاء کی تھی۔ ۲۷۲؎

۲۵۲۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش معجزانہ طریقہ پر بغیر باپ کے ہوئی تھی۔ اور آپ نے گہوارہ ہی میں سے خطاب کر کے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تھا اس لئے آپ کے دور میں کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ وہ آپ کی والدہ محترمہ پر اس سلسلہ میں بہتان لگاتا لیکن بعد میں یہودیوں نے جان بوجھ کر محض حق کی مخالفت کی غرض سے حضرت مریم پر گھناؤنا الزام لگایا۔

۲۵۳۔ یہود گناہ پر اتنے ڈھیٹ ہو گئے تھے کہ حضرت عیسیٰ جیسے جلیل القدر پیغمبر کے خلاف قتل کی سازش کرنے میں انھیں ذرا تامل نہ ہوا اور پھر فخر کے ساتھ دعویٰ کرنے لگے کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا۔ اگرچہ کہ ان کا یہ دعویٰ جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اس سازش کو ناکام بنا دیا۔ لیکن اس سے ان کے جرم کی سنگینی اور ان کی سنگدلی کا اندازہ ہوتا ہے۔

۲۵۴۔ یہاں سے آیت ۱۵۹ کے اخیر ''ان پر گواہی دیگا'' تک کا مضمون جملہ معترضہ کے طور پر ہے چونکہ عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کی بات چھڑ گئی اس لئے اللہ تعالیٰ نے اوپر کے سلسلۂ بیان کو روک کر حقیقت حال واضح فرما دی۔

۲۵۵۔ یہ آیت صراحت کے ساتھ یہود کے اس دعوے کی تردید کرتی ہے کہ انھوں نے حضرت مسیح کو سولی دی وہ نہ قتل کر سکے اور نہ سولی دے سکے۔ بلکہ واقعہ یہ پیش آیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحفاظت اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور آپ کے اچانک اوپر اٹھائے جانے سے حقیقت حال ان پر مشتبہ ہو گئی، انھوں نے آپ کو رسوا کرنے اور آپ کے مشن کو ناکام بنانے کے لئے سولی دئے جانے کے فرضی افسانے گڑھ لئے اور اس کا پروپگنڈا اتنے بڑے پیمانے پر کیا کہ نصاریٰ بھی اس فریب کا شکار ہو گئے۔ چنانچہ انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کو مظلوم ثابت کر دکھانے اور پھر اس پر کفارہ کے عقیدہ کی عمارت کھڑی کرنے کی غرض سے نہ صرف اسے قبول کیا بلکہ اسے بائبل میں بھی شامل کر لیا۔ حالانکہ یہ بات جہاں یہود کے لئے باعث فخر تھی وہاں نصاریٰ کے لئے باعث استخفاف تھی۔ قرآن نے قتل مسیح کی حقیقت پر سے پردہ اٹھا کر حضرت مسیح کی شان میں اضافہ ہی کیا ہے۔ رہا یہ سوال کہ اشتباہ کس طور سے پیش آیا تو اس کی صورت متعین کرنا مشکل ہے۔ اس سلسلہ میں اٹکل سے بات کرنے کے بجائے قرآن کے اجمالی بیان پر اکتفا کر لینے ہی میں سلامتی ہے۔ واضح رہے کہ اس وقت بیت المقدس پر رومیوں کی حکومت تھی اور یہودی علماء اور ان کے سرداروں نے ایک سازش کے تحت رومی حکام کو حضرت مسیح کے خلاف اکسایا تھا۔ اور انہیں گرفتار کرنے اور سولی دینے پر آمادہ کیا تھا۔ حکومت وقت کو مشتعل کرنے کے لئے انہوں نے خاص طور سے جو حربہ استعمال کیا تھا وہ ان کا یہ الزام تھا کہ حضرت مسیح یہود کا بادشاہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

۲۵۶۔ اختلاف کرنے والوں سے مراد نصاریٰ ہیں۔

۲۵۷۔ معلوم ہوا کہ جس زمانہ میں قرآن نازل ہو رہا تھا قتل مسیح کے بارے میں نصاریٰ کے درمیان شدید اختلاف پایا جاتا تھا۔ جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ حضرت مسیح کو سولی دئے جانے اور قبر سے ان کے اٹھ کھڑے ہونے کا جو قصہ بائبل میں بیان ہوا ہے ایک معمہ سا بن گیا ہے۔ بائبل کے بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ واقعہ کی حقیقی تصویر پیش کرنے سے قاصر ہے اسی بنا پر مسیحیوں نے حضرت مسیح کی موت کے بارے میں عجیب و غریب فلسفے ایجاد کئے۔ چنانچہ ایک فلسفہ (Docetism) کے نام سے مشہور ہوا جو اس بات کو تسلیم نہیں کرتا کہ حضرت عیسیٰ کا جسم مادی تھا۔ اس غیر حقیقت پسندانہ ذہنیت نے انھیں یہ باور کرایا کہ وہ خدا کے بندے نہیں بلکہ نعوذ باللہ اس کے بیٹے تھے۔ یہ سب تصورات بعد میں پیدا ہوئے چنانچہ انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجن اینڈ اتھکس میں ہے:

" One would have thought that the first and second Christian generations would at any rate have had no doubt about our Lord's real manhodd."

(Ency . of Religion & Ethics . Vol. IV P. 832)

" It was possible to show to any one who accepted the story of His life in the Gospels that He was a real man, subject to the normal conditions of human life."

(ERE Vol. IV P. 833)

اس انسائیکلوپیڈیا میں یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ باسلیق اس بات کے قائل ہیں کہ صلیب غلطی سے سائمن کو دی گئی تھی:۔

" Irenaeus says that Besilides' account of the Crucifixion was that Simon of Cyrene was crucified by mistake." (ERE Vol. IV P. 833)

رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قبر سے جی اٹھنے کا قصہ جو بائبل میں مختلف انداز سے بیان ہوا ہے تو اس کے انداز بیان ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ محض سنی سنائی باتیں ہیں جن کو جمع کر دیا گیا ہے اور جن کی حقیقت افسانہ سے زیادہ نہیں مثال کے طور پر یوحنا کی انجیل میں ہے:

''لیکن مریم باہر قبر کے پاس کھڑی روتی رہی اور جب روتے روتے قبر کی طرف جھک کر اندر نظر کی تو دو فرشتوں کو سفید پوشاک پہنے ہوئے ایک سرہانے اور دوسرے کو پیتانے بیٹھے دیکھا۔ جہاں یشوع کی لاش پڑی تھی۔ انہوں نے اس سے کہا اے عورت تو کیوں روتی ہے؟ اس نے ان سے کہا اس لئے کہ میرے خداوند کو اٹھالے گئے ہیں۔ اور معلوم نہیں کہ اسے کہاں رکھا ہے؟ یہ کہہ کر وہ پیچھے پھری اور یسوع کو کھڑے دیکھا۔ اور نہ پہچانا کہ یہ یسوع ہے۔ یسوع نے اس سے کہا اے عورت تو کیوں روتی ہے؟ کس کو ڈھونڈتی ہے؟ مریم مگدلینی نے آ کر شاگردوں کو خبر دی کہ میں نے خداوند کو دیکھا اور اس نے مجھ سے یہ باتیں کہیں۔''

(یوحنا ۲۰: ۱۱۔ ۱۸)

(واضح رہے کہ یہاں جس مریم کا ذکر ہے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ نہیں بلکہ دوسری مریم ہے) لیکن لوقا کی انجیل میں مریم کے یسوع کو قبر کے پاس کھڑے دیکھنے کا ذکر نہیں ہے بلکہ اس میں یہ قصہ اس طرح بیان ہوا ہے۔

''اور جب اس کی لاش نہ پائی تو یہ کہتی ہوئی آئیں کہ ہم نے رؤیا میں فرشتوں کو ہی دیکھا۔ انہوں نے کہا وہ زندہ ہے۔ اور بعض ہمارے ساتھیوں میں سے قبر پر گئے اور جیسا عورتوں نے کہا تھا ویسا ہی پایا مگر اس کو نہ دیکھا'' (لوقا ۲۴: ۲۳۔ ۲۴)

اس بیان کے مطابق عورتوں نے فرشتوں کو رؤیا میں دیکھا اور فرشتوں نے یہ خبر دی تھی کہ عیسیٰ زندہ ہیں۔ یعنی ان عورتوں کا عینی مشاہدہ نہ تھا۔

اسی طرح مرقس کی انجیل میں بھی اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ ان عورتوں نے یسوع کو قبر کے پاس کھڑے دیکھا۔

بلکہ یہ صراحت ہے کہ:

''اور وہ نکل کر قبر سے بھاگیں۔ کیونکہ لرزش اور ہیبت ان پر غالب آ گئی تھی اور انہوں نے کسی سے کچھ نہیں کہا کیونکہ وہ ڈرتی تھیں'' (مرقس ۱۶: ۸)

ان انجیلوں میں یہ بھی دعویٰ کیا گیا ہے کہ شاگردوں نے یسوع کو مرنے کے بعد گلیل میں دیکھا ساتھ ہی یہ اعتراف بھی موجود ہے کہ بعض نے شک کیا۔

''اور انہوں نے اسے دیکھ کر سجدہ کیا مگر بعض نے شک کیا''۔ (متی ۲۸: ۱۷)

اور مرقس کی انجیل کہتی ہے کہ:

''پھر وہ ان گیارہ کو بھی جب کھانا کھانے بیٹھے تھے دکھائی دیا اور اس نے ان کی بے اعتقادی اور سخت دلی پر ان کو ملامت کی کیونکہ جنہوں نے اس کے جی اٹھنے کے بعد اسے دیکھا تھا انہوں نے ان کا یقین نہ کیا تھا'' (مرقس ۱۶: ۱۴)

اور یوحنا کی انجیل میں ہے کہ یسوع آٹھ روز کے بعد اپنے شاگردوں کے درمیان ظاہر ہوا۔ نیز یہ بھی بیان کیا گیا ہے

''یسوع مردوں میں سے جی اٹھنے کے بعد یہ تیسری بار شاگردوں پر ظاہر ہوا'' (یوحنا ۲۱: ۱۴)

بائبل کا یہ الجھا ہوا اور غیر یقینی بیان اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضرت مسیح کے دفن ہونے اور اس کے بعد قبر سے جی اٹھنے کا قصہ خواب پریشاں سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ بیان اس قدر الجھا ہوا ہے کہ بائبل کا شارح خود تسلیم کرتا ہے کہ:

" There are however numerous critical problems about the story (see Taylor 602ff) especially when it is compared in details with the accounts in the other Gospels."
(Peak's Commentary on the Bible P. 818)

اور اس کے شارح نے انجیل مرقس کے آخری باب کے بارے میں یہاں تک لکھا ہے کہ وہ اصلاً مرقس کا حصہ نہیں ہے

" It is now generally agreed that 9-20 are not an original part of MK. They are not found in the oldest MSS and indeed were apparently not in the copies used by Mt. and LK." (Do)

اسی طرح یوحنا کی انجیل کے آخری باب (۲۱) کے بارے میں اس کا شارح لکھتا ہے کہ اس کا اضافہ انجیل کے مؤلف نے خود کیا ہے:

" It was a suppliment added by the evengelist himself ." (Do P. 867)

غرضیکہ حضرت عیسیٰ کے قبر سے جی اٹھنے کا قصہ محض افسانہ ہے۔ اور پھر یہ محض افسانہ نہیں رہا بلکہ مسیحیت کا بنیادی عقیدہ قرار پایا جس پر پورے مسیحی علم کلام کی عمارت کھڑی کر دی گئی لیکن قرآن نے اپنے اس حقیقت افروز بیان کے ذریعہ کہ حضرت مسیح کو نہ قتل کیا جا سکا اور نہ سولی دی جا سکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا۔ مسیحی علم کلام کی عمارت ڈھا دیتا ہے۔

۲۵۸۔ یعنی یہود حضرت مسیح کو ہرگز قتل نہ کر سکے۔ یہ بات شبہ سے بالاتر ہے۔

۲۵۹۔ ملاحظہ ہو سورہ آل عمران نوٹ۔ ۸۲۔

۲۶۰۔ یہاں اللہ کی ان دو صفات کے ذکر سے مقصود اس بات کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا واقعہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے۔ اور یہ اللہ کی قدرت اور اس کی حکمت کا غیر معمولی ظہور ہے۔

۲۶۱۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طبعی موت جب واقع ہوگی تو اس وقت جتنے اہل کتاب موجود ہوں گے، خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ سب ان کی رسالت پر ایمان لا چکے ہوں گے۔

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صراحۃً بتلایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کے قریب نازل ہوں گے اور اس وقت کے یہودیوں کے سب سے بڑے لیڈر اور مفسد دجال کو قتل کریں گے۔ جس کے بعد سب اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لا کر مسلمان ہو جائیں گے اور دنیا میں نہ یہودیت باقی رہے گی اور نہ نصرانیت بلکہ اسلام اور صرف اسلام ہوگا۔

نزول عیسیٰؑ کے سلسلہ میں جو احادیث صحیحہ وارد ہوئی ہیں ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:۔

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ: والذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ویفیض المال حتی لا یقبل احد حتی تکون السجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها۔ ثم یقول ابو هریرة اقرءو ان شئتم وان من اهل الکتاب الخ (بخاری کتاب احادیث الانبیاء)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابن مریم تمہارے درمیان حاکم عادل بنکر ضرور آئیں گے، پھر وہ صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سور کو قتل کریں گے۔ اور جنگ ختم کر دیں گے (اس وقت) مال کی ایسی کثرت ہوگی کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔ اس وقت (اللہ کے حضور) ایک سجدہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا اس کو روایت کرنے کے بعد ابو ہریرہؓ نے فرمایا اس کی تصدیق چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھو، وان من اہل الکتاب۔ الخ

عن النواس بن سمعان قال قال رسول الله ﷺ: فبینما هو کذلک اذ بعث الله المسیح ابن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقی دمشق مهرودتین واضعاً کفیه علی اجنحة ملکین اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه جمان کاللؤلؤ فلا یحل لکافر یجد ریح نفسه الا مات ونفسه ینتهی الیٰ حیث ینتهی طرفه فیطلبه حتی یدرکه بباب لد فیقتله۔ (مسلم۔ کتاب الفتن)

نواس بن سمعان روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس اثنا میں (کہ دجال فتنہ برپا کر رہا ہوگا) اللہ مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا۔ اور وہ

دمشق کے مشرقی حصہ میں سفید مینارے کے پاس زرد رنگ کی دو چادروں میں ملبوس دو فرشتوں کے بازوؤں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوئے نازل ہوں گے۔ جب وہ سر جھکائیں گے تو ایسا محسوس ہوگا کہ موتی کے قطرے ڈھلک رہے ہیں ان کی سانس کی ہوا جس کافر تک پہنچے گی وہ مرجائیگا اور ان کی سانس حد نظر تک پہنچے گی پھر وہ دجال کا پیچھا کریں گے اور اسے لُد کے دروازے کے پاس پکڑیں گے اور قتل کر دیں گے۔

عن مجمع بن جاریۃ الانصاری رضی اللہ عنہ قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول یقتل ابن مریم الدجال بباب لُد۔ (ترمذی ابواب الفتن)

مجمع بن جاریہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ابن مریم دجال کو لُد کے دروازے پر قتل کریں گے۔''

یہ اور اس طرح کی دوسری حدیثیں جو اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول جو آخری زمانہ میں ہوگا۔ ایک مخصوص مہم کو سر کرنے کے لئے ہوگا۔ یعنی دجال کو ہلاک کرنا، اور اس کے برپا کئے ہوئے فتنۂ عظیم کا استیصال کرنا۔ اور قرآن کی مذکورہ آیت سے مترشح ہوتا ہے کہ نزول عیسیٰ کا خاص مقصد یہ ہوگا کہ یہود کے اس دعوے کو کہ انہوں نے حضرت عیسیٰ کو قتل کیا غلط ثابت کر دکھایا جائے۔ نیز نصاریٰ کے غلط عقائد خاص طور سے ان کے خدا کا بیٹا ہونے کے عقیدہ کو باطل کر دکھایا جائے۔ اور حضرت عیسیٰ کی رسالت اور قرآن کی حقانیت کا مزید ثبوت فراہم ہو جائے نیز ان کی طبعی موت جو ابھی واقع نہیں ہوئی ہے اسی زمین پر واقع ہو جائے۔

واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسول کی حیثیت سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آچکے ہیں ۔ اور مسلمان آپ کی رسالت پر ایمان رکھتے ہیں۔ آخری زمانہ میں ان کا جو نزول ہوگا وہ کسی نئے نبی کی حیثیت سے نہیں ہوگا۔ اس لئے ان کے نزول سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ختم نبوت کے عقیدہ میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

یہ بھی واضح رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوتے ہی کوئی دعویٰ شروع نہیں کریں گے۔ بلکہ وہ کام کر دکھائیں گے جس کے لئے انہیں خاص طور سے بھیجا گیا ہوگا۔ ان کی اس مہم میں کامیابی خود بتادے گی کہ وہ عیسیٰ ابن مریم ہیں۔ اس لئے مسلمانوں کو انہیں پہچاننے میں کوئی دقت نہ ہوگی۔ اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیا جائے تو ان فتنوں سے آدمی بچ سکتا ہے جو قادیانیت وغیرہ کی شکل میں ابھرتے رہتے ہیں۔ اور اپنے مسیح ہونے کا باطل دعویٰ کر کے لوگوں کی گمراہی کا سامان کرتے رہتے ہیں۔

۲۶۲۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی عدالت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو گواہی دیں گے اس کی تفصیل سورہ مائدہ آیت ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ میں بیان ہوئی ہے۔

۲۶۳۔ جملہ معترضہ اوپر ختم ہو گیا۔ اب یہاں سے پھر وہی سلسلہ کلام شروع ہوتا ہے جو آیت ۱۵۵۔ سے چلا آرہا تھا۔

۲۶۴۔ سود کی حرمت کا حکم بائبل میں آج بھی موجود ہے۔ جس کے اقتباسات ہم سورہ بقرہ کے نوٹ ۴۵۶۔ میں نقل کر چکے ہیں۔

۲۶۵۔ یہاں تک یہود کے جرائم کا ذکر ہوا ہے، جس سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ جس قوم کا رویہ اس حد تک سرکشانہ رہا ہو وہ اگر آج قرآن پر ایمان لانے کے سلسلہ میں ہٹ دھرمی دکھا رہی ہے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ اللہ تعالیٰ انہیں خبردار کرتا ہے کہ جو لوگ بھی کفر پر جمے رہیں گے۔ ان کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲۶۶۔ مراد وہ علماء ہیں جو دین کا صحیح علم رکھتے تھے اور اس میں پختہ تھے، وہ اپنے قول وعمل اور اخلاق وکردار کے لحاظ سے عام علماء یہود سے ممتاز تھے، ان کی حق پسندی کی بنا پر انہیں قرآن پر ایمان لانے کی توفیق نصیب ہوئی۔

۲۶۷۔ مراد وہ لوگ ہیں جو اگرچہ کہ علم میں راسخ ہونے کا درجہ نہیں رکھتے تھے لیکن وہ خیر پسند اور نیک کردار تھے قرآن کی دعوت جب انہوں نے سنی تو وہ اس پر ایمان لے آئے۔

۲۶۸۔ یہود نماز اور زکوٰۃ دونوں چیزوں کو ترک کر چکے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ دین ہی کو ضائع کر بیٹھے صرف وہی لوگ دین پر قائم رہے جو نماز اور زکوٰۃ پر کاربند تھے۔ ایسے ہی لوگوں نے آگے بڑھ کر قرآن کی دعوت کو قبول کرلیا۔ گویا یہ نماز اور زکوٰۃ ہی کا فیضان تھا کہ انہیں قبول حق کی توفیق نصیب ہوئی۔ اس سے واضح ہوا کہ جہاں ان دو بنیادی ارکان کو ضائع کر دیا گیا ہو وہاں دین باقی نہیں رہتا۔

۲۶۹۔ ''وحی'' کے معنیٰ اشارہ کرنے اور دل میں کوئی بات ڈالنے کے ہیں۔ اللہ اپنا پیغام جس خفیہ طریقے سے اپنے پیغمبروں کو بھیجتا ہے اس کے لئے قرآن نے وحی کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ (مرہٹی میں اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے کوئی لفظ نہیں ہے۔ انگریزی کا لفظ Reveal بھی اس کے پورے مفہوم پر حاوی نہیں۔

۲۷۰۔ متن میں لفظ اسباط استعمال ہوا ہے جو بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کے لئے مخصوص اصطلاح ہے یہاں اس سے مراد وہ انبیاء ہیں جو ان بارہ قبیلوں میں مبعوث ہوئے تھے۔

۲۷۱۔ یہاں یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پہلے شخص نہیں جنھوں نے اللہ کی طرف سے وحی کے آنے کا دعویٰ کیا ہو۔ بلکہ آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر گذر چکے ہیں جن پر اللہ تعالیٰ اسی طرح وحی فرماتا رہا ہے جس طرح حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمارہا ہے۔ سب انبیاء علیہم السلام ایک ہی منبع ہدایت سے فیض یاب ہوتے رہے ہیں۔

۲۷۲۔ حضرت داؤد کو اللہ تعالیٰ نے جو ''زبور'' عطا کی تھی وہ اپنی اصل شکل میں آج موجود نہیں ہے۔ البتہ اس کے اجزاء اس صحیفہ میں دیکھے جا سکتے ہیں جو زبور کے نام سے بائبل میں موجود ہے۔ اس میں خدا کی حمد وثنا اور اس کی توحید کے ساتھ موعظت کی باتیں بڑے موثر انداز میں بیان ہوئی ہیں۔

وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ
نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۚ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوْسٰى تَكْلِيْمًا ﴿١٦٤﴾

١٦٤ ہم نے ان رسولوں پر بھی وحی بھیجی جن کا حال اس سے پہلے تم
سے بیان کر چکے ہیں۔ اور ان رسولوں پر بھی جن کا حال ہم نے تمہیں
نہیں سنایا ۲۷۳؎۔ اور اللہ نے موسیٰ سے کلام کیا جیسا کہ فی الواقع
کلام کیا جاتا ہے۔ ۲۷۴؎

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ
حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٦٥﴾

١٦٥ یہ سب رسول خوشخبری دینے والے اور متنبہ کرنے والے بنا کر
بھیجے گئے تھے تاکہ ان رسولوں کے آنے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ
کے حضور پیش کرنے کے لئے کوئی عذر نہ رہ جائے ۲۷۵؎۔ اللہ غالب
بھی ہے اور صاحب حکمت بھی۔

لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ وَالْمَلٰٓئِكَةُ
يَشْهَدُوْنَ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿١٦٦﴾

١٦٦ (اس کے باوجود اگر یہ جھٹلاتے ہیں تو جھٹلائیں) مگر اللہ گواہی دیتا
ہے کہ اس نے جو کچھ تم پر نازل کیا ہے اپنے علم سے نازل کیا ہے ۲۷۶؎،
اور فرشتے بھی اس کی گواہی دیتے ہیں۔ گو اللہ کی گواہی کافی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ
ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿١٦٧﴾

١٦٧ جن لوگوں نے اس سے انکار کیا اور اللہ کے راستے سے روکا وہ
گمراہی میں بہت دور نکل گئے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ
وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿١٦٨﴾

١٦٨ جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم ڈھایا اللہ انہیں ہرگز معاف نہیں
کرے گا اور نہ انہیں راہ دکھائے گا۔

اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۚ وَكَانَ ذٰلِكَ
عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿١٦٩﴾

١٦٩ بجز جہنم کی راہ کے جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اور اللہ کے
لئے ایسا کرنا بالکل آسان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا
خَيْرًا لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ ۚ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿١٧٠﴾

١٧٠ لوگو! یہ رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق
لے کر آ گیا ہے۔ ایمان لاؤ تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر کفر
کرتے ہو تو (یاد رکھو) جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا
ہے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ
اِلَّا الْحَقَّ ۚ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ
اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۖ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا
تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۚ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ۚ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ
سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى
الْاَرْضِ ۚ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾

١٧١ اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو ۲۷۷؎ اور اللہ کے
بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ ۲۷۸؎ مسیح عیسیٰ ابن مریم تو اس کے
سوا کچھ نہیں کہ اللہ کا رسول اور اس کا ایک کلمہ ہے، جس کو اللہ نے مریم کی
طرف القا کیا اور اس کی جانب سے ایک روح ہے۔ ۲۷۹؎ پس تم اللہ
اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور یہ نہ کہو کہ خدا تین ہیں ۲۸۰؎۔ باز
آجاؤ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ حقیقت اسکے سوا کچھ نہیں کہ اللہ ہی
ایک خدا ہے۔ وہ پاک ہے اس سے کہ اسکے اولاد ہو۔ آسمانوں اور زمین کی
ساری چیزیں اسی کی ہیں۔ اور ان کی خبر گیری کیلئے اللہ کافی ہے۔ ۲۸۱؎

۲۷۳۔ قرآن یہ نہیں کہتا کہ جن پیغمبروں کا ذکر اس نے ناموں کی صراحت کے ساتھ کیا ہے بس وہی پیغمبر تھے اوران کے علاوہ اور کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ اس کا کہنا یہ ہے کہ اس کے علاوہ بھی پیغمبر بھیجے گئے تھے جن کے ناموں کی صراحت نہیں کی گئی ہے تاہم سب پیغمبروں پر مجملاً ایمان لانا ضروری ہے۔

۲۷۴۔ موسیٰ علیہ السلام کے لئے وحی کا مخصوص طریقہ اختیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان سے براہ راست ہم کلام ہوتا تھا۔ بائبل میں بھی اس کا ذکر ہے:

''اور جیسے کوئی شخص اپنے دوست سے بات کرتا ہے ویسے ہی خداوند روبرو ہوکر موسیٰ سے باتیں کرتا تھا'' (خروج ۳۳:۱۱)

۲۷۵۔ یعنی ان پیغمبروں کو بھیجنے کی غرض یہ تھی کہ قیامت کے دن لوگ یہ عذر پیش نہ کرسکیں کہ ہمیں غفلت سے بیدار کرنے اور اعمال بد کے نتائج سے آگاہ کرنے کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا ورنہ ہم آخرت سے غافل اور دنیا پرستی میں مگن نہ رہتے۔

۲۷۶۔ گواہی اس بات کی کہ قرآن اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے جس میں شیاطین کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہ خالص اور بے آمیز کلام الٰہی ہے اللہ کی اس گواہی کو ہر وہ شخص سن سکتا ہے جو قرآن کو بغور پڑھے کیونکہ اس کی ایک ایک آیت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ یہ کلام الٰہی ہے مگر یہ آواز وہی لوگ سن سکتے ہیں جو گوش حقیقت نیوش رکھتے ہوں۔

۲۷۷۔ ''**غلو**'' کسی عقیدت میں یا کسی بات کی تائید وحمایت میں حد سے گذر جانے کو کہتے ہیں۔ ''دین میں غلو'' کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کی جو قدر دین میں متعین ہے اس کو بڑھا دیا جائے اور اسے جو مقام دیا گیا ہے اس سے زیادہ بلند مقام اس کے لئے تجویز کیا جائے۔ غلو کی بہت نمایاں مثال نصاریٰ کا یہ طرز عمل ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کو جو اللہ کے بندے اور رسول ہیں خدا کا بیٹا مان کر ان کی پرستش کرنے لگے۔ غلو کی مثالیں دوسرے مذاہب میں بھی بہ کثرت ملتی ہیں کسی نے رسول کو اوتار کا درجہ دے دیا تو کسی نے اپنے مذہبی پیشواؤں کو خدائی کے منصب پر بٹھا دیا۔ قرآن کے ماننے والے بھی رفتہ رفتہ غلو کا شکار ہوگئے چنانچہ کسی نے بزرگوں کے لئے پیغمبر کا درجہ تجویز کیا تو کسی نے اولیاء کو خدا کے مقام پر پہونچا دیا اور ان کے لئے غوث الاعظم اور مشکل کشا جیسے القاب تراشے حالانکہ یہ القاب خدا ہی کے لئے موزوں ہیں اور اسی کے لئے خاص ہیں۔ اسی طرح کسی نے امام کے معصوم ہونے کا عقیدہ گڑھ لیا اور کسی نے طریقت ایجاد کی اور تصور شیخ لے کر بیٹھ گیا۔ اسلام نے قبروں کو سادہ بنانے کا حکم دیا تھا لیکن غلو پسند طبیعتوں نے اپنے بزرگوں کی عالی شان درگاہیں تعمیر کر ڈالیں۔ اسلام نے سادگی اور قناعت پسندی کی تعلیم دی تھی لیکن غلو کی ذہنیت نے زہد کے روپ میں رہبانیت کو اختیار کرلیا اسی طرح جو کام مستحب تھے ان کو فرض اور واجب کے درجہ میں رکھ دیا اس کا اثر دین کے مزاج پر پڑا اور پھر نہ اسلام کی سادگی باقی رہ سکی اور نہ اس کا اعتدال۔ نتیجہ یہ کہ ملت کے اندر طرح طرح کے فتنے پیدا ہوگئے اور فرقوں نے جنم لیا، اور غلو پسند لوگوں کے ہاتھوں دین کی کوئی اینٹ بھی اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکی بلکہ دین کا پورا نظام درہم برہم ہوکر رہ گیا۔

۲۷۸۔ اگر اللہ کی طرف وہی باتیں منسوب کی جائیں جو حق ہیں تو تمام فتنوں کا سد باب ہوجاتا ہے لیکن جب اس کی طرف ایسی باتیں منسوب کی جائیں جو اس نے نہیں کہی ہیں تو غلو اور بدعت کی راہ کھل جاتی ہے اور پھر دین کا حلیہ بگڑ کر رہ جاتا ہے۔ نصاریٰ کی گمراہیوں کی اصل وجہ یہی ہے کہ انہوں نے دین میں بہت سی من گھڑت باتیں شامل کرلیں اور کسی بھی من گھڑت بات کو دین میں شامل کرنا اسے اللہ کی طرف منسوب کرنے کے ہم معنیٰ ہے کیونکہ دین عبارت ہے اس نظام عبادت اور اطاعت سے جو اللہ کا نازل کردہ ہے۔ اس میں اپنی طرف سے کسی بھی چیز کو داخل کرنا گویا اس بات کا دعویٰ کرنا ہے کہ یہ بات من جانب اللہ ہے درانحالیکہ واقعہ یہ نہیں ہے۔

مسلمانوں کے اندر بھی بہت سی گمراہیاں بدعات ہی کی راہ سے داخل ہوئیں ہیں اور انہوں نے بہت سی خرافات کو دین کا جز بنالیا ہے اس لئے آدمی جب تک صاف ذہن سے قرآن وسنت کا مطالعہ نہ کرے اس کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہے کہ اللہ کا اصل دین کیا ہے؟

۲۷۹۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تین باتیں ارشاد ہوئی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، دوسرے یہ کہ وہ اللہ کا ایک کلمہ ہیں اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ کی جانب سے ایک روح ہیں۔ اس تصریح سے مقصود حضرت عیسیٰ کے بارے میں نصاریٰ کے عقیدہ الوہیت کی تردید کرنا بقیہ ۲۸۱ صفحہ پر

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ
الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ
فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا ﴿۱۷۲﴾

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ
وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا
فَيُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّلَا يَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ
وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۷۳﴾

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَاۤ
اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾
فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ
فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ
اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ؕ ﴿۱۷۵﴾
يَسْتَفْتُوْنَكَ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ؕ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ
لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗۤ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَاۤ
اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ؕ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا
تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ
الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۷۶﴾ ع

۱۷۲ مسیح کو ہرگز اس بات سے عار نہیں کہ وہ اللہ کا بندہ ہو اور نہ مقرب فرشتوں کو اس سے عار ہے۔ اور جو کوئی اس کی بندگی کو عار سمجھے گا اور تکبر کرے گا تو وہ وقت دور نہیں جب اللہ سب کو اپنے حضور جمع کرے گا۔

۱۷۳ اس وقت وہ ان لوگوں کو جو ایمان لائے تھے اور جنہوں نے نیک عمل کئے تھے پورا پورا اجر دے گا اور اپنے فضل سے مزید عطا فرمائے گا۔ برخلاف اس کے جنہوں نے اس کی بندگی کو عار سمجھا اور تکبر کیا تھا ان کو وہ دردناک سزا دے گا، اور وہ اللہ کے مقابلہ میں کسی کو اپنا دوست یا مددگار نہ پائیں گے۔

۱۷۴ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح حجت آگئی ہے ۲۸۲ اور ہم نے تمہاری طرف نور مبین نازل کیا ہے۔ ۲۸۳

۱۷۵ تو جو لوگ اللہ پر ایمان لائیں گے اور اس کو مضبوط پکڑ لیں گے انہیں وہ اپنی رحمت اور اپنے فضل میں داخل کرے گا اور اپنی طرف راہ راست کی ہدایت بخشے گا۔ ۲۸۴

۱۷۶ وہ تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں ۲۸۵۔ کہو اللہ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے ۲۸۶۔ اگر کوئی شخص بے اولاد مر جائے اور اس کی ایک بہن ہو ۲۸۷ تو اُسے اس کے ترکہ کا نصف ملے گا، اور (اگر بہن مر جائے اور بھائی زندہ ہو تو) وہ اس بہن کا وارث ۲۸۸ ہوگا، بشرطیکہ اس بہن کے کوئی اولاد نہ ہو۔ اگر بہنیں دو ہوں تو وہ اس کے ترکہ کا دو تہائی پائیں گی ۲۸۹۔ اور اگر کئی بھائی بہن ہوں تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہوگا ۲۹۰۔ اللہ تمہارے لئے (احکام) واضح فرماتا ہے تاکہ تم بھٹک نہ جاؤ۔ اور (یاد رکھو) اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

۲۸۲۔ مراد قرآن ہے جس کا اندازِ دعوت عقلی اور استدلالی ہے اور اس لحاظ سے وہ انسانوں پر اللہ کی حجت ہے۔

۲۸۳۔ یہ قرآن کی دوسری خصوصیت ہے کہ وہ حق و باطل میں امتیاز کرتا اور زندگی بسر کرنے کی صحیح راہ دکھاتا ہے۔

۲۸۴۔ یعنی آخرت میں انہیں قرب الٰہی حاصل ہوگا جو ہدایت کی آخری منزل ہے۔ آیت کا مدعا یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پر ایمان لائیں گے اور اللہ کا دامن پکڑ لیں گے وہ اپنی آخری غایت یعنی اللہ کو پالینے میں کامیاب ہوں گے اور یہ سب سے بڑی نعمت ہے جو انہیں حاصل ہوگی۔

۲۸۵۔ سورہ کے آغاز میں وراثت کے جو احکام بیان ہوئے ہیں ان کے سلسلہ میں ایک سوال کے جواب میں یہ آیت بطور توضیح کے نازل ہوئی جسے سورہ کے آخر میں بطور ضمیمہ کے شامل کر دیا گیا۔

۲۸۶۔ معلوم ہوا کہ سوال کلالہ (جس کا نہ باپ زندہ ہو اور نہ اولاد) کی میراث کے بارے میں تھا جس کا حکم آیت ۱۲۔ میں گذر چکا۔
(تشریح کے لئے ملاحظہ ہو نوٹ ۳۴۔)

۲۸۷۔ آیت ۱۲۔ میں اخیافی (ماں شریک) بھائی بہن کا حصہ بیان کیا گیا تھا۔ اس آیت میں اعیانی (سگے) اور علاتی (باپ شریک) بھائی بہن کا حصہ بیان کیا گیا ہے۔

۲۸۸۔ یعنی اگر اصحاب فروض (Quranic Sharers) میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو تو بھائی پورے ترکہ کا وارث ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی زندہ ہو مثلاً شوہر تو اس کا حصہ ادا کرنے کے بعد بقیہ مال کا وارث بھائی ہوگا۔

۲۸۹۔ یہی حکم دو سے زائد بہنوں کا بھی ہے وہ دو تہائی میں برابر کی شریک ہوں گی۔

۲۹۰۔ سگے اور باپ شریک بھائی بہن کے ورثہ پانے کی صورتوں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو نقشہ میراث صفحہ ۲۱۴۔ تا ۲۱۶۔

بقیہ صفحہ ۲۷۹ سے آگے

مطلب یہ ہے کہ حضرت مسیح کی غیر معمولی طریقہ پر ولادت کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ ان کو خدا کا بیٹا بنایا جائے۔ غیر معمولی طریقہ پر ان کی ولادت حکم خداوندی سے ہوئی تھی اور ان کے اندر جو روح تھی وہ اللہ ہی کی عطا کردہ تھی اس لئے یہ عقیدہ انتہائی گمراہ کن ہے کہ اللہ کی روح ان کے اندر حلول کر گئی تھی نعوذ باللہ من ذٰلک
(مزید تشریح کیلئے ملاحظہ ہو سورہ آل عمران نوٹ ۵۶)

۲۸۰۔ تین خداؤں کا عقیدہ مسیحیت کا خود ساختہ عقیدہ ہے، جو باپ بیٹا اور روح القدس سے مرکب ہے یہ عقیدہ سراسر مشرکانہ ہے۔ لیکن چونکہ تورات، زبور اور انجیل تمام آسمانی کتابوں کی تعلیم توحید کی تعلیم ہے اس لئے توحید اور تثلیث دونوں کا بیک وقت دعویٰ کیا گیا اور دونوں کو نبھانے کی کوشش کی گئی اور اس تکلف میں دین کا حلیہ بری طرح بگڑ کر رہ گیا۔

یہ آیت جہاں مسیحیوں کے تین خداؤں کے عقیدہ کی تردید کرتی ہے وہاں وہ مشرکانہ مذاہب کے متعدد خداؤں کے تصور کو بھی یکسر باطل قرار دیتی ہے خواہ وہ دو خداؤں کا عقیدہ ہو یا سیکڑوں اور ہزاروں خداؤں کا۔

۲۸۱۔ یعنی جب آسمانوں اور زمین کی ساری موجودات اللہ ہی کی ہیں پھر اسے بیٹا بنانے کی کیا ضرورت اور جب وہ سب کی خبر گیری کے لئے کافی ہے تو اس کو اس بات کی کہاں حاجت ہو سکتی ہے کہ وہ کسی کو بیٹا بنا کر اس سے مدد لے۔